شمع محمدی

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی



اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن

شمع محمدی

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھی

تحقیق و تعلیق

مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن، یو. پی۔

نام کتاب : شمع محمدی

تالیف : خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جونا گڈھی

تحقیق وتعلیق : مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

طابع وناشر : اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن، یو.پی۔

سال اشاعت : جنوری ۲۰۱۱ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

صفحات : 240

قیمت : 100/00

﴿ ملنے کے پتے ﴾

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

ریحان مارکیٹ ڈھوبیا املی روڈ، صدر چوک۔ مئو

اقرا بک سینٹر پرانی حویلی، حیدرآباد

چار مینار بک سینٹر چار مینار مسجد، بنگلور

دکن ٹریڈرس مغل پورہ، حیدرآباد

دار المعارف بھنڈی بازار، ممبئی

فہرست مضامین

عرض ناشر

سلسلۂ محمدیات کی ایک اہم کڑی شمع محمدی (حدیث رسول اور فقہ حنفی ایک تقابلی جائزہ) کا محقق و کمپیوٹرائزڈ اڈیشن آپ کی خدمت میں پیش ہے، یہ وہ کتاب ہے جس میں احادیث رسول اور فقہ حنفی کا تقابل پیش کیا گیا ہے، ایک طرف سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں ہیں تو دوسری طرف فقہ حنفی کے مسائل ہیں، رائے و قیاس کے شیدائی ہر روز شور شرابہ کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کا ایک بھی مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں ہے، مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھی نے سر دست تقریبا ایک سو چھپن مسئلوں کی خبر لی ہے، اور ثابت کر دکھایا ہے کہ فقہ حنفی میں احادیث رسول ﷺ کے برخلاف مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ انداز بیان شریں و شگفتہ ہے اور احناف سے بھائی بھائی کہہ کر مخاطب ہیں ہر جگہ اللہ و رسول کا واسطہ دیا ہے کہ اگر تم کو رسول ﷺ سے سچی محبت ہے یا اس کے دعویدار ہو تو پھر ان مسائل کو کیوں نہیں مانتے جس کو رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ اور آخر میں ایک خاتمہ بھی لکھا ہے جو حد درجہ اثر انگیز بھی ہے اور دلوں کو اپیل کرنے والا بھی۔

کتاب کی تحقیق مشہور عالم دین مولانا حافظ ابو سہیل انصاری نے کی ہے (جو محمدیات کی تحقیق کے سلسلے میں علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں) موصوف نے نہایت جانفشانی کے ساتھ مراجعہ و حواشی کا کام کیا ہے اس کے لئے وہ پوری جماعت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کتاب کی تحقیق میں ہندوستان میں موجودہ رائج نسخوں کے ذریعہ ہی حوالہ درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین کو حوالہ تلاش کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے،

کتاب کی تیاری میں بہت ہی زیادہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی غلطی کا امکان ہے اگر آپ کو کہیں کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ اگلے اڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ مجھے امید ہے کہ پچھلی محمدیات کی طرح اس کا بھی علمی دنیا میں خیر مقدم کیا جائے گا اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ ہم رب العالمین سے دعا گو ہیں کہ تو اس کے مصنف محقق، قارئین اور ناشر کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین والسلام

جوہر انصاری

15.5.2001

اپنی بات

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کتاب وسنت کی صحیح ترجمانی کرنے والی جماعت، جماعت اہل حدیث کی دعوت کو بے اثر کرنے کے لئے مسلمانوں ہی کا ایک طبقہ مدت سے سرگرم عمل ہے، اوراس کی راہ میں روڑہ اٹکانے کے لئے نہایت بے باکی وجسارت کے ساتھ جھوٹ، فریب، دغا، مکراور تلبیس وتحریف کے سارے حربے استعمال کررہا ہے، لیکن اس جماعت کے مخلص علماء اور متوسلین، کامل بے غرضی کے ساتھ محض ''الدین النصیحۃ'' کے بموجب شب وروز مصروف عمل ہیں، انہوں نے باغی کا خطاب لے کر تختہ دار کو چوم لیا ہے، جس بعبوردریائے شور کو ہنس ہنس کر جھیل لیا ہے، گھروں پر بلڈوزر چلتے ہوئے، کتابوں کو جلتے اور پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر آنسو پی گئے ہیں، لیکن نہ تو دل شکستہ ہوئے ہیں نہ دل برداشتہ، نہ ہمت ہارے ہیں نہ نالہ وشیون کیا ہے، بلکہ صبر کے ساتھ مشفقانہ وخیرخواہانہ انداز میں دعوت واصلاح کا کام کرتے چلے آئے ہیں

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ

ان کے لبوں پر صرف ایک ترانہ ہے، ''ان ارید الاالاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا باللہ ''انہوں نے نہ تو وابعث فی المدائن حاشرین یاتوک بکل سحار علیم '' کی صدالگائی ہے اور نہ ہی ''لنبتینہ ثم لنقولن لولیہ ماشھد نامھلک اھلہ وانا لصادقون '' جیسا خفیہ مشورہ کیا ہے، بلکہ اپنی تصنیفات تالیفات داعیانہ عزم وحوصلہ اورتحریر وتقریر کے ذریعہ سنت کے مقابلہ میں آنے والی ہر آندھی، طوفان اور بگولے کا مقابلہ کیا ہے اور بادسموم کا رخ موڑ کر بے چین ومضطرب دلوں پر مرہم رکھ کر ان کے سکون کا سامان مہیا کیا ہے، انہیں مخلص ودردمند علماء میں سے امام العصر محدث زماں مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

سنت سے آپ کی شیفتگی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے اپنی جملہ تصنیفات کے ساتھ لفظ محمدی بجوڑ رکھا ہے، اپنے مدرسہ کا نام مدرسہ محمدیہ رکھا، اپنے اخبار کا نام ''اخبار محمدی'' رکھا، تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ کیا تو اس کا نام تفسیر محمدی رکھا، علامہ ابن قیم کی مایہ ناز کتاب اعلام الموقعین کا ترجمہ کیا تو اس کا نام دین محمدی رکھا، علامہ خطیب بغدادی کی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث '' کا ترجمہ کیا تو اس کا نام ''فضائل محمدی'' رکھا ہے، تاریخ بغداد کے ایک جزء کا ترجمہ کیا، تو اس کا نام امام محمدی رکھا، امام احمد بن حنبل کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا، تو اس کا نام

عقائد محمدی رکھا، امام سبکی کے رسالہ کا ترجمہ کیا تو اس کا نام برہان محمدی رکھا ہے، خطباء کی آسانی کے لئے نبی ﷺ کے خطبات کا جو مجموعہ تیار کیا اس کا نام خطبات محمدی رکھا ہے۔

یہ کتاب ''شمع محمدی'' مولانا موصوف کی ایک اہم تالیف اور سنت رسول سے ان کی محبت کا ایک عمدہ واعلیٰ نمونہ ہے، فقہ، رائے، قیاس کے شیدائیوں نے حدیث کے مقابلے میں جس طرح اپنی رائے، قیاس کو شریعت میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اس کی ایک جھلک آپ کو اس کتاب میں ملے گی، اور آپ دیکھیں گے کہ حدیث کیا ہے اور فقہ کیا ہے اور کس طرح ناعاقبت اندیشوں نے من وسلوی کی جگہ لہسن وپیاز کو ترجیح دیا ہے، اور خوش ذائقہ وشیریں پانی کی جگہ کھاری وکڑوا پانی کے شیدائی بنے ہیں۔

''شمع محمدی'' کئی بار ہندوپاک میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے، لیکن جدید حوالے اور مناسب، مفید، اور ضروری حواشی کے ساتھ اس کی از سر نو طباعت کا مقصد بعینہ وہی ہے جو ماضی قریب میں ''اہل حدیث اکیڈمی مئو'' سے شائع ہونے والی دیگر محمدیات کا ہے، علاوہ ازیں حدیث وفقہ کے مابین تقابلی تجزیہ والی اس کتاب کی طباعت کا مقصد فقہ حنفی کے ان متوالوں کا پردہ فاش کرنا بھی ہے، جو صرف فقہ حنفی کی خدمت واشاعت کے لئے کتب حدیث کی شرح وتحشیہ کا مبارک ومسعود کارنامہ انجام دے رہے ہیں اگر انہیں حدیث کی تفہیم وتشریح سے دلچسپی ہے تو سب سے پہلے انہیں فقہ کے ان مسائل سے دستبردار وکنارہ کش ہو جانا چاہئے اور اس سے برأت کا اعلان کر دینا چاہئے جو صحیح وصریح احادیث کے خلاف ہیں، لیکن ان کا اصلی مقصد اس وقت عیاں ہو جاتا ہے جب وہ فقہ کے ان مسائل کو غلط کہنے کے بجائے حدیث میں بے جا تاویل ہی نہیں کرتے بلکہ تشکیک کا بھی چور دروازہ کھول دیتے ہیں، مثال کے طور پر سنن ابی داؤد جسے مکتبہ اشرفیہ دیوبند نے شائع کیا ہے، اور اس پر کسی حنفی عالم نے حاشیہ وبین السطور لکھا ہے اس کے باب ''کم الوتر'' کی یہ حدیث ''عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر حق علیٰ کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر واحدۃ فلیفعل'' جس سے ایک رکعت وتر کا ثبوت ملتا ہے اسے بے وزن اور بے وقعت کرنے کے لئے بین السطور یہ مفید عبارت لکھا ہے'' ھذ امنسوخ اوالمعنیٰ ان یضیف الی الشفعة رکعة '' یعنی یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت ملا لے، چلئے حدیث کی تشریح ہوگئی اور فقہ کا یہ مسئلہ مدلل ہو گیا کہ وتر تین رکعت سے کم نہیں ہے، اسی طرح صحیح بخاری کے حاشیہ پر فتاویٰ عالمگیری وفتاوی قاضی خان سے حدیث کی تائید کے نمونے بھی آپ جا بجا

ملاحظہ فرمائیں گے، گویا حدیث اسی وقت قابل عمل ہے جب اس کی تائید فقہ سے ہورہی ہو۔
اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ فقہ کے کس قدر مسائل حدیث کے خلاف ہیں، اور پھر بھی ہمارے مفکرین اور شیر بیشۂ حنفیت اسے قرآن وحدیث کا مغز گودا اور عطر کہتے ہوئے نہیں تھکتے ہیں، اور اہل حدیث کو برا بھلا کہنے ہی میں انہیں سرداری سے ملنے کی امید ہے میں نے سلسلہ محمد یات، کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کے حوالے کو جدید طبع شدہ کتابوں سے از سر نو ترتیب دیا ہے، احادیث کی تخریج کی ہے اور ضرورت محسوس ہوئی ہے تو بعض حدیثوں کے صحت وضعف کی جانب بھی اشارہ کیا ہے، جن عبارتوں کا مولف نے کوئی حوالہ نہیں لکھا تھا ان کا حوالہ لکھ دیا ہے مولف نے جن احادیث کی جانب اشارہ کیا تھا ان احادیث کو صراحۃً نقل کر دیا ہے، اسی طرح فقہ کے جن مسائل کی جانب مولف صرف اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے تھے میں نے اس کو بقید کتاب وصفحہ رقم کر دیا ہے۔
مولف رحمہ اللہ نے صرف ہدایہ سے فقہ کے مسائل کو نقل کیا تھا میں نے فقہ کی ان دوسری کتابوں کا بھی حوالہ لکھ دیا ہے جن میں یہ مسائل موجود ہیں تا کہ متلاشیان حق کے لئے آسانی ہو، علاوہ ازیں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں تشریحی نوٹ بھی لکھا ہے، بعض جگہ عربی عبارت کو بھی نقل کیا ہے اور بعض مسائل پر تشریحی نوٹ لکھا ہے سابقہ اڈیشنوں میں کتابت وطباعت کی جو خامیاں رہ گئی تھی حتی الوسع ان کی اصلاح کر دیا ہے، غرضیکہ کتاب کو مفید وکار آمد بنانے کے لئے کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا ہے،
میں اس موقع پر اہل حدیث اکیڈمی مئو کے جملہ مخلص کار پردازوں خصوصاً اس کے روح رواں اور اشاعت کتب کے مہتمم عزیزان گرامی کے لئے شکر وسپاس کے کلمات کہنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اس اہم کام کی جانب مجھ ناچیز کو رغبت دلائی، اور یہ واقعہ ہے اور بطور تحدیث نعمت اس کا ذکر میرے لئے ضروری بھی ہے کہ جو کچھ بھی آپ کے سامنے ہے فضل خداوندی کے بعد سب سے اہم حصہ انہیں حضرات کا ہے ان کیا ایثار، دلچسپی، فراخدلانہ تعاون ہی نے اس کام کو قلیل مدت میں ہی پورا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو مزید دینی، علمی خدمت کا موقع عنایت فرمائے اور اسے قارئین ومتلاشیان حق کے لئے مفید وکار آمد بنا کر اشاعت طباعت کا جو اصل مقصد ہے اسے پورا فرمائے۔

ابوسہیل انصاری
15.5.2001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والسلام علیٰ نبیہ - اما بعد:

مذہب حنفی کے پیروکاروں کا خیال

مذہب حنفی کے پیروکاروں نے دنیا میں شہرت کر رکھی ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں کا ایک مسئلہ بھی خلاف حدیث نہیں (۱) بلکہ یہ فقہ، قرآن وحدیث کا مغز گودا اور عطر ہے۔ بے کھٹکے اس پر عمل کرنا ہی نجات کا سبب ہے۔ اس لئے میں اس کتاب میں اس بات کو غلط ثابت کرنے، اس دعوے کی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے اور یہ بتانے کے لئے کہ فقہ میں سیکڑوں مسائل احادیث صحیحہ کے صریح خلاف ہیں۔ یہ کتاب بطور نمونہ لکھتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ۔

الٰہی دے اثر ایسا مری بیتابی دل میں
چلے آئیں کلیجہ تھام کر وہ میری محفل میں

مقصود کتاب

میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ ہمارے حنفی بھائی فقہ کے کسی مسئلے کو خلاف حدیث نہیں جانتے آج تقریباً ایک ہزار سال سے یہی سبق پڑھایا جا تا رہا

---

(۱) مولانا مفتی سعید احمد صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند " حدیث اور اہل حدیث (مطبوعہ مکتبہ مدنیہ دیوبند) کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں "فقہ حنفی کے تمام مسائل جہاں ایک طرف عقل کے بلند معیار پر پورے اترتے ہیں وہاں قرآن وحدیث سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں" اور اس کتاب کے مصنف مولانا انور خورشید لکھتے ہیں ' احناف کثرالله سواد هم استنباط مسائل میں حتی الوسع قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہیں اور کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن وسنت میں ہوتے ہوئے قیاس واجتہاد نہیں کرتے " (حدیث واہل حدیث ص ۸۷)

اور اب وہ لوح دل پر جم چکا ہے اس لئے آنکھیں بند کر کے صرف فقہ پر ہی مدار دین رکھ دیا گیا ہے، میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ حقیقت اس کے خلاف ہے، فقہ کے سیکڑوں مسائل حدیث شریف کے خلاف ہیں (۱) جب یہ کھلا اختلاف اپنے ان بھائیوں کے سامنے رکھ دیا جائے گا تو پھر کون سا مسلمان ہے؟ جس کا دل چاہے گا کہ حدیث کے خلاف وہ کسی کی بات مانے اور حدیث کو چھوڑ دے

حدیث و فقہ کا فرق

فرمان قرآن ہے ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ . بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ﴾ (۲) دو سمندر ہیں ایک کھاری ایک میٹھا، گو بظاہر ملے جلے ہوئے ہیں لیکن قدرت نے ان میں وہ حجاب اور آڑ رکھی ہے کہ نہ اس کا کھاری پانی اس کے میٹھے پانی کو بگاڑ سکے نہ اس کا میٹھا پانی اس کے کھاری پانی میں مل سکے، میں نے مذکورہ آیت اس لئے نقل کی ہے کہ ناظرین سمجھ لیں کہ جیسے دونوں سمندر کھاری اور میٹھا ہماری نگاہوں میں بہ ظاہر ملے جلے نظر آتے ہیں لیکن دراصل قدرت نے ایک کو ایک سے بالکل ہی الگ رکھا ہے، ادھر سے، ایک چلو پانی اگر آپ لیں تو میٹھا ہوگا۔ اور ادھر سے لیں تو کڑوا ہوگا، اسی طرح گو موجودہ فقہ و حدیث بظاہر خلط ملط نظر آئے لیکن فی الواقع قدرت نے ایک کو ایک سے بالکل الگ رکھا ہے جو صرف ایک ہی مسئلہ پر غور کی نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(۱) فقہ کے خلاف حدیث مسائل کا نمونہ دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں "درایت محمدی" مطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی مئو (۲) الرحمن ۵۵/ ۱۹-۲۰

اہل حدیث اور حنفیوں کا اختلاف

حنفی اور اہل حدیث قرآن وحدیث کے ماننے پر متفق ہیں، اسی طرح اماماں دین، محدثین و مجتہدین کی عظمت وحرمت پر بھی ان کا اتفاق ہے، ذرا سا اختلاف پچھلے زمانوں میں اس بات پر ہو گیا ہے کہ آیا ائمہ دین میں سے چار اور ان چار میں سے ایک کی جملہ باتیں ہتمام مسائل، تقلیدی طور پر ماننے چاہئیں یا نہیں؟ حنفیوں کی طرف سے اس کا اقرار اور اہل حدیثوں کی طرف سے اس کا انکار ہوا، اس اختلاف نے طول پکڑا اور حدیث کی کتابیں اور قرآن جو اس وقت تک دنیائے اسلام کے لئے کافی سمجھا جاتا رہا تھا ان کے علاوہ چاروں مذہب کی فقہ کی کتابیں جداگانہ مرتب ہوئیں، یہ ظاہر ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدائے تعالیٰ غلطی سے، بھول سے، پاک ہے حدیث رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اور آپ معصوم تھے، شرعی احکام میں غلطی آپ سے ناممکن تھی، مجتہدانِ دین گو اپنے مراتب میں کتنے ہی بڑھے چڑھے کیوں نہ ہوں لیکن وہ غلطی سے پاک اور معصوم نہیں، ورنہ رسول اللہ ﷺ اور غیر رسول میں فرق ہی کیا رہ جائے؟ اس لئے اصولاً حنفی اور محمدی میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ "المجتہد قد یخطیء وقد یصیب" (۱) یعنی کبھی مجتہد کا اجتہاد قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے کبھی خلاف، اس اصول کے ماتحت لازمی چیز ہے کہ فقہ کے ائمہ کے مسائل کو قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے جو موافق ہوں قبول کئے جائیں جو خلاف ہوں رد کر دیئے جائیں، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ "فقہاء کے اجتہادی مسائل کو قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے جو مطابق ہوں قبول کئے جائیں جو خلاف ہوں انھیں ناقابل عمل سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں"

(۱) ردالمحتار ج۱ ص ۱۳۹ (مکتبہ زکریا دیوبند)

فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق نہیں

اس چیز کو گو اصولاً حنفی اہل حدیث سب مانتے ہیں لیکن مغالطہ یہ لگا کہ فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق ہی ہیں کوئی مسئلہ خلاف نہیں، یہ بطور عقیدے کے حنفی حضرات کے دل میں بٹھا دیا گیا، لہذا ضروری ہے کہ فقہ وحدیث کا مقابلہ کر کے ان مسائل کو بتلائے جائیں جو کھلم کھلا حدیث سے ٹکراتے ہیں تاکہ حنفیت روشنی میں آجائے اور پردے ہٹ جائیں، یہ سلسلہ نہ کسی کی تردید کے لئے ہے نہ کسی کو برا کہنے کے لئے، بلکہ اس سے غرض صرف اتنی ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ فقہ کے مسائل، حدیث کے خلاف بھی ہیں، جب یہ معلوم ہو گیا تو اصول اسلام اور مسلمہ فریقین فیصلہ خود مجبور کر دے گا کہ خلاف احادیث مسائل ترک کر دیئے جائیں اور جب یہ ہو گیا تو یہی اہل حدیث کا مذہب ہے اور یہی ہمارا اصلی مقصود ہے کہ عمل قرآن وحدیث پر کیا جائے اور جہاں آیت دیکھی گردن خم، جہاں حدیث دیکھی کمر دوتا۔

سامنے روئے یار ہو اور یہ سر نیاز = ایک ہی سجدے میں فقط ختم میری نماز ہو

اماموں کو ان کی شان سے بڑھانا بھی بے ادبی ہے

فرمان خدا ہے ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ﴾(۱) شان خدا ہے کہ دو دریا کھاری میٹھے بظاہر ملے جلے ہیں، لیکن قدرتی طور پر ان میں حجاب ہے، ٹھیک اسی طرح یہی شان خدا حدیث و فقہ میں نمایاں نظر آتی ہے حدیث کی مٹھاس اس تلخی سے بہت دور ہے جو قیاس میں ہے ،انسان کو گرانے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جس مرتبے کا وہ ہو اس سے کم مرتبہ اس کے لئے ہم ثابت کریں۔ مثلاً ایک بادشاہ کو وزیر کہہ دیں یا اس سے

(۱) الرحمن ۵۵/۱۹۔۲۰

بھی کم۔ اسی طرح دوسری صورت اسے گرانے کی یہ بھی ہے کہ اس کے مرتبے سے اسے بڑھا دیں مثلاً کسی پولیس والے کو ہم بادشاہ کہہ دیں بزرگوں کی دشمنی کے بھی یہی دو درجے ہیں۔ کسی بزرگ کو ان کی حیثیت سے گرانا بھی ان کی بے ادبی اور خلاف شرع ہے، مثلاً ائمہ دین مجتہدین شرع متین کو گستاخانہ لفظوں سے، برائی سے یاد کرنا اسی طرح ان کی بے ادبی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انھیں ان کے مرتبے سے بڑھا دیں مثلاً کسی ولی اللہ کو اللہ کہہ دیں۔ کسی امام کو رسول اللہ بتا دیں۔ جس طرح ان دونوں طریقوں سے بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح دلی خیالات بھی انہی دو طریق پر ہیں اور وہ بھی دونوں بے دینی کے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ جو برتا جائے وہ بھی انہی دو طریق کا ہوتا ہے پس کسی امام دین کی جس طرح توہین ہے کہ اسے سرے سے امام یا بزرگ ہی نہ مانا جائے اسی طرح ان کی یہ بھی توہین ہے کہ انھیں خدائی درجے پر یا نبوت کی کرسی پر مان لیا جائے۔

تقلید شخصی میں امام کو گویا نبی ماننا ہے

ہم اہلحدیث جس طرح ائمہ کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کو حد سے گذرا ہوا مانتے ہیں اسی طرح ان کے درجات کو اس بے طرح بلند کرنے والوں کو بھی کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، ہمیں اپنے بعض بھائیوں سے یقیناً یہ شکایت ہے کہ انھوں نے اماموں سے جو برتاؤ رکھا ہے وہ ان کے درجے سے بہت بڑھا ہوا ہے، صاف لفظوں میں سنئے! کہ اس برتاؤ کے لائق صرف اللہ کے رسول ﷺ ہی ہوتے ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علیھم۔ مثلاً یہ مان لینا کہ جو فلاں امام کہے گا میں تو اسے ہی سچا مانوں گا، مجھے ان کے اس قول کے بعد کسی آیت قرآنی یا حدیث رسول کی مطلقاً ضرورت نہیں، میرا مذہب

وہ ہے جو میرے امام نے فرمادیا، میرا دین وہ ہے جو اس کا اجتہاد تھا. میری نجات اسی میں ہے کہ اپنی عمر تقلید میں گذار دوں. کبھی بھولے سے بھی یہ خیال دل میں نہ لاؤں کہ اس مسئلے میں خدا کا اس کے رسول کا فرمان کیا ہے؟ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کھلے لفظوں میں کہہ دوں کہ یہ تو امام ماننا نہیں بلکہ پیغمبر ماننا ہے اور ان کا درجہ حد سے بڑھا کر نبوت کی کرسی سے نبی ﷺ کو ہٹا کر اس پر انھیں بٹھا دینا ہے، جس طرح وہ بدا ور بد سے بدتر جو امام کی امامت کا بھی قائل نہ ہو اسی طرح وہ بھی کم از کم نیک تو نہیں کہا جاسکتا جو امام کو نبی کی جگہ بٹھائے۔

جماعت اہل حدیث کی چاہت

اس وقت ہم میں اور حنفی بھائیوں میں جو اختلاف ہے وہ اسی اصول کے سمجھ جانے اور سلجھا لینے سے حل ہو جاتا ہے۔ اہل حدیث دل سے اور کھرے دل سے اماموں کی امامت کے قائل ہیں، لیکن ہاں ان کی نبوت کے قائل نہیں، دوسری جانب سے بھی گو لفظ تو یہی ہیں لیکن عمل یہ بتلاتا ہے کہ ساری شرع کے لئے دینی و دنیوی کل امور کے لئے فقط امام کی ذات کو کافی مان لیا گیا ہے، پاکی پلیدی کے احکام سے لے کر اسلام و کفر تک کے کل احکام ائمہ کے اجتہاد پر موقوف مان لئے گئے ہیں، یہاں تک کہ نبی کی طرف سے نسبت بھی ہٹالی گئی ہے، پس حد اعتدال والی جماعت محمدی چاہتی ہے کہ جملہ مسلمانان عالم انصاف پر آجائیں اور صحیح راہ پر کھڑے ہو جائیں، افراط پر بھی لعنت بھیج دیں۔ اور تفریط پر بھی، ائمہ کے اقوال کو حدیث کے تابع سمجھیں جہاں موافقت ہو مقبول، جہاں مخالفت ہو مردود۔ چونکہ مدتوں سے یہ خیال پیدا کیا جارہا ہے کہ فقہ کی مروجہ اور موجودہ کتابوں میں جتنے مسائل ہمارے

یعنی حنفی مذہب فقہ کے ہیں سب حدیثوں کے موافق ہی ہیں ، اس لئے ضرورت تھی کہ اصل حقیقت جو اس دعوے کے خلاف ہے، دنیا کے سامنے پیش کردی جائے، اس دعوے کی حقیقت کو توڑنے کے لئے تو صرف ایک مسئلے کا خلاف دکھادینا کافی تھا کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے، لیکن ارادہ ہے کہ کم از کم ڈیڑھ سو مسائل کا اختلاف دکھایا جائے تاکہ یہ ممکن ہو جائے کہ ہم کہیں فقہ حنفی کے اکثر مسائل خلاف حدیث، ہم جانتے ہیں کہ جب یہ کھلا ہوا اختلاف دکھادیا جائے گا تو پھر یہ فقہ پرستی باقی نہ رہے گی اس کی وجہ صرف اس اختلاف کا سامنے نہ ہونا ہے۔

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر

پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَّجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾(۱) گو ظاہری طور پر میٹھے اور کھاری پانی کے دو دریا ملے جلے ہیں لیکن قدرت کے تصرف نے انہیں بالکل ہی الگ الگ رکھا ہے، اسی طرح رائے اور حدیث گو بظاہر کتنے ہی خلط ملط ہو جائیں لیکن قدرتی حجاب انہیں کبھی بھی ایک نہیں ہونے دیتا۔

ایک واقعہ سنئے: حضرت امام ابن شبرمہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کو لے کر امام جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ان سے دوستانہ تعلقات تھے۔ علیک سلیک کے بعد میں نے امام جعفرؒ سے امام ابو حنیفہؒ کا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ عراقی ہیں بڑے فقیہ اور عقلمند ہیں۔ امام جعفرؒ پہچان گئے اور فرمانے لگے شاید یہی ہیں جو دین خدا میں رائے

(۱) الفرقان ۵۳/۲۵

قیاس لگایا کرتے ہیں؟انہی کا نام نعمان ہے ؟ میں جواب دوں اس سے پہلے امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں میں برکت دے آپ نے درست فرمایا۔ میرا نام نعمان ہی ہے، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو!دین میں اپنی رائے اپنا قیاس نہ دوڑاؤ، سنو!سب سے پہلے جس نے امر دین میں قیاس کیا وہ ابلیس تھا، جناب باری کا اسے حکم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ چھوٹا بڑے کے آگے جھکے، میں بڑا ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں یہ مجھ سے کمتر ہے اس لئے کہ یہ مٹی سے پیدا ہوا ہے، پس تیرا یہ حکم سراسر قیاس کے خلاف ہے کہ میں اس کے سامنے سجدہ کروں۔

امام جعفر: اچھا آپ میری ایک بات کا جواب تو دیجئے، فرمایئے!وہ کون سا کلمہ ہے؟جس کا اول حصہ شرک ہو اور آخری حصہ ایمان ہو؟

امام ابو حنیفہ: مجھے معلوم نہیں

امام جعفر: وہ کلمہ لاالٰہ الا اللہ ہے اگر لاالٰہ کہہ کر کسی نے زبان روک لی تو وہ مشرک ہے جب اس نے اسی کے ساتھ الا اللہ بھی کہا اب وہ مومن ہوا پس یہ ہے کلمہ جس کا اول حصہ شرک ہے اور آخری حصہ ایمان ہے۔

امام جعفر: اچھا فرمایئے کسی کو ناحق قتل کر دینے کا وبال و گناہ بڑا؟ یا زنا کاری کرنے کا؟

امام ابو حنیفہ: ناحق کا قتل زنا کاری سے بڑا گناہ ہے۔

امام جعفر: اب بتلاؤ کیا یہ صحیح نہیں؟ کہ قتل کے ثبوت کے لئے دو گواہ شریعت نے معتبر مانے ہیں لیکن زنا کے لئے چار گواہ معتبر مانے ہیں۔ اگر دو ہوں تو قتل تو ثابت ہو جائے گا لیکن زنا ثابت نہ ہو گا حالانکہ قتل زنا سے بدتر ہے پھر یہاں تمہارا قیاس اور تمہاری رائے کہاں گئی؟ قیاس اور رائے کے اعتبار

سے تو چاہئے تھا کہ قتل پر زیادہ گواہ ہوں اور زنا پر کم،کیوں کہ جرم کے لحاظ سے زنا قتل سے کم ہے پس ثابت ہوا کہ شریعت میں رائے قیاس کوئی چیز نہیں۔

امام جعفر: فرمایئے!خدا کے نزدیک روزہ بڑا ہے یا نماز؟

امام ابو حنیفہ: روزے سے نماز بڑی اور اہم چیز ہے۔

امام جعفر: پھر کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا حکم نہیں ملا اور روزے کی قضا کا حکم ملا ہے، بتلاؤ تمہارا قیاس یہاں کہاں گیا؟ قیاس کی رو سے تو چاہئے تھا کہ بڑی چیز یعنی نماز کی قضا کا حکم ہوتا نہ کہ روزے کی قضا کا ،لیکن شریعت نے اس کے خلاف حکم دیا ہے پس ثابت ہے کہ شریعت میں رائے قیاس کوئی چیز نہیں۔(۱)

امام جعفر کی نصیحت

اے بندۂ خدا !خدا سے ڈرو، قیاس کو رائے کو چھوڑ دو، سنو! ہم تم خدا کے ہاں قیامت کے دن پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے، ہم تو اپنے بتلائے ہوئے مسائل کی دلیل قرآن سے حدیث سے لیں گے، خدا کے روبرو اپنے مسائل کی دلیل میں بھی یہی دو چیزیں پیش کریں گے اور ان شاء اللہ چھٹکارا پالیں گے لیکن آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جو مسائل بتلائے اور پھیلائے ہیں ان کی بابت جب روز قیامت خدائے تبارک وتعالیٰ آپ سے سوال کرے گا تو آپ کا جواب بجز اس کے اور کیا ہوگا؟ کہ آپ کہیں ہماری رائے یہی تھی، ہمارا قیاس یہی تھا، اب بتلاؤ کہ تمہارے ساتھ خدا کا برتاؤ کیا ہوگا؟ اسے سوچ سمجھ لو، اور وہ جواب تیار کرلو جو خدا کے ہاں کام آئے۔ (اعلام الموقعین) (۲)

(۱) اعلام الموقعین ج۱ ص۹۳ (۲) ایضاً

مندرجہ بالاواقعہ ہم ناظرین کے سامنے رکھ کران کے زندہ ضمیر سے اپیل کرتے ہیں کہ کیااس واقعہ نے اس امر کو صاف طور پر ثابت نہیں کردیا کہ رائے قیاس شریعت محمدیہ میں کوئی چیز نہیں، ظاہر ہے کہ رائے قیاس کے مسائل عموماًشریعت محمدیہ کے مخالف ہوں گے جیسے کہ مندرجہ بالاواقعہ سے روزروشن کی طرح ظاہر ہے لیکن افسوس اس بدا ہت کے خلاف بھی آج یہ عقیدہ بعض مسلمانوں میں پایاجاتاہے کہ رائے قیاس کی موجودہ کتب فقہ کے تمام مسائل قرآن حدیث کے مطابق ہیں، اس لئے میں چاہتاہوں کہ حنفی بھائی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ فقہ کے بہت سے مسائل صریح احادیث کے خلاف ہیں۔

نکہت زلف سے کم مرتبہ مشک ہوا = شرم سے ناف میں آہو کے لہوخشک ہوا

چاروں مذہب برحق نہیں

ارشاد باری ہے ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾(۱) یہی وہ حق ہے جو خدا کی طرف سے ہے اب جو چاہے مانے جو چاہے انکار کردے، ہے کوئی جو اس امر کاانکاری ہو کہ حق ایک ہے؟ اس حق کے سوا جو ہو وہ باطل ہے، اس حقیقت کو مانتے ہوئے جو حضرات چاروں مذہبوں کو حق کہتے ہیں، وہ سوچیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر ساراحق ایک مذہب میں ہے تو ظاہر ہے کہ باقی کے تینوں مذہب حق نہ رہے، اگر چاروں میں سے ہرایک میں حق ہے توزیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں حق کا چوتھائی حصہ ہے، نہ کہ پوراحق، جب ایک چوتھائی حق ہے تو یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مذہب میں تین چوتھائی باطل ہے، آپ ایک روپے کے چار حصے کریں، چار ڈھیریاں

(۱) الکہف ۲۹/۱۸

ریت کی کریں اور اس ایک روپئے کو ان چار میں رکھیں، تو ظاہر ہے کہ ہر ایک میں آپ ایک چونی رکھ سکتے ہیں، جس جس ڈھیر پر جو جماعت قبضہ کر کے بیٹھے گی وہ بہت کچھ محنت کرنے کے بعد رول رول کر اس ڈھیر میں سے چونی نکال سکتی ہے نہ کہ پورا روپیہ۔ پس اگر حق ان چاروں میں ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق ہے اور تین چوتھائیاں باطل کی ہیں، ہے کوئی جو اس کھلی حقیقت سے انکار کرے؟

اہل حدیث پورے حق پر ہیں

ہاں وہ جماعت جو اس ایک حق کے ٹکڑے نہ کرے اسے چار حصوں میں اور چار ڈھیروں میں اور چار مذہبوں میں تقسیم نہ کرے وہ بیشک پورے حق کی مالک رہ سکتی ہے اس کے قبضہ میں پورا روپیہ رہ سکتا ہے۔

مندرجہ بالا چار جماعتیں چاروں مذہب والوں کی تھیں۔ اور یہ ایک جماعت اہل حدیث کی ہے اسے آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک مذہب والا اسی آیت و حدیث پر عمل کر سکتا ہے جو اس کے مذہب میں ہو جس پر اس کے امام کی مہر لگی ہوئی ہو جو اس کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں قابل عمل قرار دی گئی ہو جسے اس کے مذہب کے بانی نے مانا ہو اور قابل عمل قرار دیا ہو، پس ہر ایک کے لئے ایک روک ہے اہل حدیث کی جماعت اس روک سے بالکل الگ ہے اس لئے وہ ہر آیت و حدیث پر عمل و عقیدہ رکھ سکتی ہے۔

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

حنفی اور اہل حدیث کی مثال

اسی کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک وسیع مکان ہے جس کے چار حصے کر دیئے گئے اور ہر حصے کو دیواریں بنا کر دوسرے سے بالکل الگ کر دیا گیا، اور چاروں حصوں میں مختلف لوگوں نے رہائش شروع کر دی، ظاہر ہے کہ ہر قبیلے والوں کے لئے وہی وسعت رہی جو اس اصلی مکان کی وسعت کی چوتھائی ہے، پورے مکان کی وسعت ان چاروں قبیلوں میں سے کسی کو حاصل نہیں، لیکن جو قبیلہ اس وسیع مکان کے چار حصے نہ کرے اسے اس کی اصلی وسعت و کشادگی پر رہنے دے، ظاہر کہ اس کے لئے بہت وسیع میدان ہے، یہ قدرت کی وسیع فضامیں، کھلی ہوامیں اور صاف روشنی میں اپنا گذر کر سکتا ہے اور کر رہا ہے، جن لوگوں نے دین خدا کے چار حصے کئے ہیں، دراصل انھوں نے زیادہ سے زیادہ چوتھائی دین کو لیا ہے، نہ کہ کامل دین کو، کامل دین ان کے ہاتھ میں ہے جو اس حصے بخرے سے الگ ہیں جو اس بٹوارے سے ناراض ہیں۔

مقلد آزادی سے عمل بالحدیث نہیں کر سکتا

آپ آزمالیں۔ ایک صحیح حدیث ایک حنفی کے پاس رکھیں، اس کا صاف جواب ہوگا کہ میرا مذہب اس کے مطابق نہیں، میرے مذہب میں تو یوں ہے اور اس کی دلیل فلاں دوسری حدیث ہے اب وہ دلیل ہو یا نہ ہو مضبوط ہو یا پھسپھسی ہو، بہر صورت اس صحیح حدیث پر اس کا عمل و عقیدہ نہیں ،یہی حالت آپ شافعیہ کی پائیں گے، اور اسی حالت پر آپ حنبلیوں کو دیکھیں گے اور یہی نقشہ آپ مالکیوں کا پائیں گے، لیکن بحمداللہ جماعت محمدیہ اہل حدیث کے سامنے جہاں آپ نے کوئی صحیح حدیث پیش کی اس نے سر جھکا دیا

اور کہہ دیا کہ ہر فرمان رسول ﷺ سر آنکھوں پر، آج کتنی ہی حدیثیں جو صحیح ہیں صریح ہیں لیکن حنفی حضرات کے نزدیک وہ متروک ہیں، لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی نہیں جو ان پر عمل کرے۔

دوستو! یا تو کہہ دو کہ ہم حدیث رسول ﷺ پر عمل نہیں کرتے یا آؤ ان پر بھی عمل شروع کردو پروردگار! تو خوب دانا بینا ہے میری یہی تمنا ہے کہ تیرے رسول کی احادیث پر مسلمان عامل ہو جائیں۔

روایت اور درایت کا فرق۔

ارشاد خداوندی ہے ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ﴾(۱) ان کی زبردست خرابی ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو خدائی کتاب کے درجے پر مانتے ہیں، ہمارا ایمان ہمارا علم ہمیں مجبور کرتا ہے کہ روایت اور درایت کو دو الگ الگ چیزیں سمجھیں، روایت میں جو بزرگ اعلیٰ پایہ کے صادق، امین، راست باز اور درست گو ہیں لازم نہیں کہ ان کی فہم و فراست ادراک و درایت بھی ہر جگہ مثل روایت صحیح، اٹل، ناقابل انکار اور واجب التسلیم ہی ہو۔ مثال کے طور پر لیجئے۔ کون ہے؟ جو نہیں مانتا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت آنحضرت ﷺ سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی پہنچائیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح انکی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو۔

---

(۱) البقرۃ ۲/ ۷۹

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی درایت

مثلاً حضور ﷺ کے اس فرمان سے کہ آپ نے فرمایا تھا تم یقیناً بیت اللہ شریف میں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے،(۱) حضرت عمر نے یہ سمجھا کہ حدیبیہ والے سال کی بابت یہ پیشین گوئی ہے مگر حدیبیہ والے سال ایسا نہ ہوا، بلکہ مکہ شریف سے اور بیت اللہ شریف سے مسلمان روک دیے گئے اور انھیں مجبوراً واپس ہونا پڑا ثابت ہوا کہ حدیث رسولؐ برحق ہے روایت عمر سچی ہے لیکن درایت عمر صحیح نہ تھی۔ حدیث میں جو تھا وہ ہو کر رہا لیکن فہم عمر پوری ہو کر نہ رہی یہ ہے بیّن فرق روایت اور درایت کا ۔

قرآن کریم میں سحری کے آخری وقت کی بابت الفاظ نازل ہوتے ہیں ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾(۲) یعنی یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے اس سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ لیتے ہیں کہ سوت کا دھاگہ ہی مراد ہے لیکن جب حضور ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے ان کی غلط فہمی کو رفع کیا اور فرمایا اس سے مراد صبح صادق کا رات سے ظاہر ہونا ہے،(۳) پس حضرت عدی کی فہم مرادِ خدا اور رسول کے خلاف تھی گو آیت درست صحیح اور ایمان لانے کے لائق ہے پس روایت صحیح اور درایت غلط اور دونوں میں فرق ظاہر، اسی طرح کی کھلی کھلی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۱) بخاری ج۱ صـ ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد / تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج٤ صـ ۳٥٤
(۲) البقرة ۱۸۷/۲
(۳) بخاری ج۱ صـ ۲٥۷ باب قول الله احل لكم ليلة الصيام الرفث الخ......

مقلدین کی خطرناک غلطی

جن حضرات نے باریک بینی سے کام نہ لے کر روایت ودرایت میں فرق نہ کیا وہ جس طرح روایت کا چھوڑنا غلط کاری ہے اسی طرح درایت کا چھوڑنا بھی غلط کاری سمجھ بیٹھے اوراسی لئے جن ائمہ کی نسبت ان کی اعتقادی سپرٹ پڑھ گئی ان کی درایت کا ماننا ضروری سمجھ کر بالآخر خود انہی کی روایت سے بھی بے نیاز بن گئے اوراپنے دین کا سارا مدار صرف ان ائمہ کی فقہ وفراست فہم ودرایت پر ہی رکھ دیا جتنا ان کی روایت پر اعتماد چاہئے اتنا بلکہ اس سے زیادہ اور بہت زیادہ اعتماد ان کی درایت پر رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ مدت کے بعد ان میں سے کسی ایک پر ہی اکتفا ہونے لگا اور شدہ شدہ نوبت یہانتک پہنچی کہ صرف اس ایک امام کے جملہ اقوال کا ماننا ہی دین سمجھ لیا گیا۔

کتب فقہ میں ہزارہا لوگوں کے اقوال ہیں

اس غلط ذہانت سے فائدہ اٹھانے کے لئے لوگوں نے ان مسلمہ ائمہ کے اقوال الگ الگ جمع کرنے شروع کردیئے، اس طرح الگ الگ جداگانہ مختلف مذاہب کا اسلام میں ظہور ہو گیا، چونکہ ان ائمہ کے اقوال اتنے اورایسے نہ تھے جو انسانوں کو کافی ہو سکیں اس لئے پھر ان کے شاگردوں کے اقوال اس میں داخل ہوئے پھر بھی کمی رہی تو شاگردان شاگرد کے اقوال ملائے گئے پھر کمی رہی تو اوروں کے بھی اقوال شامل کئے گئے پھر بھی کمی رہی تو ان کے بنائے ہوئے قواعد واصول کے ماتحت مسائل نکال کر اس میں اضافہ کئے گئے (۱) اب

(۱) کتب فقہ میں کن کے کن کے اقوال ہیں اس کو ملاحظہ کرنا چاہیں تو دیکھیں (ردالمحتار ج۱ص ۱۶۸-۱۶۹) و "درایت محمدی" ص۲۷ امطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی مئو

یہ ایسی معجون مرکب بن گئی کہ آج اگر کوئی ہزار چاہے کہ اس ترکیب کی تحلیل کرے، یعنی اس کے اجزا اور حصے الگ الگ ممتاز کرے تو نہ صرف مشکل بلکہ محال اور یقیناً محال ہو گیا۔

مذہب کی پاسداری مانع عمل بالحدیث ہے

پس موجودہ کتب فقہ کے کل مسائل پر اعتماد رکھنا انھیں برحق ماننا اور انہی کو دین خدا شریعت مصطفےٰ سمجھنا وہ اصولی غلطی ہے جس سے زیادہ کھلی غلطی دین میں اور نہیں ہو سکتی، بلکہ کتب فقہ پر عمل کرنے سے بہت سی حدیثوں پر عمل چھوٹ جاتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ اس حدیث کے چھوڑنے والوں اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کے پاس دلائل نہیں یا ہیں اور کمزور ہیں یا قوت میں برابر کے ہیں بلکہ میری غرض صرف یہ ہے کہ حدیث رسول فی نفسہ اور بذاتہ عمل کے قابل ہے پھر اس پر عمل نہ کرنا اسے مہمل چھوڑ دینا بلکہ اس پر عمل جائز بھی نہ جاننا یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے، ہر حدیث رسول عمل کے قابل ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان حدیثوں کو ناقابل عمل ٹھہرا لیا جائے، پس اے حنفی بھائیو! اٹھو ہمت کرو اور اپنے رسول کی ان حدیثوں پر عمل بھی کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے! بخدا ہمیں تو یہ بات بہت بری معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان حدیث نبوی پر عمل نہ کرے۔

سینوں میں جگر یہ تیر غم چلتے ہیں = رخساروں پہ اشک شمع ساں ڈھلتے ہیں

مقلد حدیث پر براہ راست عامل نہیں

ارشاد باری ہے ﴿ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ﴾(۱) ایمان والو! اسلام کے جملہ مسائل کو مان لیا کرو، لیکن

(۱) البقرۃ ۲/۲۰۸

بہت سی حدیثیں ہیں جن پر صرف تقلید کی پابندی نے عمل چھڑار کھا ہے، ایک مقلد حدیث کو حدیث ہونے کی حیثیت سے نہیں مانتا بلکہ اگر وہ کسی حدیث پر عامل ہے تو صرف اس لئے کہ اس کے امام کے فرمان کے مطابق ہے ورنہ اگر حدیث پر حدیث ہونے کی حیثت سے عمل ہوتا تو جس طرح وہ حدیث قابل عمل تھی جو فرمان امام کے مطابق تھی وہ بھی قابل عمل تھی جو فرمان امام کے خلاف تھی، لیکن اس کتاب میں آپ کے سامنے ایک دو نہیں بلکہ ڈیڑھ سو حدیثیں آئیں گی جو صحیح ہیں صریح ہیں لیکن ایک حنفی ان پر عمل نہیں کرتا بلکہ نہیں کر سکتا اس لئے اور صرف اس لئے کہ اس کے خیال میں اس کے امام نے ان پر عمل نہیں کیا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ ائمہ دین مجتہدین محدثین کے ماننے میں حنفی اہل حدیث متفق ہیں، اہل حدیث کا مذہب اور عقیدہ ہے کہ ائمہ دین کی جناب میں گستاخی بے ادبی کرنے والا ان کی توہین اور بے توقیری کرنے والا محروم القسمت ہے، بس بزرگوں کے ماننے تک تو دونوں جماعتیں متفق ہیں ہاں آگے چل کر فرق یہاں پڑا ہے کہ بزرگوں کی جو روایتیں مروی ہیں جو احکام انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمیں پہنچائے ہیں ان کا ماننا تو ہم پر ضروری، لیکن جو قیاسات ان بزرگوں نے کئے ہیں جو اجتہادات ان بزرگوں کے ہیں جو درایت ان حضرات کی ہے کیا وہ بھی ان کی روایت کی طرح سب کی سب تسلیم کرلی جائے؟ یا اس میں کوئی امتیاز ہے؟۔

جماعت اہل حدیث تو کہتی ہے کہ ائمہ کی درایت اور روایت ماننے کے اعتبار سے دو چیزیں ہیں روایت کا ماننا ضروری، اور درایت کا صحیح ہونا ضروری نہیں، اس لئے اس کا ماننا بھی ضروری نہیں۔ بالخصوص اس وقت تو اس درایت کا ماننا قطعاً حرام ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی روایت مل جائے، مقلد حضرات نے جو روش روایت کے متعلق رکھی تھی اسی پر وہ درایت میں بھی جم

گئے اور جس بزرگ پر ان کی انتخاب کی نگاہ جم گئی، اس کی ایک ایک فقہ کو ایک ایک درایت کو ایک ایک فہم کو ایک ایک قیاس کو ایک ایک اجتہاد کو ایک ایک رائے کو ماننا بھی انھوں نے ضروری قرار دے لیا، شدہ شدہ یہاں تک بھی نوبت پہنچی کہ فقہ کی بڑی بڑی معتبر کتابوں میں تحریر فرمادیا گیا کہ۔

فلعنة ربنا اعداد رمل

علیٰ من رد قول ابی حنیفة (۱)

یعنی ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر لعنتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابو حنیفہ کے کسی قول کو رد کردے۔

برا مان کر منہ پھلا لینے کی تو کوئی سند نہیں۔ یہ شعر تقلید کی جان ہے مقلد کا ایمان ہے، گو لفظوں میں کوئی بوقت تحقیق اس کا انکار کر جائے یا اس کی تاویل کرلے لیکن حقیقتاً تقلید یہی ہے۔ جانے دیجئے صاحب اس شعر کو نہ لیجئے۔ اصول فقہ کی کتابوں کو کیا جواب دوگے؟ جنھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مقلد کو قرآن سے، حدیث سے، اجماع سے، قیاس سے کسی مسئلے کے سمجھنے اور لینے کا کوئی حق ہی نہیں۔ یہ چاروں چیزیں مقلد کے لئے دلیل کی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ مقلد کی دلیل تو صرف اس کے امام کا قول ہی ہے نہ کہ ان چاروں میں سے کوئی دلیل "فالمقلد یقول هذاالحکم واقع عندی لانه ادی الیه رای ابی حنیفة رحمه الله وکل مااد ی الیه رایه فهو واقع عند ی "(توضیح تلویح)(۲) یعنی مقلد کا وظیفہ تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ کہدیں کہ یہ مسئلہ یوں ہے اسلئے کہ میرے امام کی رائے یہی ہے اور میرے نزدیک میرے امام کی ہر رائے بر حق ہے اور مسئلہ وہی ہے جو وہ بتلادے۔

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہنچے کب اسیہ ہاتھ ہمارے غبار کا

(۱) ردالمحتار المعروف به فتاویٰ شامی ج۱ ص ۱۶۰
(۲) توضیح مع تلویح مطبوعه نول کشور ج۱ ص ٤٤

مدنی اور کوفی راستہ

سیدھی لائن کا کانٹا یہیں بدلتا ہے اب مدنی لائن الگ ہو جاتی ہے اور کوفی لائن الگ ہو جاتی ہے محمدی اور حنفی کے مذہب کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے ۔ محمدی کا مذہب تو یہ ہے کہ جو رسول ﷺ فرمائیں وہ حق، حنفی کا مذہب یہ ہے کہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمائیں وہ حق، ان دونوں لائنوں میں ہمیں کون سی لائن اختیار کرنی چاہئے ؟ اس کا فیصلہ ہر شخص اپنے اپنے لئے کر سکتا ہے یاد رکھو کوفے میں اگر کوئی فقہ کا پہاڑ بھی ہے تو وہاں نمرود کا غار بھی ہے، ہاں مدینہ ہے جہاں سرکارِ مدنی ﷺ آرام فرما ہیں، اور جہاں دجال کا بھی دخل نہیں ہونے کا، نہ اس کا دجل وہاں چلے گا۔

گل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے = صل علی وہ جسم رسالت مآب ہے

رائے اور روایت

برادران! محمدی جماعت نے درایت کو روایت کا درجہ نہیں دیا۔ اسے گو آپ برا کہیں لیکن جب آپ حقیقت پر نظر ڈالیں گے تو خود آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دراصل آپ نے تصویر کے ایک رخ پر نظر ڈال کر اطمینان کر لیا ہے اگر دونوں رخ آپ کے سامنے ہوتے تو آپ درایت کو یہ درجہ ہرگز نہ دیتے۔ آپ کے دل کو متوجہ کرنے کے لئے اور اپنا درد دل آپ کو سنانے کیلئے اس کی قدرے تفصیل بھی کر دوں ۔

ساتوں فلک کے تہہ و بالا نکل گیا
آخر شبِ فراق میں نالہ نکل گیا

مقلد تین اماموں کی نہیں مانتا

آپ نے مان لیا کہ بزرگوں کی رائے قیاس بھی ماننے کے قابل ہے اور ہر رائے کے سامنے ہم اپنا ماتھا جھکا دیا کریں گے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کیوں جناب! آپ نے جب اپنا بزرگ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو مانا ہے۔ ایسا ہی حضرت امام شافعیؒ کو بھی مانا ہے۔ پھر کیا وجہ کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے تو سر آنکھوں پر؟ اور امام شافعیؒ کی رائے قدموں اور ٹھوکروں تلے؟ آخر کیا سبب کہ امام ابو حنیفہؒ کا قیاس عزت کے لائق؟ اور امام مالکؒ کا قیاس ذلت کے قابل؟ امام ابو حنیفہؒ فرمائیں تو گودیوں میں اور امام احمدؒ فرمائیں تو پس پشت؟ پس ثابت ہے کہ جو آپ کہتے ہیں اُس پر خود آپ کا عمل نہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ایک بزرگ کے ساتھ یہ معاملہ آپ نے کیا ہے۔ لیکن کب؟ جب کئی بزرگوں کے دل دکھائے اور جب کہ کئی کی بے ادبی کی؟

شعلہ ہائے تپ دل آگ لگاتے کیوں ہو؟
گر ہو دل سوز مرے مجھ کو جلاتے کیوں ہو؟

ترکِ تقلید دشمنیٔ امام نہیں

دوستو! آؤ، ایک بات اور بھی سن لو۔ اگر ترک تقلید کی وجہ سے آپ کے نزدیک محمدی جماعت امام ابو حنیفہؒ کی ماننے والی نہیں رہی۔ تو کیوں جناب! یہ جو آپ نے اجماع کر کے تین اور اماموں کی تقلید چھوڑ رکھی ہے تو ان تینوں اماموں کے نہ ماننے والے آپ بھی ہوئے؟ اگر اہلحدیث ایک کی تقلید کے چھوڑنے سے برے ہیں تو جناب تین تین کی تقلید کے چھوڑنے کے بعد بھلے کیسے رہ سکتے ہیں؟ پس یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ ترک تقلید دشمنی امام ہے بلکہ ماننا پڑے گا کہ جیسے تین کی تقلید کے چھوڑنے کے بعد اسلام میں کوئی رخنہ

نہیں پڑتا۔ ایسے ہی چاروں کی تقلید کو چھوڑنے کے بعد بھی اسلام جوں کا توں باقی رہتا ہے۔

بھائیو! جب یہ سچ ہے تو پھر کیا یہ سچ اور بالکل سچ نہیں؟ کہ تقلید شخصی کو اسلام اور اصلِ اسلام سے کوئی تعلق بلکہ دور کا علاقہ بھی نہیں۔

اسلام کی پہلی صدی میں تقلید نہ تھی

آپ سلف کے اسلام پر نظر ڈال جایئے۔ ایک سو سال اسلام پر گذر جاتے ہیں۔ ان چاروں بزرگ اماموں میں سے امام بن کر ایک بھی دنیا پر موجود نہیں۔ پھر ان کی تقلید کہاں سے ہوتی؟ کوئی بیٹا باپ سے تو بڑی عمر کا نہیں ہو سکتا کسی امام کی تقلید خود اس کی امامت اور اس کے بتلائے ہوئے مسائل کے وجود سے بلکہ خود اس کے وجود سے پہلے تو نہیں ہو سکتی۔ پھر اگر ہمارے سلف کا ایک سو سال کے مسلمانوں کا جن میں تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ ہی تھے۔ اسلام بغیر تقلید کے پورا تھا اور اچھا تھا اور کافی تھا تو آج بھی وہی اسلام پورا ہے، کافی ہے، کامل ہے، مقبول ہے جس میں تقلید نہ ہو۔ اور اگر آج اسلام میں تقلید داخل سمجھی جاتی ہے اور نجات کا واحد ذریعہ صرف تقلید امام کو سمجھا جاتا ہے تو یقیناً یہ نجات وہ نجات ہے جس سے سارے صحابہ یکسر، جملہ تابعین یکسر محروم رہے، ماننا پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں میں جو اسلام تھا۔ وہ ناکامل تھا بلکہ وہ نامقبول تھا یعنی مردود تھا۔ کیوں مسلمانو! کیوں حنفی بھائیو! تم یہ کہہ سکتے ہو؟ اگر نہیں کہہ سکتے اور یقیناً نہیں کہہ سکتے تو پھر کیوں اس تقلید شخصی کی فرضیت کے قائل ہو کر دنیا میں اس کے جھنڈے گاڑنے کو کھڑے ہوئے ہو۔

آہستہ خرام بلکہ مخرام = زیر قدمت ہزار جان است

محمدی جھنڈا

لو اور سنو! محمدی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لو۔ اور اسے اسی طرح لہراؤ جس طرح صحابہ اور تابعین ائمہ اور مجتہدین، بزرگ اور محدثین لہراتے رہے اٹھو اور سب مل کر اس کے نیچے آجاؤ، خدا کے لئے آجاؤ۔ اپنی جان پر رحم کھا کر آجاؤ۔ اپنے ایمان کو بچانے کے لئے آجاؤ۔ اپنی دنیا کو سنبھالنے کے لئے آجاؤ اپنا کھویا ہوا اوج حاصل کرنے کے لئے آجاؤ۔ اپنی برباد شدہ عزت حاصل کرنے کے لئے آجاؤ۔ آؤ! محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو۔ محمد ﷺ کے جھنڈے تلے آجاؤ۔ سنو سنو! زمین کہہ رہی ہے آسمان کہہ رہا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہے کہ محمد ﷺ کے جھنڈے تلے آجاؤ۔ تم اپنی جانو میری تو سنو!

میں بلبل نالان گلزارِ محمد ہوں = میں نرگس حیرانِ دیدارِ محمد ہوں
جاں سرو پہ قمری دے بلبل گلِ رعنا پر = میں عاشقِ بے جان دلدارِ محمد ہوں

ہمارے سلف اور ہم

مسلمانو! خدا کی قسم جب تک تم قرآن وحدیث کے عامل رہے قیصر وکسریٰ کی ناز پروردہ شہزادیاں تمہارے خدمت گذاری کو اپنا فخر سمجھتی رہیں۔ دنیا کے بادشاہوں کے تاج تمہاری ٹھوکروں میں رلتے رہے، لیکن جب مٹھیاں ان دونوں جوہروں سے خالی کردیں تم کمینوں کے کمین بن گئے تمہاری ذلت کی انتہا نہ رہی بتاؤ اور سچ بتاؤ؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آج ایک مسلمان دس روپے ماہوار پر بوٹ صاف کرنے پر ملازم ہے کیا یہ صحیح نہیں؟ کہ دس روپے پر ایک مسلمان ملازم ہے جو سور پکا کر کھلائے اور شراب لاکر پلائے، ہائے ہائے مسلمانو! اب کون سی ذلت باقی رہ گئی ہے؟ کمینہ پن کا کونسا زینہ اترنا رہ گیا؟ خدا کے لئے کروٹ لو۔ پھر اس روش پر چلو جس پر پہلے تھے۔ دیکھو

جن بزرگوں نے سلطنتیں حاصل کی تھیں جو پہلی صدی کے لوگ تھے جو دین کی جڑیں بونے والے تھے، جو اسلام کی شاخیں پھیلانے والے تھے۔ سوچو کہ ان کے ہاتھ میں کیا تھا؟ وہ عامل کس چیز کے تھے؟ دین دنیا کی کنجی ان کے پاس کیا تھی؟ وہی اگر اب بھی تم لے لو تو کچھ نہیں بگڑا ۔

چمن میں جامِ صہبا ہے گھٹا ہے جائے خلوت ہے
اگر ایسے میں آجاؤ تو صاحبِ وقت فرصت ہے

قرآن وحدیث میں ہی اسلام ہے

مسلمانو! اور اے مسلمانو! کیا اس کا جواب ایک اور صرف ایک ہی نہیں؟ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا دوسرے میں حدیث تھی۔ ایک میں کلام اللہ تھا دوسرے میں کلام الرسول تھا، اگر یہی جواب ہے تو آج تمہارا بھی تیسرا ہاتھ نہیں جو تیسری چیز کی ضرورت ہو، ایک مٹھی میں قرآن لو دوسری میں حدیث لو۔ جب تیسرا ہاتھ پیدا ہو تب تیسری چیز بھی پیدا کر لینا۔ اب تو قرآن حدیث بس ہے باقی ہوس ہے، اگر سورج نکلنے پر سارے چراغ بجھا دینے کوئی عقلمندی کا کام ہے تو حدیث کو دیکھ کر تمام لوگوں کے کلام کو دور کر دینا بھی عقلمندی ہے، امتی اور نبی میں اگر فرق کرنا دین ہے تو اماموں کے اقوال اور پیغمبر کی حدیثوں میں امتیاز کرنا بھی دین ہے۔ اگر مرتبے کے لحاظ سے امتی نبی کے کروڑویں حصے کے برابر بھی نہیں تو اقوالِ ائمہ، حدیثِ رسول ؐ کے سامنے کروڑویں حصے کے برابر بھی نہیں۔ پھر کس قدر ظلم ہے کہ ائمہ کے اقوال کے سامنے اور ان کے مقابل احادیث رسول فرمانِ پیغمبر رد کر دیئے جائیں؟ فرمانِ پیغمبر ؐ کی مثال کس دلفریب دلچسپ چیز سے دی جائے ۔

حرف منہ سے جو اس کے نکل پڑیں = ایک غنچہ سے لاکھ پھول جھڑیں
دیکھ اس لب کی گوہر افشانی = ہو گیا آب ابر نیسانی

عمل بالحدیث کی تاکید

اگر میری یہ سب باتیں آپ کی سمجھ میں آگئی ہیں تو اٹھو ہمت کرو اور میری طرح تم بھی احادیث کے عامل بن جاؤ۔ سنو! دین کا ٹھیکہ دار کوئی نہیں کہ وہ اجازت دے تو ہم نبی کی مانیں۔ وہ اجازت نہ دے تو ہم نبیؐ کی نہ مانیں۔ ہم نے کلمہ محمد کا پڑھا ہے (ﷺ) نہ کہ کسی امام کا، پس جس کا کھائیں اس کا گائیں۔ جس کے امتی ہیں اس کی مانیں۔ جس کی شفاعت کے خواہاں ہیں اس کی تابعداری کریں، جس کا فرمان قول خدا ہے اس پر جان ودل سے فدا ہوں۔ دنیا بگڑ جائے لیکن قول رسول نہ چھوٹے، سارے روٹھ جائیں مگر خدا کے پیغمبرؐ نہ چھوٹیں، اسے سب مل گیا جسے رسول ﷺ مل گئے۔ اس سے سب فوت ہو گیا جس سے حدیث رسول گئی گذری۔ جو کچھ ہے اتباع سنت میں ہے جو کچھ ہے اطاعتِ رسول میں ہے۔ جنت اس میں، برکت اس میں، رحمت اس میں۔ اللہ! ہمیں حدیث پر عمل نصیب کر۔ اللہ! ہمیں قول رسولؐ کا مطیع بنا۔ آمین! برادران ! امت محمد کہلوا کر حدیث رسول سے دوری کی کیا وجہ ہے؟

اک آن بھی مجھ سے نہ ملو آٹھ پہر میں = گھر چھوڑ کے اپنا رہو یوں غیر کے گھر میں
سنتے ہیں شب و روز تمہیں بزم وگر میں = کیوں کر نہ ہو تاریک جہاں میری نظر میں

تقلید چار سو سال کے بعد نکلی

فرمانِ قرآن ہے ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُونَ كَمَافُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ﴾(۱)

ان کے اور ان کی منشا کے درمیان اسی طرح دیواریں کھڑی کر دی گئیں جیسے ان جیسے ان سے پہلے والوں کے ساتھ کیا گیا تھا

(۱) سبا ۳۴/ ۵۴

برسوں فلاسفر کی چناں اور چنیں رہی = لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

چار سو سال تو مسلمانوں پر امن چین کے ساتھ گذرے یہ من وسلوی کھاتے رہے۔ لیکن اس کے بعد انھیں بھی بنی اسرائیل کی طرح دور کی سوجھی۔ ڈاڑھ کا چٹخارا یاد آیا اور لہسن پیاز طلب کرنا شروع کر دیا اس زمانے کے رہبروں نے انھیں ہر چند سمجھایا بجھایا روکا ٹوکا مگر وہاں تو کچے گھڑے کی چڑھی ہوئی تھی نہ مانے اڑ گئے ہاتھ پاؤں جھاڑ کر اسی کے پیچھے پڑ گئے چنانچہ یہی کر کے رہے۔ من وسلوی اور لہسن پیاز میں کسی حد تک مناسبت تو تھی لیکن ان کے ہاں گو ناموں میں ہم رنگی ہو جنس میں بالکل بیگانگت تھی یعنی انھوں نے قرآن حدیث کے من وسلوی کے بدلے رائے قیاس کے لہسن پیاز کو ترجیح دی ۔یہ قدرتی قانون ہے کہ جس طرح طوطا اپنے ساتھ کوّے کو پسند نہیں کرتا۔ کوا بھی طوطے کا ساتھ نہیں چاہتا جب انھوں رائے قیاس اور تقلید وفقہ سے اپنی جیبیں پر کرلیں تو ان کے ہاتھ سے قرآن وحدیث جاتا رہا۔ کسی کی بات پر کان نہ دھر کر برا بھلا کہہ دینا تو اور بات ہے لیکن سمجھ کر جواب دینا یا تسلیم کر لینا یہ بیشک عقلمندی ہے، میں پوچھتا ہوں اور فقہ کے ایک ایک شیدائی سے، تقلید کے ایک ایک فدائی سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سچ نہیں؟ کہ تقلید کے قبول کر لینے کے بعد آپ کو حلال حرام معلوم کرنے کے لئے فرض واجب جاننے کے لئے، نکاح طلاق کے مسائل معلوم کرنے کے لئے ، نماز روزے کے مسائل جاننے کے لئے ، جان مال کے حقوق پہچاننے کے لئے غرض کسی امر دین کے حکم کے لئے قرآن حدیث کی ضرورت باقی رہی؟ کیا آپ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ایک مسئلہ بھی قرآن سے، حدیث سے، لے سکتے ہیں؟

کیا لاکھوں کروڑوں سوالات میں سے ایک کا جواب بھی آپ قرآن حدیث سے دے سکتے ہیں؟

ہر روز تو اے مہر درخشاں ہے کہیں اور =ہر رات تو اے شمع شبستاں ہے کہیں اور

مقلد قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ نہیں لے سکتا

ہمارے بھولے بھالے عام بھائیوں کا تو ہم نہیں کہہ سکتے نہ ان کی نسبت ہم کوئی دعویٰ کر سکتے ہیں جنھیں تقلیدی کنڈل سے باہر نکلنے کا کبھی موقع ہی نہیں ملا جو آزادی کے میدان کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ خدا جانے ان کا جواب تو کیا ہو لیکن پڑھے لکھے لوگ تقلیدی رنگ میں رنگے ہوئے علماء، کتبِ فقہ کے جاننے والے کتب اصول فقہ کے ماننے والے تو مجبور ہیں کہ وہ ہمیں کھلے لفظوں میں جواب دیں کہ حضرت قرآن حدیث سے مسائل لینا مجتہدین کا کام ہے نہ کہ ہم مقلدین کا، اگر اتنا مرتبہ ہمارا ہوتا تو ہم مقلد ہی کیوں بنتے؟ ہم کوئی مسئلہ بھی قرآن حدیث سے نہیں لے سکتے۔ ہم ظہر کی نماز کے چار فرض پڑھتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ ہم نے قرآن سے اس کا ثبوت پایا ہے، حدیث میں یوں ہے بلکہ صرف اس لئے کہ ہمارے امام امام اعظم مجتہد زماں واقفِ اسرار نہاں، شہنشاہِ ملکِ فقہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ رضوان اللہ ورحمتہ اللہ نے ہمیں یہ بتلایا اور یہ فرمایا، ہم رمضان کے روزے فرض مانتے ہیں اور بخدا سارا مہینہ روزے سے رہتے ہیں لیکن آیت قرآن ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کی وجہ سے نہیں حدیث رسول ﴿إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ﴾ کی رو سے نہیں، بلکہ صرف اس وجہ سے کہ امام ہمام، مجتہد مطلق فقیہہ بے مثل حضرت امام

ابو حنیفہؒ نے فرمایاہے کہ تم پر رمضان کے روزے فرض ہیں تم ان روزوں کو برابر رکھتے چلے جاؤ۔

تقلید کسے کہتے ہیں

ہمارے انجان حنفی بھائی اتنا پڑھتے ہی ہماری نسبت کوئی ریمارک قائم کرنا شروع نہ کردیں، یہ سچ ہے کہ آج تک آپ نے ممکن ہے کسی اپنے عالم کو یہ کہتے نہ سنا ہو۔ لیکن آؤ ادھر ادھار سودے کی ضرورت نہیں یہاں تو نقد لین دین ہے یہ تو جناب کو معلوم ہوگا کبھی نہ کبھی تو سنا ہو گا کہ توضیح تلویح حنفی مذہب کے اصول فقہ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے یہاں تک کہ درسِ نظامی میں داخل ہے، جب تک اسے طالب علم نہ پڑھ لے دیوبند۔ دہلی وغیرہ کہیں کا حنفی مدرسہ اسے مولویت کی سند نہیں دیتا بلکہ دے نہیں سکتا۔ اچھا اگر یہ بھی نہ معلوم ہو تو جس حنفی مولوی پر آپ کا اعتقاد ہو ان سے دریافت کر لیجئے کہ توضیح تلویح اصول فقہِ احناف کی معتبر کتاب ہے یا نہیں؟ جب یہ آپ کا اطمینان ہو جائے پھر اس کتاب کی پہلی جلد کا ایک سو چھتیسواں صفحہ نکالئے اس میں دیکھئے تحریر ہے "فاما المقلد فالدلیل عنده قول المجتهد فالمقلد یقول هذاالحکم واقع عندی لانه ادّی الیه رای ابی حنیفة وکل ما ادّی الیه رایه فهو واقع عندی "(۱) یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے مقلد جس مسئلے کا جو حکم مانتا ہے وہ صرف یہی کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ حکم یوں ہی ہے اس دلیل سے کہ میرے امام ابو حنیفہ کی رائے یہی ہے اور ان کی جو رائے

(۱) توضیح مع تلویح ج۱ ص ٤٤

ہووہی میرے نزدیک صحیح درست اور بالکل ٹھیک (یعنی شریعت) ہے الغرض مقلد کی دلیل صرف قول امام ہی ہے نہ کہ قرآن حدیث ۔

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا = میری طرف بھی غمزہ غماز دیکھنا

حنفی مذہب کا اصول

حنفی مذہب کی اصول فقہ کی درسی معتبر کتاب مسلم الثبوت کے صفحہ ۵ میں ہے "اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ لا ظنہ ولا ظنہ "(۱) یعنی مقلد کی دلیل وسند تو صرف اس کے مجتہد کا قول ہی ہے۔ مجتہد کی تحقیق اور دلیل اور خود اس کی اپنی دلیل و تحقیق کوئی چیز اس کے لئے مستند نہیں۔

من وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز

الغرض مسلمانوں نے منھ کا مزہ بدلنے کے لئے من وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز لیا۔ من سلویٰ ان سے چھین لیا گیااور ان کے پاس صرف لہسن پیاز ہی رہ گیا۔ اب کوشش کی جانے لگی کہ کوئی پردہ پڑا رہے ورنہ آنے والی نسلیں ہمارے اس تبادلے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھیں گی اس لئے کہہ دیا گیا کہ فقہ میں جو ہے سب حدیث ہی ہے۔ ایک مسئلہ بھی فقہ حنفی کا خلافِ حدیث نہیں۔ امام صاحب نے جو کہا ہے سب مطابقِ حدیث و قرآن ہی ہے حالانکہ ان کہنے والے مقلدین کا یہ منصب ہی نہ تھا کہ وہ اقوال ائمہ کو حدیث و قرآن سے ملائیں یہ تو جس دن مقلد بنے اسی دن ان پر فرض ہو گیا کہ دلیل سمجھ کر کسی دن قرآن وحدیث کو بھولے سے بھی نہ دیکھیں، میں نے جہاں یہ صاف

(۱) مسلم الثبوت صـ ۷ (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

اور بے پیچ بات صرف اپنے حنفی بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے کی اور لکھی وہاں میں چاہتاں ہوں کہ اس بات کا ثبوت دوں کہ موجودہ فقہ حنفی میں بہت سے مسئلے خلاف حدیث ہیں بہت سی حدیثوں کو حنفی مذہب نے جواب دے رکھا ہے حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے اس کے خلاف فقہ کی مانی جاتی ہے اور ہر طرح حدیث کو دھکا دیا جاتا ہے اس لئے میں اس کتاب میں ایسی ڈیڑھ سو حدیثیں نقل کرتا ہوں ۔

کیا قہر ہے کیوں کر نہ اٹھے درد جگر میں = میری تو بغل خالی اور آپ اور کے بر میں

حنفیوں کو نصیحت

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے۔ حق کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت دے۔ ایسا نہ ہو کہ حق کھل جانے کے بعد بھی کمزوری قلب ناسازگاریٔ ایام کی وجہ سے عمل نصیب نہ ہو، صرف اس ڈر سے عمل چھوڑدیں کہ ایسا کرنے سے لوگ غیر مقلد وہابی کہہ دیں گے برادری میں اور شہر میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اور خدا ہمیں ناحق کو ناحق دکھائے اور اس پر سے عمل ہٹا لینے کی بھی توفیق و ہمت دے ایسا نہ ہو کہ صرف عار کی وجہ سے تعصب کی وجہ سے، ناک رکھنے کیلئے بڑوں کی نہ جانے دینے کیلئے ناحق پر اڑ جائیں "والتوفیق بید اللہ" یاد رکھو بجز خدا کے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکے گا نہ نقصان لوگ اگر دشمن بن جائیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے ؟

ان قومي تجمعوا ،وبقتلي تحدثوا = لا ابالي بجمعهم، كل جمع مؤنث

اتفاق واختلاف

یہ ظاہر ہے کہ حنفی محمدی میں فرق ہے دونوں کی رائیں جدا جدا ہیں۔ گو نام لیوا دونوں ہی اسلام کے ہیں اور کلمہ بھی ایک ہے۔ قبلہ بھی ایک ہے۔

خدا بھی ایک ہے رسول بھی ایک ہے۔ کعبہ بھی ایک ہے لیکن چار سو سال کے ایکے کے بعد اب دوئی ہو گئی ہے اور ایسی کہ اٹھائے نہیں اٹھتی اس لئے ہماری چاہت ہے کہ انہیں پھر ایک کردیں۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی مشکل امر بھی نہیں اس لئے کہ اہل حدیث کا اصول حنفیوں کو بھی تسلیم ہے، یعنی حدیث کے ماننے میں دونوں متفق ہیں صرف یہ دیر ہے کہ حدیث سامنے رکھی جائے اور فقہ کے غلط مسئلے سے ہٹادیا جائے۔ اسی امید پر ہم نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے۔ دوستو دو دن کی زندگی ہے کل خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے پیغمبر کے سامنے پیش ہونا ہے فکر کر لیجئے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ختم مقدمہ

میں نے عمداً اتنا طویل مقدمہ لکھا ہے تاکہ میرا مقصد آپ حضرات کے سامنے آجائے۔ حنفی بھائی جان لیں کہ فقہ حنفی کی کتابیں ایسی ہیں جیسے چیونٹیوں بھرا کباب ہے اور یہ بھی معلوم کرلیں۔ بلکہ اپنی آنکھوں دیکھ لیں کہ ایک دو نہیں بیسیوں مسائل حدیث شریف کے صریح خلاف ہیں، مثلاً حدیث میں حلال ہے تو فقہ میں حرام ہے یہ نقشہ آپ کو دکھادے گا کہ حدیث و فقہ کے ان مسائل میں تضاد اور ضد ہے۔ اب میں ایک ایک حدیث مع الفاظ اور حوالہ اور ترجمہ نقل کرتا ہوں اور اسی طرح مع الفاظ اور ترجمہ اور حوالہ فقہ کی عبارت بھی جو اس حدیث کے صریح خلاف ہے

لعل الله يحدث بعد ذالك امرًا

☆☆☆☆

وہ حدیثیں جنہیں حنفی مذہب نہیں مانتا

عورت کی باری باندھنے کا مسئلہ

عن ابی قلابة عن أنس قال من السنة اذا تزوج الرجل البكر على الثيب اقام عندها سبعاً وقسم واذا تزوج الثيب على البكر اقام عندها ثلثا ثم قسم قال ابوقلابة ولوشئت لقلت ان انساً رفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم.

(متفق عليه مشكوٰة ج ٢ ص٢٨٩) (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے کہ بیوی والا جب اپنا اور نکاح کرے تو اگر کسی کنواری سے کیا ہے تو سات راتیں اس کے پاس گذارنے کے بعد باریاں تقسیم کرے اور اگر کسی ثیبہ سے کیا ہے تو تین راتیں اس کے پاس گذار کر پھر باریاں تقسیم کرے، یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے۔ اور صاف لفظوں میں ہے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ھدایہ کتاب النکاح باب القسم ص ٣٢٩(٢) میں ہے "والقديمة والجديدة سواء" یعنی پرانی بیوی اور نئی کی ہوئی باریوں میں برابر کی حقدار ہیں یعنی اگر پرانی پر کی ہے اور وہ کنواری ہے تو سات راتیں اس کے پاس گذار کر پھر باریاں باندھے اور اگر ثیبہ ہے تو تین راتوں کا حق اسی کا ہے پھر باریاں باندھے ایسا نہ کرے بلکہ شب اوّل سے ہی باریاں مقرر کردے۔

---

(١) بخاری(مطبوعه المكتبة الاشرفية ديوبند)ج٢ صـ ٧٨٥ كتاب النكاح /مسلم ج١ صـ ٤٧٢ باب القسم بين الزوجات / ابوداؤد ج١ صـ ٢٨٩ /ترمذی ج١ صـ ٢١٦ باب ماجاء فى القسمة للبكر والثيب/ ابن ماجه ج١ صـ ٦١٧ باب الاقامة على البكر والثيب (مطبوعه داراحياء الكتب العربية)

(٢) هدايه ج ٢ كتاب النكاح باب القسم صـ ٣٤٩ / درمختار ج١ صـ ٢١١ (والبكر والثيب والجديدة والقديمة والمسلمة والكتابية سواء)/شرح وقايه ج٢ صـ ٥٦ باب القسم

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کیا سچ مچ جو حدیث میں ہے آپ چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تھام لیں گے؟ اور اسی پر ایمان لائیں گے؟

خطا و نسیان کا مسئلہ

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال ان الله تجا وز عن امتی الخطأ والنسیان وما استکر ھوا علیه (رواہ ابن ماجه والبیهقی، مشکوٰۃ ص ۵۸٤ جلد ۲) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری امت کی غلطی اور خطا سے اور بھول چوک سے اور جو ان سے جبراً کر ہاً کرایا جائے اس سے در گذر فرما کر معاف فرما دیا ہے یہ حدیث ابن ماجہ اور بیہقی کی ہے اس کے الفاظ صاف ہیں کہ جو کام بھولے چوکے ہو جائے معاف ہے اس پر پکڑ نہیں اسی اصول کے مطابق نماز میں جو غلطی سے یا بھولے سے بول چال لے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے (۲) کہ حضرت معاویہ بن حکمؓ نے

(۱) ابن ماجه ج۱ صـ ٦٥٩ باب طلاق المکره والناسی / مشکوٰۃ ج۲ صـ ۵۸٤ باب ثواب هذه الامة / السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱۰ صـ ٦١

(۲) مسلم شریف کی حدیث یہ ہے " عن معاویة بن الحکم السلمی قال بینا انا اصلی مع رسول اللهﷺ اذ عطس رجل من القوم فقلت یرحمك الله فرمانی القوم بابصارهم فقلت واثکل امیاه ماشانکم تنظرون الی فجعلوایضربون بایدیهم علی افخاذ هم فلمارأیتهم یصمتوننی لکنی سکت فلما صلی رسول اللهﷺ فبابی هو وامی مارأیت معلماً قبله ولابعده احسن تعلیماً منه فوالله ماکهرنی ولاضربنی ولاشتمنی ثم قال ان هذه الصلوٰة لایصلح فیها شیء من کلام الناس انما هو التسبیح والتکبیروقرأة القرآن (مسلم ج۱ صـ ۲۰۳ باب تحریم الکلام فی الصلوٰة)

نماز میں کلام کیا لیکن رسول اللہ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے انھیں اس نماز کے دہرانے کا حکم دیا ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ چار رکعت والی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھر دیا۔ پھر جب آپ کو اطلاع دی گئی اور یقین ہوا تو جو دو رکعتیں چھوٹ گئی تھیں انھیں ادا کر لیا اور دو سجدے سہو کے کر لئے، یہ حدیث بخاری، مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے (۱) اور یہی روایت مسلم شریف میں حضرت عمران بن حصینؓ سے بھی مروی ہے (۲) پس یہ حدیثیں اس بارے میں صاف ہیں کہ نماز میں بھول کر یا بے علمی سے اگر کوئی کلام کر لے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ھدایہ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ......ص۱۱۴ میں ہے (۳) "ومن تکلم فی صلوته عامدا اوساهیا بطلت صلوته" یعنی جو شخص اپنی نماز میں کلام کر لے خواہ جان بوجھ کر خواہ بھولے چوکے سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(۱) حدیث یہ ہے "عن ابی هریرة قال صلی بنا النبی ﷺ الظهر والعصر فسلم فقال له ذوالیدین الصلوٰة یارسول الله انقصت فقال النبی ﷺ لاصحابه احق مایقول قالوا نعم فصلی رکعتین اخراوین ثم سجد سجد تین (بخاری ج۱ ص۔ ۱۶۳ کتاب التهجد باب اذا سلم فی رکعتین اوفی ثلث فسجدسجدتین مثل سجود الصلوٰة اوا طول) /مسلم ج۱ ص۔ ۲۱۳ باب السهوفی الصلوٰة والسجود

(۲) عمران بن حصین کی حدیث اس طرح ہے " عن عمران بن حصین ان رسول الله ﷺ صلی العصر فسلم فی ثلاث رکعات ثم دخل منزله فقام الیه رجل یقال له الخرباق وکان فی یدیه طول فقال یارسول الله فذکر له صنیعه وخرج غضبان یجرر داء ه حتی انتهی الی الناس فقال اصدق هذا قالوا نعم فصلی رکعة ثم سلم ثم سجد سجد تین ثم سلم .(مسلم ج۱ ص۔ ۲۱۴)

(۳) هدا یه (مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند) ج۱ ص۔ ۱۳۴ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها / درمختار ج۱ص۔ ۸۹(مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند)/شرح وقایه ج۱ ص۔ ۱۶۳ (یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) /بدائع الصنائع ج۱ ص۔ ۵۱۸ بیان مایفسد فی الصلوٰة (مکتبه زکریادیوبند)

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کیا سچ مچ جو حدیث میں ہے آپ چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تھام لیں گے؟ اور اسی پر ایمان لائیں گے؟۔

میت کی طرف سے روزے کا مسئلہ

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من مات وعليه صوم صام عنه وليه ، (متفق عليه – مشكوٰة ص ١٧٨ ج ١) (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص مر جائے اس کی طرف سے اس کے ولی روزہ رکھ لیں۔ یعنی کسی کے ذمے کچھ فرض روزے رمضان شریف کے رہ گئے اور اسکا انتقال ہو گیا تو وہ روزے اس کا ولی اس کی طرف سے قضا کرلے۔ یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے علاوہ بالکل صحیح ہونے کے صاف ہے کہ مردے کی طرف سے اس کا ولی اسکے قضا شدہ روزے رکھ سکتا ہے بلکہ بخاری میں ہے کہ ایک صحابیہؓ جس کا انتقال ہو گیا تھا آپ نے ان کی لڑکی کو ان کی طرف سے ان روزوں کے رکھنے کا حکم دیا(۲) لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ھدایہ کتاب الصوم صہ ۲۰۳ میں ہے "**ولا یصوم عنه الولی**" (۳) یعنی میت کی طرف سے اس کا ولی روزہ نہ رکھے۔

---

(١) بخاری ج١ صـ ٢٦٢ كتاب الصوم باب من مات وعليه صوم / مسلم ج١صـ ٣٦٢باب قضاء الصوم عن الميت / ابوداؤد صـ٣٢٦ باب فيمن مات وعليه صيام / الفتح الربانى لترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيبانى ج ١٠ صـ ١٢٥ باب قضاء الصوم عن الميت (مطبوعه احياء التراث العربى)

(٢) بخارى ج١ صـ ٢٦٢ باب من مات وعليه صوم / مسلم ج١ صـ ٣٦٢/ ابن ماجة ج١ صـ ٥٥٩باب من مات وعليه صيام من نذر
آپ ﷺ نے ایک صحابیہ کے لڑکے کو بھی روزہ رکھنے کی اجازت دی تھی (حوالہ مذکور)

(٣) هدايه ج١ صـ ٢٢٣ كتاب الصوم باب مايوجب القضاء والكفارة /شرح وقايه ج١ ص ٢٥٠باب موجب الافساد

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کیا سچ مچ جو حدیث میں ہے آپ اسے چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تھام لیں گے؟ اور اسی پر ایمان لائیں گے؟

جانور کے پیٹ کے بچے کے ذبیحہ کا مسئلہ

عن جابر ان النبی ﷺ قال ذکوٰۃ الجنین ذکوٰۃ امہ

(رواہ ابوداؤد والدارمی ورواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۵۰)(۱)

دار قطنی۔ ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پیٹ کے اندر کے بچے کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے یعنی کسی جانور کو ذبح کیا اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلا تو وہ بھی اس کی ماں کے ذبیحہ میں ہی داخل ہے اور اس کا کھانا حلال ہے یہ حدیث صاف ہے کہ جس جانور کو ذبح کریں اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے اس کا کھانا حلال ہے وہ ذبح شدہ ہے ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم کسی مادہ کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے تو کیا اسے کھالیں یا پھینک دیں؟ آپ نے فرمایا کھالو اس کی ماں کا ذبیحہ اس کا ہے(۲) لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ہدایہ کتاب الذبائح ص۴۲۴ میں ہے "ومن نحرناقة اوذبح بقرة

(۱) ابوداؤد صـ۳۹۱ کتاب الضحایا باب ماجاء فی ذکوٰۃ الجنین/دارمی ج۲ صـ ۱۱۵ کتاب الاضاحی/ترمذی ج۱ صـ ۲۷۲ باب فی ذکوۃ الجنین/دارقطنی ج٤ صـ ۲۷٤ باب الصید والذ بائح / ابن ماجه ج۱ صـ ۱۰٦۷ باب ذکوٰۃ الجنین ذکاۃ امه ./ مستدرك حاکم ج٤ صـ ۱۱٤ / بیهقی ج۹ ۳۳۵

(۲) ابوداؤد صـ ۳۹۱ کتاب الضحایا /بیهقی ج۹ صـ ۳۳۵

قال مسد د قلنا یارسول الله ننحر النافة ونذ بح البقرة والشاة فنجد فی بطنها الجنین أ نلقیه ام ناکله قال کلوه ان شئتم فان ذکاته ذکوة امه

فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یؤکل اشعر او لم یشعر"(۱) یعنی جس نے اونٹنی یا گائے کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اسے نہ کھایا جائے خواہ ذبح کرنے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کیا سچ مچ جو حدیث میں ہے آپ اسے نہ مانیں گے؟ چھوڑ دیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے لے لیں گے؟ اور اسی پر ایمان رکھیں گے؟۔

گھوڑے کی حلت کا مسئلہ

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ نهیٰ یوم خیبر عن لحوم الحمر الاهلیة واذن فی لحوم الخیل (متفق علیه مشکوٰۃ ص: ۳۵۹ جلد ۲)(۲)

یعنی رسول ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی۔ ایک صحیح حدیث میں ہے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا (۳) اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے ہم نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔(۴) یہ حدیث علاوہ اعلیٰ درجہ کی صحیح ہونے کے کھلی دلیل صاف لفظوں میں ہے کہ گھوڑا حلال ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب

(۱) هدایه ج۴ کتاب الذبائح ص۔ ۴۴۰

(۲) بخاری ج۲ ص۔ ۸۲۹ کتاب الذبائح والصید باب لحوم الخیل وص۔ ۶۰۶ باب غزوة خیبر/ مسلم ج۲ ص۔ ۱۵۰ باب اباحة اکل لحم الخیل /دارقطنی ج۴ ص۔ ۲۸۹ باب الصید والذبائح /ابوداؤد ص۔ ۵۳۱ باب فی اکل لحوم الخیل / نسائی ج۲ ص۔ ۱۷۶ الاذن فی اکل لحوم الخیل / حاکم ج۴ ص۔ ۲۳۵ / بیهقی ج۹ ص۔ ۳۲۷

(۳) عن اسماء قالت نحرنا فرسا علیٰ عهد رسول اللہ ﷺ فاکلناه (بخاری ج۲ ص۔ ۲۸۹ باب لحوم الخیل/مسلم ج۲ ص۔ ۱۵۰ باب اباحة اکل لحوم الخیل/ بیهقی ج۹ ص۔ ۳۲۷

(۴) اکلنا زمن خیبر الخیل (مسلم ج۲ ص۔ ۱۵۰)

هدایه کتاب الذبائح ص ۴۲۵ (۱) میں ہے "ویکرہ لحم الفرس عند ابی حنیفة" یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔
حنفی بھائیو! ایک طرف تو آپ کے سامنے حدیثِ رسول اللہ ﷺ ہے اور دوسری طرف آپ کے سامنے آپ کی فقہ کا مسئلہ ہے اب کیا آپ کا جی حدیث کے چھوڑنے اور فقہ کے لینے کو چاہتا ہے؟ کیا حدیث سے انکار کرنے اور فقہ پر ایمان لانے کو آپ کا دل پسند کرتا ہے؟

چوری میں ہاتھ کٹنے کی مقدار کا مسئلہ

عن عائشة عن النبی ﷺ قال لا تقطع ید السارق الا بربع دینارٍ فصاعدًا (متفق علیه مشکوٰۃ ص ۳۱۳ ج ۲) (۲)
یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر اس چوری پر جو چوتھائی دینار کی ہو۔ پھر اس سے اوپر جو ہو۔ خود حضور ﷺ نے بھی یہی کیا۔ چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے ڈھال کے چور کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین درہم یعنی پاؤ دینار کی تھی (بخاری مسلم) (۳) بلکہ مسند احمد

(۱) هدایه ج۴ ص ۴۴۱ کتاب الذبائح/بدائع الصنائع ج۴ ص ۱۵۱ /درمختار ج۲ ص ۲۲۹ کتاب الذبائح میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال نہیں ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا۔
(۲) بخاری ج۲ ص ۱۰۰۴ کتاب الحدود باب قول الله والسارق والسارقة ......وفی کم تقطع / مسلم ج۲ ص ۶۳ کتاب الحدود باب حد السرقة ونصابها. ابوداؤد ص ۶۰ باب مایقطع فیه السارق /ترمذی ج۱ ص ۲۶۷ باب ماجاء فی کم یقطع السارق /ابن ماجه ج۲ ص ۸۶۲ باب حدالسارق /نسائی ج۲ ص ۲۲۳ باب القدر الذی اذ سرقه السارق قطعت یده../ بیهقی ج۸ ص ۲۵۴ / الفتح الربانی ج۱۶ ص ۱۱۰
(۳) بخاری ج۲ ص ۱۰۰۴/ عن ابن عمران رسول الله ﷺ قطع سارقا فی مجن قیمته ثلاثة دراهم (مسلم ج۲ ص ۶۳ باب حدالسرقة)

میں ہے کہ پاؤ دینار میں ہاتھ کاٹ دو اس سے کم پر نہ کاٹو اور اس وقت پاؤ دینار تین درہم کا تھا(۱) یہ حدیث بخاری مسلم جیسی صحیح تر کتابوں کی ہے جو بالکل صحیح ہے اور ساتھ ہی صریح بھی ہے کہ چوتھائی دینار کی قیمت کی نقدی یا قیمت کی چیز چرانے والے کا شرعاً ہاتھ کاٹ دینا چاہئے، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب هدایه کتاب السرقه ص:۵۱۷ میں ہے(۲) "واذا سرق العاقل البالغ عشرة دراهم اوما يبلغ قيمتهٗ عشرة دراهم مضروبةً من حرزٍ لا شبهةَ فيه وجب عليه القطع "یعنی دس درہم یا ان کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کٹنے کی حد واجب ہے۔ پس حدیث میں تو تین درہم پر ہاتھ کٹنا تھا لیکن حنفی مذہب میں تین درہم پر ہاتھ کا کٹنا نہیں بلکہ دس درہم پر ہے۔

حنفی بھائیو! حدیث رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ بتلاؤ کسے مانو گے؟ حدیث کو یا فقہ کو؟ قول رسول اللہ ﷺ کو یا قول فقہاء کو؟ ایمان رسول پر لائے ہو یا کسی امتی پر؟

رضاعت کا مسئلہ

عن ام الفضل قالت ان النبی ﷺ قال لا تحرم الرضعة والرضعتان (رواه مسلم ،مشکوٰة صـ۲۷۳ ج۲) (۳)

---

(۱) ملاحظہ ہو۔ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج۱۶ صـ ۱۱۰ باب لعن السارق وفی کم تقطع یدهٗ . الفاظ یہ ہیں (اقطعوا فی ربع الدینار ولا تقطعوا فیما هو ادنی من ذلك وكان ربع الدينار يومئذ ثلاثة دراهم)

(۲) هدایه ج۲ صـ ۵۳۷ کتاب السرقة / درمختار ج۱ صـ ۳۳۱ کتاب السرقة/ شرح وقایه ج۲ صـ ۲۷۴ کتاب السرقة/بدائع الصنائع ج۶ صـ ۲۴

(۳) مسلم ج۱ صـ ۴۶۹ کتاب الرضاع ام الفضل کی دوسری روایت میں الاملاجة والاملاجتان بھی ہے / ترمذی ج۱ صـ ۲۱۸ باب ماجاء لا تحرم المصة والمصتان / ابن ماجه ج۱ صـ ۶۲۴ باب لاتحرم المصة والمصتان / بیهقی ج۷ صـ ۴۵۵ / الفتح الربانی ج۱۶ صـ ۱۸۸

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک یا دو دفعہ منھ لگا کر کسی عورت کا دودھ کوئی بچہ پی لے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ صحیح مسلم شریف کی اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی پوری زندگی تک رضاعت یعنی دودھ پلائی کی حرمت کا حکم رہا کہ پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر جب کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی (۱) بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ پہلے قرآن میں دس دفعہ کا حکم اترا تھا پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ مرتبہ کا پیٹ بھر کر پی لینے کا حکم حضور ﷺ کی پوری حیات تک باقی رہا۔ (۲) پس یہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ دودھ پلائی کی کمی زیادتی میں حکم کا فرق ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ اس میں ایک دو دفعہ بچے کا دودھ پی لینا بھی حرمت ثابت کر دیتا ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ھدایہ کتاب الرضاع ۳۲۰ میں ہے "قليل الرضاع وكثيره سوآء اذاحصل فى مدة الرضاع يتعلق به التحريم" (۳) یعنی تھوڑی رضاعت اور زیادہ برابر ہے دودھ پینے کے وقت میں حرمت کا تعلق اس سے ہو جائے گا۔ یعنی دو ایک مرتبہ دودھ پی لینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ حنفی بھائیو! کہو کیا اب تم وہ کہو گے اور مانو گے؟ جو حدیث میں ہے کہ اگر کسی دودھ پیتے بچے نے کسی عورت کی چھاتی سے دو ایک دفعہ دودھ پی لیا تو وہ اس کی ماں کی طرح اس پر حرام نہیں ہوئی جب تک کہ کم سے کم پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر اس کا دودھ نہ پی لے۔ یا حنفی مذہب کی فقہ کے اس مسئلہ کو مانو گے؟ کہ اگر ایک دو دفعہ بھی پی لیا تو بھی حرمت ثابت ہو گئی؟ کہو کس پر ایمان رکھو گے؟ اور کس پر ایمان نہ رکھو گے؟

---

(۱) ملاحظه هو مسلم ج۱ صـ ۴۶۹ کتاب الرضاع /ترمذی ج۱ صـ ۲۱۸

(۲) عن عائشة انها قالت كان فيما انزل من القرآن عشررضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفى رسول الله ﷺ وهى فيما يقرأ من القرآن (ایضاً) مسلم کے اسی صفحہ میں ہے ام فضل بیان کرتی ہیں کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی کیا ایک بار پی لینا حرمت کو ثابت کر دیتا ہے آپ نے فرمایا نہیں، (مسلم صفحہ مذکور) (۳) ھدایہ ج۱ ص ۳۵۰ کتاب الرضاع

ہبہ کا مسئلہ

عن عبداللہ بن عمر وقال قال رسول اللہ ﷺ لایر جع احد فی ہبتہ الاا لوا لد من ولدہ. (رواہ النسائی وابن ماجۃ ، مشکوٰۃ کتاب البیوع ص ۲٦۱ جلد اول) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کردے، بخش دے پھر وہ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ سوائے باپ کے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔ اسی کے قریب قریب روایت ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے(۲) اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں فرمانِ رسول اکرم ﷺ ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔(۳) یہ حدیث صاف ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس نہیں لے سکتا، لیکن حنفی مذہب فقہ کی اعلیٰ اور بہترین کتاب ہدایہ کتاب الھبۃ ص ۲۷۳ میں ہے" اذاوھب ھبۃ لاجنبی

---

(۱) نسائی ج۲ صـ ۱۱۸ باب رجوع الوالد فیما یعطی ولدہ / الفتح الربانی ج۱۵ صـ ۱۷۳ کتاب الھبۃ والھدیۃ / بیھقی ج٦ صـ ۱۷۹ / ابن ماجہ ج۲ صـ ۲۳۷۵

(۲) ترمذی و ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں " لایحل لاحد ان یعطی عطیۃ فیرجع فیھا الاالوالد فیما یعطی ولدہ /ترمذی ج۱ صـ ۲٤۳ باب ماجاء فی کراھیۃ الرجوع من الھبۃ / ابوداؤد صـ ٤۹۹ باب الرجوع فی الھبۃ

(۳) الفاظ یہ ہیں "الذی یعود فی ھبتہ کالکلب یرجع فی قیئہ "وفی روایۃ العائد فی ھبتہ کالعائد فی قیئہ . / بخاری ج۱ صـ ۳۵۷ باب لایحل لاحد ان یرجع فی ھبتہ وصدقتہ / مسلم کے الفاظ یہ ہیں "العائد فی ھبتہ کالکلب یقئ ثم یعود فی قیئہ /مسلم ج۲ صـ ۳٦ باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ ....../ابن ماجہ ج۲ صـ ۷۹۷ باب الرجوع فی الھبۃ میں "ثم عاد فی قیئہ فاکلہ کے الفاظ ہیں۔

فلہ الرجوع فیھا"(۱) یعنی جو شخص کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اسے حق ہے کہ اسے واپس لے لے۔ پس حدیث میں تو صاف ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا۔ اور حنفی مذہب میں صاف ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔

حنفی بھائیو! بتلاؤ اب ایمان کس پر ہے؟ اور کفر کس سے ہے؟ کیا حدیث کو مان کر فقہ کو چھوڑو گے؟ یا فقہ کو مان کر حدیث کو چھوڑو گے؟

باپ کے ہبہ کا مسئلہ

مذکورہ حدیث دوبارہ پڑھ جایئے اس میں یہ بھی ہے کہ باپ اپنی اولاد کو جو ہبہ کرے اسے وہ واپس لے سکتا ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا وہ کہتا ہے، حنفی مذہب کی اسی معتبر اور اعلیٰ کتاب کے اسی صفحہ میں ہے۔ "بخلاف ھبۃ الوالد لولدہ"(۲) یعنی اجنبی شخص کو ہبہ کی ہوئی چیز تو واپس لے سکتا ہے لیکن باپ جو اپنے لڑکے کو کوئی چیز ہبہ کر دے اسے واپس نہیں لے سکتا۔ آپ نے خیال فرمایا؟ حدیث میں تھا کہ غیر کو دی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا تو فقہ میں ہے کہ لے سکتا ہے۔ حدیث میں تھا کہ باپ جو چیز اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسے وہ واپس لے سکتا ہے تو فقہ میں ہے کہ نہیں لے سکتا؟

اب اے حنفی بھائیو! بتلاؤ اب تم کیا کہتے ہو؟ آیا ہم حدیث پر عمل کر کے یہ مانیں کہ باپ اپنے بیٹے سے ہبہ واپس لے سکتا ہے یا حنفی مذہب پر عمل کر کے یہ مانیں کہ واپس نہیں لے سکتا؟ بتاؤ حدیث کو لیں؟ یا فقہ کو؟ رسول اللہ ﷺ کی مانیں؟ یا کسی امتی کی؟ اتباعِ سنت کریں؟ یا تقلید شخصی؟

---

(۱) ھدایہ ج۳ص۔ ۲۸۹ کتاب الھبۃ باب مایصح رجوعہ ومالایصح
(۲) ایضاً

مہر کا مسئلہ

عن جابران رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعطیٰ فی صداق امرأتہ ملأ کفیہ سویقااو تمرافقد استحل. (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ کتاب النکاح ص ۲۷۷ ج۲) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجوریں دیدیں اس نے اسے حلال کر لیا۔ یہ حدیث صاف ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار کا تعین شارع علیہ السلام نے نہیں کیا جو کچھ بھی مہر مقرر ہو جائے وہ معتبر ہے۔ ایک صحابی سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جاؤ لوہے کی انگوٹھی ملے تو وہی اس عورت کی مہر کیلئے تلاش کر کے لے آؤ (بخاری مسلم)(۲) بنو فزارہ کی ایک عورت کا مہر دو جوتیاں دینی ٹھہری تھیں اور آنحضرت ﷺ نے اسی کو برقرار رکھا (ترمذی)(۳)

حضرت امّ سلیمؓ کا مہر یہی تھا کہ حضرت ابو طلحہ مسلمان ہو جائیں (نسائی)(۴) ایک صحابیہ کا مہر رسول اللہ ﷺ نے یہ ٹھہرایا تھا قرآن کی جو سورتیں ان کے خاوند کو یاد ہیں وہ انھیں سکھادیں (بخاری مسلم)(۵)

---

(۱) ابوداؤد صـ ۲۸۷ کتاب النکاح باب قلة المهر / بیهقی ج۷ صـ ۲۳۸ / الفتح الربانی ج۱۶ صـ ۱۷۰ / دارقطنی ج۳ صـ ۲٤۳

(۲) بخاری ج۲ صـ ۷۷٤ باب المهر بالعروض وخاتم من حدید/مسلم ج۱ صـ ٤۵۷ باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن وخاتم حدید........../ترمذی ج۱ صـ۲۱۱ باب ماجاء فی مهور النساء / ابوداؤد صـ ۲۸۷ باب فی التزویج علی العمل / بیهقی ج۷ صـ ۱٤٤ / الفتح الربانی ج۱٦ صـ ۱۷۱

(۳) ترمذی ج۱ صـ ۲۱۱ باب ماجاء فی مهورالنساء / الفتح الربانی ج۱٦ صـ ۱٦۹.

(٤) نسائی ج۲ صـ ۱۷ التزویج علی الاسلام

(۵) بخاری ج۲ صـ ۷۷٤ باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق / مسلم ج۱ صـ ٤۵۷ باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن وخاتم حدید =

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حدیث میں تو آپ نے دیکھ لیا کہ تھوڑا بہت جو مہر مقرر ہو جائے نکاح ہو جائے گا۔ لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہونا چاہئے چنانچہ حنفی مذہب کی اعلیٰ اور معتبر کتاب هدایه کتاب النکاح ص ۳۰۴ میں ہے "**واقل المهر عشرة دراهم**"(۱) یعنی کم سے کم مہر دس درہم کا ہے اس سے آگے لکھا ہے "**ولوسمی اقل من عشرة فلها العشرة عندنا**"(۲) یعنی اگر کسی کا نکاح دس درہم سے کم مہر ٹھہرا کر ہوا ہے تو وہ نامعتبر ہے اس عورت کو مہر میں دس درہم ہی دلوائے جائیں ہمارا حکم یہی ہے۔ حنفی بھائیو! حدیث رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کے مذہب کے امام اور فقہا کا قول بھی آپ کے سامنے ہے، جسے لینے کا آپ کا ایمان تقاضا کرے اسے لیجئے اور جسے چھوڑنے میں آخرت کا نقصان نہ ہو اسے چھوڑیئے۔ غور و تامل کے بعد فیصلہ کیجئے کہ کیا حدیث رسول مانیں گے؟ یا قیاس علماء؟ کلام رسولؐ اچھا؟ یا فقہا کی رائے؟ ایمان کے لائق کیا؟ اور انکار کے قابل کیا؟۔

پائی ہوئی چیز کا مسئلہ

عن زید بن خالد الجهنی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فان جاء صاحبها فعرف عفاصها وعددها وکاءها

= / ترمذی ج۱ ص ۲۱۱ باب ماجاء فی مهور النساء/ ابوداؤد ص ۲۸۸ باب فی التزویج علی العمل . مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر کسی نے مہر کے طور پر ایک کوڑا دیا تو بھی عورت حلال ہے بلکہ پیلو کی مسواک پر بھی نکاح ہو سکتا ہے، الفاظ یوں ہیں
"لاباس ان یتزوج الرجل ولوبسوط (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۱۷۸)
لواصدقها سوطا لحلت به (" " ص ۱۷۹)
یتزوج الرجل ولوبسواك من اراك (" " ص ۱۷۹)

(۱) هدایه ج۲ ص ۳۲۴ باب المهر / درمختار ج۱ ص ۱۹۷ باب المهر / شرح وقایة ج۲ ص ۳۰
(۲) (ایضاً)

فاعطها أیاه (صحیح مسلم جلد دوم مع النوی صہ ۷۹)(۱)
یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پھر اگر اس گم شدہ پائی ہوئی چیز کا حقیقی مالک آجائے اور وہ اس کی تھیلی کو اس کی گنتی کو اس کے سر بند کو بتلادے تو اسے وہ دے دو اس حدیث میں صاف ہے کہ جو گری پڑی گمشدہ چیز اگر کسی کو ملجائے اور وہ اسے اٹھالے پھر جب کوئی اس کے صریح نشانات صاف صاف بتلادے تو اس پر حق ہے کہ وہ چیز واپس کردے، لیکن حنفی مذہب اس کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جب تک اپنی ملکیت کا ثبوت اور گواہ نہ دے اسے نہ دے، علامت بتلانے پر اسے دے دینا ضروری نہیں کہ یہ مجبور ہو کر صرف نشانات بتادینے پر ہی دے دے، مجبور نہیں، یوں اسے اختیار ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی اعلیٰ اور بہترین کتاب ھدایہ کتاب اللقطۃ ص۵۹۷ میں ہے "واذاحضر رجل فادعیٰ اللقطة لم تدفع الیه حتیٰ یقیم البینة فان اعطیٰ علامتها حل للملتقط ان یدفعها الیه ولا یجبر علیٰ ذالك فی القضاء"(۲)
یعنی جب کوئی آکر اس گری پڑی پائی ہوئی چیز کا دعویٰ کرے تو اسے نہ دی جائیگی۔ جب تک کہ وہ شہادت ثبوت پیش نہ کردے، علامتیں بتلانے سے واپس کرنا گو حلال تو ہے لیکن ضروری نہیں قضاءً وہ مجبور نہیں کہ خواہ مخواہ علامت بتلاتے ہی واپس ضرور ہی کردے۔ علامت کی تشریح اسی کتاب میں ان لفظوں سے کی ہے "مثل ان یسمی وزن الدراهم وعددها ووکائها ووعاؤها" (۳) یعنی درہموں کا وزن بتلادے۔ ان کی گنتی بتلادے ان کی تھیلی بتلادے اس کا سر بند بتلادے۔

---

(۱) مسلم ج۲ صہ ۷۹ کتاب اللقطة / بخاری ج۱ صہ ۳۲۹ باب من عرف اللقطة ولم یدفعها الی السلطان
(۲) ھدایه ج۲ صہ ٦۱۷ کتاب اللقطة / درمختار ج۱ صہ ٣٦٦/ شرح وقایه ج۲ صہ ٣٣٦/
(۳) ایضاً (ھدایه ج۲ صہ ٦۱۷)

حنفی بھائیو! حدیث رسول آپ کے سامنے ہے وہ صاف کہتی ہے کہ جو ان علامتوں کو بتلادے اسے واپس چیز دے دی جائے اور آپ کے مذہب کی فقہ بھی آپ کے سامنے ہے جو کہتی ہے کہ حکما اسے واپس کرنا ضروری نہیں۔ پس اب کیا حدیث کو مانو گے؟ یا قیاس؟ فرمان رسولؐ مانو گے؟ یا قولِ فقیہ؟

گمشدہ اونٹ کا مسئلہ

گری پڑی چیز کے احکام جب رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں تو راوی آپ سے پوچھتے ہیں کہ "فضالة الغنم" گمشدہ بکری کے پکڑ لینے کی بابت کیا فرمان ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں "هي لك اولا خيك اوللذ ئب" وہ تیرے ہاتھ لگ گئی تو، اور کسی کے ہاتھ لگ گئی تو خیر۔ ورنہ پھر بھیڑیا لے جائے گا۔ وہ پوچھتے ہیں "فضالة الابل" گمشدہ اونٹ کے پکڑ لینے کی نسبت کیا فرمان ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں" مالك ولها معها سقاؤ ها وحذآؤها ترد الماء وتا كل الشجر حتى يلقها ربها" تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اس کے موزے ہیں۔ آپ پانی لے لے گا آپ درختوں کے پتوں سے اپنا پیٹ بھر لے گا۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے۔
(بخاری، مسلم، مشکوۃ کتاب البیوع ۲۶۲ جلد اول)(۱)

مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سوال پر آپ سخت غضب ناک ہوگئے۔ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور یہ جواب دیا۔(۲) ایک روایت میں صاف الفاظ ہیں کہ اونٹ کو نہ پکڑ۔(۳) یہ حدیث آپ کے سامنے

(۱) بخاری ج۱ ص۔ ۳۲۸باب ضالة الغنم / مسلم ج۲ ص۔ ۷۸ کتاب اللقطة / ابن ماجه ج۲ ص۔ ۸۳۷ باب ضالة الابل والبقر والغنم
(۲) الفاظ یه هیں "فغضب رسول الله ﷺ حتى احمرت وجنتاه اواحمروجهه" مسلم ج۲ ص۔ ۷۸/ بخاری ج۱ ص۔ ۳۲۹باب اذاجاء صاحب اللقطة بعد سنة ردها عليه لانها وديعة عنده ،/ ابن ماجه ج۲ ص۔ ۸۳۷ کتاب اللقطة
(۳) مسلم ج۲ ص۔ ۷۹ / بخاری ج۱ ص۔ ۳۲۹ باب من عرف اللقطة ولم يدفعها الى السلطان

ہے۔بخاری کا حوالہ اس کی صحت کا پورا ضامن ہے۔ حدیث میں گمشدہ بکری اور اونٹ میں فرق کیا ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ حنفی مذہب کی بہترین اور معتبر ترکتاب ھدایه جلد دوم کتاب اللقطة: ۵۹۵ میں ہے "ویجوز الالتقاط فی الشاة والبقر والبعیر"(۱) یعنی گمشدہ بکری، گائے ،اونٹ سب کو پکڑ لینا جائز ہے۔

حنفی بھائیو! یہ ہے حدیث رسول آپ کے سامنے،جو گمشدہ بکری اور گم شدہ اونٹ کے درمیان فرق کرتی ہے۔اور یہ ہے آپ کی فقہ حنفی جو دونوں کو ایک کرتی ہے۔ فرمایئے جناب کا دل کس طرف بھکتا ہے؟ حدیث لیں گے یا قیاس؟ فقہ فقیہ لیں گے ؟یا قولِ رسول (ﷺ)؟

میت عورت کے غسل کا مسئلہ

رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ حضرت زینبؓ کا انتقال ہوتا ہے آپ بیٹھے ہوئے مسائل بتلاتے جاتے ہیں اور گھر کی عورتیں غسل و کفن میں مشغول ہیں۔ اس واقعہ کے بیان میں حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں "فضفرنا شعرها ثلثة قرون فالقینا ھا خلفها" یعنی ہم نے ان کے بالوں کی تین لٹیں کرکے پس پشت ڈالدیں (بخاری۔مسلم ۔ مشکوٰۃ کتاب الجنائز ص۱۴۳ جلد اول)(۲)

---

(۱) هدایه ج۲ صـ ۶۱۵ کتاب اللقطة

درمختار میں ہے " ندب التقاط البهیمة الضالة (درمختار ج۱ صـ ۳۶۶).

شرح وقایہ ہے لافرق عند نا فی اللقطة بین ان یکون بهیمة اوغیرها وعندمالك والشافعی اذاوجد بعیرا اوبقرة فی الصحراء فالترك افضل (شرح الوقایة ج۲ صـ ۳۳۵)

(۲) بخاری ج۱ صـ ۶۹-۱۶۸ باب یلقی شعرالمرأة خلفها ثلثة قرون / مسلم ج۱ صـ ۳۰۵ کتاب الجنائز/ ابوداؤد صـ ۴۴۸ باب کیف غسل المیت / الفتح الربانی ج۷ صـ ۱۶۵ / ترمذی ج۱ صـ ۱۹۳ باب ماجاء فی غسل المیت/ نسائی ج۱ صـ ۲۰۸ باب غسل المیت وترا

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا چنانچہ حنفی مذہب کی سب سے اعلیٰ اور معتبر کتاب ھدایہ فصل فی التکفین ص ۱۵۹ میں ہے "یجعل شعر ھا ضفرتین علی صدرھا فوق الدرع" (۱) یعنی میت عورت کے بالوں کی دو لٹیں بنا کر سینے پر ڈال دی جائیں۔

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں تین لٹیں بنانے کا ذکر ہے اور آپ کی فقہ بھی آپ کے ساتھ ہے اس میں دو لٹیں بنانے کا ذکر ہے۔ حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں لٹیں میت کی کمر پر چھوڑنے کا ذکر ہے آپ کی فقہ بھی آپ کے سامنے ہے جس میں سینے پر رکھنے کا ذکر ہے، اب غور کر کے پسند کر لو کہ حنفی مذہب اچھا لگتا ہے یا محمدی مذہب؟ فقہ کے ماننے کو دل چاہتا ہے یا حدیث کی طرف دل کھنچتا ہے؟

خطبۂ جمعہ کے وقت کی نماز کا مسئلہ

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ وھو یخطب اذا جآء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھما. (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ جلد اول کتاب الجمعہ ۱۲۳) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے

---

(۱) ھدایہ ج۱ ص ۱۷۹ باب الجنائز فصل فی التکفین / درمختار ج۱ ص ۱۲۱ باب صلوٰۃ الجنازۃ / شرح الوقایۃ ج۱ ص ۲۰۶ / بدائع الصنائع ج۲ ص ۴۱

(۲) بخاری ج۱ ص ۱۵۶ باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی / مسلم ج۱ ص ۲۸۷ کتاب الجمعۃ / ابوداؤد ص ۱۵۹ باب اذا دخل الرجل والامام یخطب الفتح الربانی ج۶ ص ۷۷ باب التنفل قبل الجمعۃ مالم یصعد الخطیب المنبر واذا.................. / دارقطنی ج۲ ص ۱۳ باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب / بیہقی ج۳ ص ۱۹۴

اور ذرا ہلکی پڑھ لے، بلکہ صحیح بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ آپ کے خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے ایک صحابی آئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے دور کعتیں ادا کرلی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا اٹھو اور دور کعتیں پڑھ لو وغیرہ۔(۱) لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ چنانچہ حنفی مذہب کی فقہ کی معتبر اور اعلیٰ کتاب ھدایہ کتاب الصلوٰۃ ص ۱۵۱ باب صلوۃ الجمعۃ میں ہے "اذ اخرج الامام یوم الجمعۃ ترك الناس الصلوٰۃ والکلام" (۲) یعنی جمعہ کے دن امام کے نکلتے ہی لوگوں کو نہ کوئی نماز پڑھنی چاہئے اور نہ کوئی بات کرنی چاہئے، ص ۷۰ میں ہے "ولا اذاخرج الامام للخطبة" الخ......(۳) یعنی جب جمعہ کے دن امام خطبے کے لئے نکل آیا پھر نفل نہ پڑھے۔

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود ہے کہ امام کے خطبے کی حالت میں جو آئے وہ دو رکعت ادا کرلے، خود آپ نے ایسے شخص کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اپنے سامنے پڑھوایا اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ یہ رکعتیں نہ پڑھے۔ اب کہو رسول اللہ ﷺ کی حکم برداری کروگے؟ یا اپنے مذہب کی؟ تمھارا دل کس پر ایمان لانے کو چاہتا ہے؟ اور کس سے منکر ہونے کو؟ اپنے لئے جو راہ چاہیں اختیار کرلیں۔

---

(۱) ملاحظه هو بخاری ج۱ صـ ۱۲۷ باب اذ ارأی الامام رجلا جاء وهو يخطب امره ان يصلی رکعتين / مسلم ج۱ صـ ۲۸۷ کتاب الجمعة / ابوداؤد صـ ۱۵۹ باب اذا دخل الرجل والامام يخطب
ترمذی ج۱ صـ ۱۱٤ باب فی الرکعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب (صحابی کا نام سلیک غطفانی ہے)

(۲) هدايه ج۱ صـ ۱۷۱ باب صلوٰة الجمعة / درمختار ج۱ صـ ۱۱۳
شرح وقايه ج۱ صـ ۲۰۱ . بدائع الصنائع ج۱ صـ ۵۹۲

(۳) ولااذخروج الامام للخطبة يوم الجمعة الی ان يفرغ من خطبته لمافيه من الاشتغال من استماع الخطبة / هدايه ج۱ صـ ۸٦ کتاب الصلوٰة فصل فی الاوقات التی تکره فيها الصلوٰة

ایک رکعت وتر کا مسئلہ

عن ابن عمرقال قال رسول الله ﷺ صلوٰة اللیل مثنٰی مثنٰی فاذاخشی احد کم الصبح صلیٰ رکعةً توترله ما قد صلی (متفق علیه مشکوٰة ۱۱۱ جلد اول کتاب الصلوٰة باب الوتر) (۱)

یعنی رات کی نماز دو دو رکعت کر کے ہے، جب صبح کے ہو جانے کا ڈر لگنے لگے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے۔ یہ حدیث بخاری مسلم جیسی حدیث کی صحیح تر کتاب میں ہے۔ اپنے مطلب میں واضح ہے کہ وتر ایک رکعت ہے مسلم شریف کی حدیث ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ (۲) ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے جو ایک وتر پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے۔ (۳) باوجود ان صحیح حدیث کے حنفی مذہب ایک وتر کا قائل نہیں وہ ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔ چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر اور بہتر کتاب ھدایہ کتاب الصلوة باب صلوة الوتر ص: ۱۴۴ میں ہے "الوتر ثلاث رکعات" (۴) یعنی وتر تین رکعت ہے۔ حنفی بھائیو! حدیث کے ایک وتر کا حنفی مذہب مخالف ہے۔ فرمایئے آپ کسے مانیں گے؟ امتی ہو کر رسول کی مانیں گے یا مقلد ہو کر فقہ کی؟

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۳۵ باب ماجاء فی الوتر / مسلم ج۱ صـ ۲۵۷ باب صلوٰة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وان الوتر رکعة وان الرکعة صلوٰة صحیحة / ابوداؤد صـ ۱۸۷ باب صلوٰة اللیل مثنی مثنی / ترمذی ج۱ صـ ۹۸ باب ماجاء ان صلوٰة اللیل مثنی مثنی /نسائی ج۱ صـ ۱۹۰ باب کیف الوتر بواحدة / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۷۱ / بیهقی ج۳ صـ ۲۱-۲۲

(۲) عن ابن عمرقال قال رسول الله ﷺ الوتر رکعة من آخر اللیل (مسلم ج۱ صـ ۲۵۷ باب صلوٰة اللیل ......نسائی ج۱ صـ ۱۹۰ باب کم الوتر وکیف الوتر بواحدة)

(۳) ابوداؤد صـ ۲۰۱ باب کم الوتر / نسائی ج۱ صـ ۱۹۲ باب کیف الوتر /ابن ماجه ج۱ صـ ۳۷۶ باب ماجاء فی الوتر. الفاظ یہ ہیں "قال رسول الله ﷺ الوتر حق علیٰ کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر واحدة فلیفعل"

(٤) هدایه ج۱ صـ ١٤٤ باب صلوٰة الوتر / درمختار ج۱ صـ ٩٤ باب الوتر والنوافل / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۷۰

نماز استسقاء کا مسئلہ

عن عبدالله بن زيد قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بالناس الى المصلى يستسقى فصلى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراءة واستقبل القبلة يدعو ورفع يديه وحول رداءه حين استقبل القبلة . (متفق عليه مشكوة ۱۳۱ جلد اول باب الاستسقاء) (۱)

یعنی نماز استسقاء کے لئے رسول اللہ ﷺ صحابہ کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ وہاں بآواز بلند دو رکعت نماز آپ نے پڑھائی۔ قبلے کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر آپ نے دعا مانگی۔ جب اپنی چادر پلٹائی، تو قبلہ رخ ہی تھے یہ بخاری مسلم جیسی بہترین صحیح ترین کتابوں کی حدیث ہے اپنے مطب میں صاف ہے۔ ظاہر ہے کہ استسقاء یعنی بارش کی دعا میں رسول اللہ ﷺ نے نماز باجماعت ادا فرمائی۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ چنانچہ حنفیوں کی بہترین کتاب هدایه جلد اول باب الاستسقاء ص۱۵۶ میں ہے "قال ابو حنيفة رضى الله عنه ليس فى الاستسقآء صلوٰة مسنونة فى جماعةٍ" (۲) استسقاء کے موقعہ پر نماز باجماعت مسنون نہیں ہے۔

(۱) بخاری ج۱ ص۱۴۰ باب الاستسقاء فى المصلى / مسلم ج۱ ص۲۹۳ / ابوداؤد ج۱ ص۱۶۴ / ترمذی ج۱ ص۱۲۴ / نسائی ج۱ ص۱۷۰ / ابن ماجه ج۱ ص۴۰۳ / الفتح الربانی ج۶ ص۲۳۳ /مصنف ابن ابی شیبه ج۲ ص۴۷۳ / السنن الکبریٰ للبیهقی ج۳ ص۳۵۰ / دارقطنی ج۲ ص۶۶/ موطا امام مالك ص۷۲ / مستدرك حاکم ج۱ ص۳۲۶ / نیل الاوطار ج۳ ص۲۳۰ / صحیح ابن خزیمه ج۲ ص۲۲۱ / مسند حمیدی ج۱ ص۲۰۱ / مجمع الزوائد ج۲ ص۲۱۲

(۲) هدایه ج۱ ص۱۷۶ باب الاستسقاء (قال ابوحنيفة رضى الله عنه ليس فى الاستسقاء صلوٰة مسنونة فى جماعة فان صلى الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء الدعاء والاستغفار / درمختار میں ہے هو دعاء واستغفار ....بلاجماعة وبلاخطبة ......وبلاقلب رداء (درمختار ج۱ ص۱۱۸)

کہو حنفی بھائیو! کیا ارادہ ہے؟ فرمان رسول ﷺ لوگے؟ یا قول امام لوگے؟ دونوں آپ کے سامنے ہے۔ اہلحدیث بنو؟ یا اہل فقہ بنو؟ محمدی بنو یا حنفی۔ تمہیں اختیار ہے۔ اقرار وانکار کی گنجائش ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام صاحبؒ کے اس فتوے کو آپ کے دونوں شاگردان رشید نے بھی نہیں مانا۔ یعنی امام محمد اور ابو یوسف بھی یہاں تقلید امام ابو حنیفہؒ نہیں کرتے۔(۱)

نصاب زکوٰۃ کا مسئلہ

عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ قال لیس فی حبٍ ولا تمرٍ صدقة حتٰی یبلغ خمسة اوسق(رواہ النسائی مشکوۃ کتاب الزکوۃ ۱۵۹ جلد اول باب مایجب فیه الزکوٰۃ)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو دانے اور جو کھجوریں پانچ وسق سے کم ہوں ان میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ دار قطنی میں بھی حدیث ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں(۳) بخاری مسلم میں بھی فرمان رسول ﷺ ہے کہ "**لیس فی مادون خمسة اوسقٍ صدقة**"(۴) یعنی پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ نہیں۔ ان حدیثوں کو حنفی مذہب نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے۔ "**قال ابو حنیفةؒ فی قلیل مآاخرجته الارض و کثیره العشر سوآءً سقی**

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۷۶ میں ہے" قالا یصلی الامام رکعتین
درمختار میں ہے " وقالا تفعل کالعید" (درمختار ج۱ صـ۱۱۸)
(۲) نسائی ج۱ صـ ۲۶۷ باب زکوٰۃ الحبوب
(۳) دارقطنی ج۲ صـ ۹۵ لیس فی الخضراوات صدقة
(٤) بخاری ج۱ صـ ۲۰۱ باب لیس فیمادون خمسة اوسق صدقة / مسلم ج۱ صـ ۳۱۵ کتاب الزکوٰۃ / ابوداؤد صـ ۲۱۷ باب ماتجب فیه الزکوٰۃ / ترمذی ج۱ صـ ۱۳۶ باب ماجاء فی صدقة الزرع والثمر والحبوب / نسائی ج۱ صـ ۲۶۷ القدر الذی تجب فیه الصدقة

سیحاً اوسقته السماء الا القصب والحطب والحشیش"(۱) یعنی امام ابو حنیفہؒ کا فرمان ہے کہ زمین سے جو بھی پیداوار ہو خواہ کم ہو خواہ زیادہ، دسواں حصہ زکوٰۃ دینا پڑے گا سوائے بانس اور لکڑی اور گھاس کے۔

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے کہ جو پانچ وسق سے کم اناج اور کھجور وغیرہ ہو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ اور حنفی مذہب بھی آپ کے سامنے ہے کہ اس میں زکوٰۃ ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ اِسے مانیں یا اُسے مانیں؟ اِس پر ایمان رکھیں یا اس پر، اِس سے انکار کریں یا اُس سے؟

جلد خراب ہو جانے والی ترکاریوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ

عن معاذ انه کتب الی النبی ﷺ یسأ له عن الخضر اوات وهی البقول قال لیس فیها شیء (ترمذی) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سبز ہری ترکاریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا۔ چنانچہ اوپر اس سے پہلے نمبر ۷ میں ہدایہ کی عبارت گذری ہے، جس میں موجود ہے کہ زمین سے جو پیداوار ہوتی ہے اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

حنفی بھائیو! اب آپ کو اختیار ہے کہ سبز اور ہری ترکاریوں میں زکوٰۃ نہ مان کر رسول اللہ ﷺ کو سچا سمجھیں، یا ان میں بھی زکوٰۃ مان کر کسی اور کو سچا سمجھیں خواہ حدیث کو مانئے خواہ اپنی فقہ کو؟

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۲۰۱ باب زکوٰة الزروع والثمار / درمختار ج۱ صـ ۱۳۹ باب العشر / شرح وقایه ج۱ صـ ۲۳٤ باب زکوٰة الخارج

(۲) ترمذی ج۱ صـ ۱۳۸ باب ماجاء فی زکوٰة الخضراوات / دارقطنی میں ہے "ان النبی ﷺ قال لیس فی الخضراوات صدقة (دارقطنی ج۲ صـ ۹۵ کتاب الزکوٰة)

سورج گہن کی نماز کا مسئلہ

عن عائشة قالت ان الشمس خسفت علیٰ عهد رسول اللهﷺ فبعث منادیا الصلوٰة جامعة فتقدم فصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات..................

(متفق علیه مشکوٰة جلد اول ص۱۲۹ باب صلوٰة الخسوف) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ کے عہد مبارک میں سورج گہن کے موقعہ پر آپ نے منادی کے ذریعے اعلان کرایا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ، پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتیں پڑھائیں، ہر رکعت میں دو دو رکوع کئے، یہ حدیث

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱٤۰ ابواب الکسوف باب الجهر بالقرأة فی الکسوف / مسلم ج۱ صـ ۲۹٦ کتاب الکسوف / الفتح الربانی ج٦ صـ ۱۸۲ / مستدرك حاکم ج۱ صـ ۳۳۰/ نسائی ج۱ صـ ۱٦٤ / بیهقی ج۳ صـ ۳۲۲

(فائدہ) اسی طرح حنفیہ صلوٰۃ کسوف میں خطبہ کے بھی قائل نہیں ہیں هدایه ج۱ صـ ۱۷٦ باب صلوٰة الکسوف میں ہے " ولیس فی الکسوف خطبة "یعنی سورج گہن چاند گہن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے "لانه لم ینقل" اس لئے کہ آں حضرتﷺ سے منقول نہیں ہے، حالانکہ حدیث کی قریب قریب سب کتابوں میں موجود ہے کہ رسول اللہﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں خطبہ پڑھا ہے صحیح بخاری ج ۱ص۱۴۵ / صحیح مسلم ج ۱ص ۲۹۸ میں" حضرت اسماءؓ سے مروی ہے "فانصرف رسول اللهﷺ وقد تجلت الشمس فخطب رسول اللهﷺ الناس " یعنی رسول اللہﷺ نے صلوٰۃ الکسوف سے فارغ ہو کر سورج کے کھل جانے کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا ہے

اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مسند احمد و مستدرک حاکم میں سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نسائی میں حضرت عائشہ سے آنحضرتﷺ کا خطبہ پڑھنا مروی ہے، ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج۱ص ۱۴۲باب خطبة الامام فی الکسوف / صحیح مسلم ج۱ص ۲۹۷ / مسند احمد ج۵ ص ۱۶ / مستدرک حاکم ج۱ص ۳۳۰ / نسائی ج۱ص ۱۶۴اور مسند احمد و سنن نسائی میں تو یہ صراحت بھی موجود ہے "انه صعد المنبر" " قعد علی المنبر" آپﷺ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا آپ منبر پر بیٹھے (مسند احمد ج۶ص ۳۵۴ / نسائی ج ۱ص۱۶۹باب القعود علی المنبر)

صاف ہے کہ گہن کی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع ہیں، لیکن حنفی مذہب اس سچی صحیح اور صریح حدیث کو نہیں مانتا، چنانچہ حنفیوں کی معتبر کتاب ہدایہ باب صلوٰۃ الکسوف ص ۱۵۵ میں ہے" اذا انکسفت الشمس صلی الامام بالناس رکعتین کھیئاۃ النافلۃ فی کل رکعۃ رکوع واحد "(۱) یعنی سورج گہن کی نماز امام دو رکعت پڑھائے جیسے اور نفل نماز کی ہیئت ہے، ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔

حنفی بھائیو! یہ ہے بخاری مسلم کی حدیث رسول اور یہ ہے ہدایہ کی فقہ کا مسئلہ، فرمائیے آپ کسے مقبول کریں گے اور کسے مردود؟

جلسہ استراحت کا مسئلہ

عن مالك بن الحويرث انه رأى النبی ﷺ يصلی فاذا كان فی وتر من صلوته لم ينهض حتى يستوی قاعدا (رواه البخاری مشكوٰة ص ۷۵ جلداول باب صفة الصلوٰة) (۲)

یعنی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز اس طرح دیکھی کہ آپ جب پہلی رکعت سے یا تیسری رکعت سے کھڑا ہونا چاہتے تو سجدے سے اٹھ کر جب تک اچھی طرح ٹھیک ٹھاک درستگی سے نہ بیٹھ جائیں کھڑے نہ ہوتے تھے، یہ حدیث علاوہ اعلیٰ مرتبے کی صحیح ہونے کے بہت کھلے لفظوں میں بیان کرتی ہے کہ جب پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے دوسری

(۱) ھدایہ ج۱ ص ۱۷۵ باب صلوٰۃ الکسوف / درمختار ج۱ ص ۱۱۷/ بدائع الصنائع ج۱ ص ۶۲۷

(۲) بخاری ج۱ ص ۱۱۳ کتاب الاذان باب من استوی قاعدافی وتر من صلاته ثم نهض / ترمذی ج۱ ص ۶۴ باب كيف النهوض من السجود / ابوداؤد ص ۱۲۲ باب النهوض فی الفرد (بمعناه) / نسائی ج۱ ص ۱۲۹ باب الاستواء للجلوس عندالرفع من السجدتين / الفتح الربانی ج۳ ص ۲۹۵

رکعت کے لئے اٹھنا چاہے تو سجدے سے اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ کر پھر اٹھے۔

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ بیٹھے، چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی بہترین کتاب ھدایہ ص۔ ۹۳ جلد اول باب صفة الصلوٰۃ میں ہے "واستوٰی قائماً علیٰ صدور قدمیه ولایقعدولایعتمد بیدیه علی الارض"(۱) یعنی اپنے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔اورنہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے۔

حنفی بھائیو! حدیث وفقہ آپ کے سامنے ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیٹھے، حنفی مذہب میں ہے کہ نہ بیٹھے، اب کہو تم کیا کروگے؟ حنفی بن کر نہ بیٹھوگے؟ یا اہل حدیث بن کر بیٹھ جایا کروگے؟ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نہ چھوڑو، گو تمہیں دنیا چھوڑدے، آگے تمہیں اختیار ہے۔

عمامہ (پگڑی) پر مسح کا مسئلہ

عن المغیرة بن شعبة ان النبی ﷺ توضأ فمسح بناصیته وعلی العمامة وعلی الخفین(رواہ مسلم مشکوٰۃ جلداول ص ٤٦ باب سنن الوضوء)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے پیشانی کے اوپر کے بالوں پر اور پگڑی پر اور خفین پر مسح کیا، یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور صاف ہے کہ جو شخص عمامہ باندھے ہوئے ہو وہ وضو کرتے ہوئے اپنے عمامہ پر مسح کرلے۔

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کا منکر ہے، وہ کہتا ہے کہ عمامے پر مسح نہ کرے چنانچہ فقہ کی معتبر ترکتاب ہدایہ کتاب الطہارات ص ۴۴ جلداول میں

(۱) ھدایہ ج۱ص۔۱۱۰ باب صفة الصلوة / درمختار ج۱ ص۔ ۷٦/ شرح وقایہ ج۱ ص۔ ۱٤۷

(۲) مسلم ج۱ ص۔ ۱۳٤ باب المسح علی الخفین / نسائی ج۱ ص۔ ۱۵ باب المسح علی العمامة مع الناصیة / بیهقهي ج۱ ص۔ ٦۰

ہے "ولایجوز المسح علی العمامة "(۱) یعنی عمامے پر مسح کرنا جائز نہیں،

حنفی بھائیو! کیا آپ ہدایہ کے مقلد ہو کر یہی سمجھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناجائز فعل کیا؟ کیا حدیث کے مقابلے میں آپ فقہ کو لیں گے؟ منه التوفیق۔

تیمّم کا مسئلہ

عن عمار .... فضرب النبی ﷺ بکفیه الارض ونفخ فیهما ثم مسح بهما وجهه وکفیه (روا ه البخاری ولمسلم نحوه مشکوة باب التیمم ص ٥٤ جلد اول) (۲)

یعنی آنحضرت ﷺ نے تیمّم کر کے بتلایا، اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر مارے، اور انھیں پھونک کر، اپنے چہرے پر مل لئے، اور دونوں پہنچے مل لئے، یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ تیمّم میں صرف ایک مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنا چاہئے، چنانچہ حنفی مذہب کی اول درجے کی کتاب ہدایہ ص ۳۴ باب التیمم جلد اول میں ہے "والتیمم ضربتان "(۳) یعنی تیمّم میں دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے،

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ٦١ باب المسح علی الخفین / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۰۲ درمختار ج۱ صـ ٤٨ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۷۱

(۲) بخاری ج۱ صـ ٤٨ باب هل ینفخ فی یدیه / مسلم ج۱ صـ ١٦١ باب التیمم / ابوداؤد ج۱صـ ٤٦ باب التیمم / ابن ماجه ج۱ صـ ۱۸۸ باب ماجاء فی التیمم ضربة واحدة / ابن خزیمه ج۱ صـ ١٣٥

(۳) هدایه ج۱ صـ ٥٠ باب التیمم / درمختار ج۱ صـ ٤٢ / شرح وقایه ج۱ ٩٠ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ١٦٧

حنفی بھائیو! سنو ہم مانتے ہیں کہ ایک ضعیف سی حدیث میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا بھی آیا ہے ،(۱) اگر کوئی اس حدیث کو مان کر عمل کر بھی لے تو اور بات ہے یہاں ہمارا مطلب اس بحث سے نہیں بلکہ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس صحیح حدیث کو حنفی حضرات نہیں مانتے ، حدیث پر ایمان رکھنے والا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا تھا کہ اصل مسنون طریقہ ثابت شدہ تو یہی ہے کہ تیمّم ایک ضرب سے کرے، لیکن ایک ضعیف روایت میں دو ضربیں بھی آئی ہیں، بس، اس کے کیا معنیٰ؟ کہ ایک تعلیم رسول ﷺ کو، ایک فعل پیغمبر کو مہمل قرار دیا جائے اس پر نہ ایمان رکھا جائے نہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ یہ حدیث سامنے رکھتے ہوئے اس سے انکار کیا جائے اور فقہ میں مسئلہ لکھا جائے کہ یہ ناجائز ہے اور اسی پر عمل و عقیدہ رکھا جائے، ہے کوئی جو ایمان کو بچا کر اس فعل رسول ﷺ کو ناجائز کہہ دے؟ جو صراحت وصحت کے ساتھ اللہ کے محترم رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہو؟ اسی طرح یہ اصول ہم اہل

---

(۱) حدیث یہ ہے " التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين " اس حدیث کو دار قطنی وحاکم نے نقل کیا ہے لیکن اس کی سند واہی ہے، اسی طرح ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے صاحب نصب الرایہ نے بھی ضعیف ثابت کیا ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص: ۱۵۰)۔/ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں " ان الاحاديث الواردة في التيمم لم يصح منها سوى حديث ابى جهيم وعمار وماعدا هما ضعيف، تیمم کے سلسلے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں ان میں سے حدیث ابوجہیم و عمار کے علاوہ سب ضعیف ہیں۔
(فتح الباری ج ۱ ص: ۵۸۵ مکتبه اشرفیه دیوبند)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں دلیل کی رو سے صرف کلائی تک مسح ہے کیونکہ عمار کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو تیمم کا طریقہ سکھایا جب آپ کو یہ خبر ملی تھی کہ وہ مٹی میں لوٹے ہیں، اور آپ نے صرف چہرہ اور کفین پر مسح کیا ہے (بحواله مرعاة المفاتيح ج ۱ صـ ۳۴۶)

حدیثوں کا ہر اس جگہ ہے جہاں کسی فعل کی نقل یا حکم دو طرح پر ہو کہ "کل من عند ربنا" ہر بات ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اگر کسی فعل کے کئی طریق احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں تو ہم سب کو مانتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک تو شافعی لے لے، ایک حنفی لے لے، ایک مالکی لے لے، ایک حنبلی لے لے، یہ کوئی باپ کی میراث نہیں، یہاں تو ہر مسلمان ہر فعل و فرمان نبی کے ماننے کا مکلّف ہے، یہ تفرقہ، یہ حد بندی یہ تقسیم خدا کو سخت ناپسند ہے اسی کے معنی دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت معیوب ہے۔

دوہری اذان کا مسئلہ

عن ابی محذورة قال القی علی رسول اللهﷺ التأ ذین هو بنفسه فقال قل الله اکبر الله اکبر............ثم تعود فتقول الخ (روا ه مسلم ، مشکوٰة باب الاذان جلد اول ص ٦٣)(١)

یعنی ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود رسول کریم ﷺ نے اذان سکھائی، اس میں آپ نے یہ بھی بتلایا کہ اشهد ان محمدارسول اللهﷺ تک کہہ کر پھر دوبارہ اشهد ان لااله الا الله کو دو مرتبہ اوراشهد ان محمدارسول الله کو دو مرتبہ کہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس طرح

(١) مسلم ج١ صـ ١٦٥ باب صفة الاذان / ابوداؤد ج١ صـ ٧٣ باب کیف الاذان / نسائی ج١ صـ ٧٣/ ابن ماجه ج١ صـ ٢٣٤ باب الترجیع فی الاذان.
نوٹ: مسلم میں نص حدیث اس طرح ہے " عن ابی محذورة ان النبی ﷺ علمه هذاالاذان الله اکبر الله اکبر اشهد ان لااله الا الله اشهدان لااله الا الله اشهد ان محمد ا رسول الله اشهد ان محمد ا رسول الله ثم یعود فیقول اشهد ان لااله الا الله . اشهد ان لااله الا الله مرتین اشهد ان محمدارسول الله مرتین حی علی الصلوٰة مرتین حی علی الفلاح مرتین زاد اسحق الله اکبر الله اکبر لااله الا الله .
مسلم میں اللہ اکبر صرف دو مرتبہ ہے لیکن مسلم کے علاوہ میں چار مرتبہ ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں، الفارسی کے بعض طرق میں صحیح مسلم ہی میں چار مرتبہ بھی ہے۔

انیس کلموں کی اذان آپ نے سکھائی(۱) یہ لمبی حدیث پوری اذان کی بالکل صحیح آپ کے سامنے ہے اور اس میں دوبارہ ان چاروں کلمات کے دہرانے کا فرمان وتعلیم پیغمبر ﷺ موجود ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، وہ اس کا بالکل منکر ہے، چنانچہ حنفیوں کی معتمد کتاب ھدایہ جلد اول باب الاذان ص۷۰ میں ہے ولاترجیع فیہ (۲) یعنی اذان میں اس طرح ان چاروں کلمات کو دہرائے نہیں، میں اوپر تنبیہ کرچکا ہوں کہ اہل حدیث ہر صحیح حدیث کو، محمدی ہر فرمان محمد کو(ﷺ) سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، وہ ایک کے مومن ایک کے منکر نہیں ہوتے، یہ عادت مذہبی لوگوں میں ہے، کوئی اِس سے منکر ہے کوئی اس سے منکر ہے، حنفی بائیں چلتا ہے تو شافعی دائیں، اِس کی دوڑ مشرق کی طرف ہوتی ہے تو وہ اپنی نگاہ مغرب کی طرف جماتا ہے، اہل حدیث خدا کے فضل سے اللہ کے رسول کے اشاروں پر دوڑتے ہیں، جدھر نگاہ رسول اٹھی اسی طرف یہ لپکے، دائیں لے جائیں تو اور بائیں لے جائیں تو، آگے دوڑائیں تو اور پیچھے ہٹائیں تو، ہمیں وہ حدیث بھی مسلم ہے جس میں دہرانا مروی نہیں، نکیل ناک میں ہے، لگام منہ میں ہے، آنکس سر پہ ہے جہاں نرمادیا نرم ہوگئے جہاں گرمادیا گرم ہوگئے، اب آپ سے اے حنفی بھائیو! سوال ہے کہ آیا ان کلمات کو دہرانے کے حکم رسول کو آپ مانتے ہیں؟ یا حنفی مذہب کے اسے نہ دہرانے کے حکم کو؟

---

(۱) احمد ج۳ صـ ۴۰۹ وج۶ صـ ۴۰۱
ترمذی ج۱ صـ ۴۸ باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان / ابوداؤد ج۱ صـ ۷۳ باب کیف الاذان / نسائی ج۱ صـ ۷۳ باب کم الاذان من کلمة/ ابن ماجه ج۱ صـ ۲۳۵ باب الترجیع فی الاذان / دارقطنی ج۱ صـ ۲۳۸

(۲) هدایه ج۱ صـ ۸۷ باب الاذان / درمختار ج۱ صـ ۶۳ / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۳۴ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۳۶۶

تیمّم کا مسئلہ

عن عمار.......... ثم مسح بهما وجهه و كفيه (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ٥٤ جلد اول باب التیمم)(١)

یعنی حضور ﷺ نے تیمّم کا طریقہ سکھاتے ہوئے اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر ملے اور دونوں پہنچوں پر، اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے یہی حکم دیا، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ ہاتھوں کو پہنچوں تک نہ ملے بلکہ کہنیوں تک ملے، چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ جلد اول باب التیمم ص ۳۴ میں لکھا ہے "وبالاخرى يديه الىٰ المرفقين "(٢) یعنی تیمم کے لئے جو دوسری ضرب لگائے اس سے دونوں ہاتھ کہنیوں تک ملے۔ حنفی بھائیو! میرے کلمہ گو بھائیو! خدا کی قسم اعتراض کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں، آپ کو ستانا یا شرمندہ کرنا یا الزام دینا مقصود نہیں، بلکہ مقصود آگاہ کرنا ، حدیث پہنچانا، فقہ و حدیث کا مقابلہ دکھانا، اور حدیث کے عمل پر آمادہ کرنا ہے ، خدا ہمیں اپنے رسول ﷺ کا سچا تابعدار بنائے، آمین۔

کہو اب حدیث کو مانو گے یا فقہ کو؟ قول رسول کو لو گے یا قول امام کو، حدیث کے حکم پر عمل رہے گا یا فقہ کے فرمان پر؟ اگر کوئی اور حدیث کہنی تک کی ہو تو بھی اس سے انکار تو نہیں ہو سکتا ؟

---

(١) بخاری ج١ صـ ٤٨ باب هل ينفخ في يديه / مسلم ج١ صـ ١٦١ / ابوداؤد ج١صـ ٤٦ / ابن ماجه ج١ صـ ١٨٨

(٢) هدايه ج١ صـ ٥٠ باب التيمم / درمختار ج١ صـ ٤٢ / شرح وقايه ج١ صـ ٩٠

ایک حدیث کے آدھے حصے کا اقرار اور آدھے کا انکار

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر(متفق عليه مشكوٰة ص ٦١ باب تعجيل الصلوٰة) (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے صبح کی ایک رکعت آفتاب کے نکلنے سے پہلے پالی اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے عصر کی ایک رکعت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے پالی اس نے عصر کی نماز پالی، آپ کے سامنے یہ حدیث ہے، صبح اور عصر کا ایک حکم ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، پھر نہ ماننے میں بھی یہ کمال ہے کہ اس کے ایک حصے کو مانتا بھی ہے یہ گنگا جمنی تسلیم اپنے اندر انوکھا رنگ رکھتی ہے، چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب هدایه جلد اول صـ ٦٨ فصل فی ا لاوقات میں ہے ''ا لا عصر یومه عندالغروب ....بخلاف غیرها من ا لصلوات " (٢) یعنی اگر کسی نے سورج کے غروب کے وقت نماز عصر ادا کی تو ناجائز نہیں..........اور کسی نماز کا یہ حکم نہیں، سنا آپ نے! عصر کی نماز تو جائز لیکن صبح کی ناجائز۔ حالانکہ

---

(١) بخاری ج١ صـ ٨٢ کتاب مواقیت الصلوٰة باب من ادرك من الفجر ركعة / مسلم ج١ صـ ٢٢١ باب من ادرك ركعة من الصلوٰة / نسائی ج١ صـ ٦١ / ابوداؤد صـ ٥٩ / ترمذی ج١ صـ٤٥ ابواب الصلوٰة / ابن ماجه ج١ صـ ٢٢٩ باب وقت الصلوٰة فی العذر والضرورة / ابن خزیمه ج٢ صـ ٩٣ ابواب الفریضة عند العلة تحدث

(٢) هدایه ج١ صـ ٨٥ فصل فی الاوقات التی تکره فیها الصلوة / شرح وقایه ج١ صـ ١٣١

حدیث میں دونوں کے جواز کا ذکر ہے ایک ہی حدیث ہے جس کے ایک حصے کو مان کر دوسرے کا انکار ہے تعجب سا تعجب ہے اور افسوس جیسا افسوس ہے، اللہ رحم کرے، اگر یہ حدیث ماننے کے قابل ہے تو دونوں جملے ماننے کے قابل ہیں اگر ماننے کے قابل نہیں تو دونوں نہیں، اگر مقبول ہے تو پوری مقبول ہے، مردود ہے تو پوری مردود ہے یہ آدھا تیتر آدھا بیٹر کیسا؟

یہ موم دلی پھر ساتھ ہی سنگ دلی، عجب بھول بھلیاں ہے، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ ایمان وانکار کا مجموعہ کیوں ہے، پس میرے بھائیو! توبہ کرو، حدیث پر ایمان رکھو جو اس کے خلاف ہو، تم اس کے خلاف ہو جاؤ، کہئے اب کیا ارادہ ہے؟ حدیث کو مانو گے؟ یا فقہ کو؟

مغرب سے پہلے کی سنتوں کا مسئلہ

عن عبداللہ بن مغفل قال قال النبی ﷺ صلوا قبل صلوۃ المغرب رکعتین صلوا قبل صلوۃ المغرب رکعتین قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذ ھا الناس سنۃ (متفق علیہ مشکوۃ جلداول ص ۱۰٤ باب السنن) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مغرب کے فرضوں سے پہلے

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۱۸۲ باب الصلوٰۃ قبل المغرب / بخاری ج۱ صـ ۱۵۷ باب الصلوٰۃ قبل المغرب . الفاظ یہ ھیں" صلوا قبل صلوٰۃ المغرب قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیہ ان یتخذھا الناس سنۃ " بیھقی ج۲ صـ ٤۷٤ / ابونعیم فی المستخرج

مسلم نے اس کو روایت ہی نہیں کیا ہے بلکہ مسلم میں عبداللہ بن مغفل سے یہ روایت ہے "بین کل اذانین صلوٰۃ قالھا ثلثا قال فی الثالثۃ لمن شاء " مسلم ج۱ صـ ۲۷۸ اور یہ روایت بخاری باب بین کل اذانین صلوٰۃ لمن شاء میں بھی موجود ہے

دو رکعت نماز ادا کر لیا کرو، مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لیا کرو۔ تیسری دفعہ کے حکم کے ساتھ ہی فرمایا جو چاہے اس بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ لوگ اسے واجب نہ بنالیں صحابہ کرام اس فرمان پر اس قدر عامل تھے کہ اذان مغرب ہوتے ہی ان دو رکعتوں کو پڑھنے لگتے، یہاں تک کہ اگر کوئی ناواقف انجان آجائے تو شاید یہ سمجھ لے کہ نماز مغرب کی جماعت ہو چکی، (۱) یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور حدیث میں ہے کہ ہم یہ دو رکعتیں حضور ﷺ کے دیکھتے ہوئے پڑھا کرتے تھے، (۲) ان حدیثوں کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، رسول اللہ ﷺ ان رکعتوں کے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، حنفی مذہب ان سے روکتا ہے چنانچہ فقہ کی زبردست بہت بڑی کتاب هدایه جلداول ص ۷۰ کتاب الصلوٰۃ میں ہے "ولایتنفل بعد الغروب قبل الفرض "(۳) یعنی سورج غروب ہو جانے کے بعد مغرب کی نماز فرض سے پہلے نفل نہ پڑھے۔
حنفی بھائیو! کہو اب حدیث مانو گے؟ یا فقہ؟

غائبانہ نماز جنازہ کا مسئلہ

عن ابی هریرة ان النبی ﷺ نعیٰ للناس النجاشی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر اربع تکبیرات

---

(۱) عن انس بن مالك قال کنا بالمدینة فاذا اذن المؤذن لصلوٰة المغرب ابتدروا السواری فرکعوا رکعتین حتی ان الرجل الغریب لیدخل المسجد فیحسب ان الصلوٰة قد صلیت من کثرة من یصلیهما (مسلم ج۱ صـ ۲۷۸ باب استحباب رکعتین قبل صلوٰة المغرب)

(۲) حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کنا نصلی علی عهد رسول الله ﷺ رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب فقلت له اکان رسول الله ﷺ صلاهما قال کان یرانا نصلیهما فلم یامرنا ولم ینهنا (مسلم ج۱ صـ ۲۷۸)

(۳) هدایه ج۱ صـ ۸۶ کتاب الصلوٰة باب المواقیت

(متفق علیه مشکوٰة ص ١٤٤ جلداول باب المشی بالجنازة) (١)

یعنی حضور ﷺ نے شاہ حبش نجاشی کے انتقال کی خبر جس دن وہ اپنے وطن میں انتقال کرگئے صحابہ کو دی، اور انھیں لے کر عیدگاہ پہنچے اور صفیں باندھ کر نماز جنازہ غائبانہ چار تکبیروں سے ادا کی، یہ حدیث صحیح ہے صریح ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ حضور ﷺ نے پڑھی، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ پڑھنی درست نہیں، چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب درمختار جلداول باب صلوٰة الجنائز میں ہے "فلا تصح علیٰ غائب" (٢) یعنی جنازہ غائبانہ صحیح نہیں، برادران! اب کیا حکم کو مان کر کہوگے کہ نمازِ رسول صحیح نہیں ہوئی؟ یا کہوگے کہ یہ قول جو خلاف پیمبر ﷺ ہے صحیح نہیں؟

اکہری تکبیر کا مسئلہ

عن انس .... امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامة الا الاقامة (متفق علیه مشکوٰة جلداول ص ٦٣ باب الاذان) (٣)

---

(١) بخاری ج١ صـ ١٧٨ کتاب الجنائز باب التکبیر علی الجنازة اربعا مسلم ج١ صـ ٣٠٩ کتاب الجنائز / الفتح الربانی ج٧ صـ ٢١٨ باب ماجاء فی الصلوٰة علی الغائب / مؤطامالك صـ ٧٨ / ترمذی ج١ صـ ٢٠١ باب ماجاء فی صلوٰة النبی ﷺ علی النجاشی / ابوداؤد ج٢ صـ ٤٥٦ باب الصلوٰة علی المسلم یموت فی بلاد الشرك / ابن ماجه ج١ صـ ٤٩٠ باب ماجاء فی الصلاة علی النجاشی ./ نسائی ج١ صـ ٢١٧

(٢) درمختار ج١ صـ ١٢١ باب صلوٰة الجنازة / بدائع الصنائع ج٢ صـ ٤٨

(٣) بخاری ج١ صـ ٨٥ کتاب الاذان باب الاذان مثنیٰ مثنیٰ / مسلم ج١ صـ ١٦٤ باب الامر بشفع الاذان وایتار الاقامة / ابن ماجه ج١ صـ ٢٤١ باب افراد الاقامة / ترمذی ج١ صـ ٤٨ / / ابوداؤد ج١ صـ ٧٥ / نسائی ج١صـ ٧٣ باب تثنیة الاذان (ترمذی وابن ماجه میں الا الاقامة نہیں ہے)

یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے کہیں اور تکبیر کے کلمات سوائے قد قامت الصلوٰة کے اکہرے کہیں، یہ بخاری مسلم کی حدیث ہے اور صاف ہے کہ تکبیر اکہری کہنی چاہئے، ابوداؤد نسائی، دارمی وغیرہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ کلمات تکبیر ایک ایک مرتبہ کہے سوائے قد قامت الصلوٰة کے (۱) لیکن اِس سرے سے اُس سرے تک حنفیوں میں پھر آیئے، ایک حنفی عالم غالباً ایسا نہ نکلے گا جو اسے مانے ہزاروں لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی اسے نہیں مانتا، نہ اس پر عمل کرنا جائز جانتا ہے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ حنفی مذہب اس کے برخلاف ہے" چنانچہ ھدایہ باب الاذان ص ۷۰ جلد اول میں ہے (۲) "والاقامة مثل الاذان "یعنی تکبیر بھی اذان کی طرح ہے (یعنی دوہری) کہے۔

حنفی بھائیو! اب کہئے کیا آپ حدیث مانیں گے؟ یا فقہ؟ کیا کلام الرسول کی عزت کریں گے یا کلام امتی کی؟

برادران! مانا کہ ایک حدیث میں تکبیر کا دوہرا کہنا بھی ہے (۳)

---

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۷٦ باب فی الاقامة / نسائی ج۱ صـ ۷۷ کیف الاقامة دارقطنی ج۱ صـ ۲۳۹ / دارمی ج۱ ۲۹۰ / ابن خزیمه ج۱ صـ ۱۹۳ / الفتح الربانی ج۳ صـ ۲۳ باب صفة الاذان والاقامة ./ دارمی ج۱ صـ ۲۹۰

(۲) هدایه ج۱ صـ ۸۷ باب الاذان / درمختار ج۱ صـ ٦۳ / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۳۵

(۳) وہ حدیث یہ ہے

" عن عبدالله بن زید قال کان اذان رسول اللهﷺ شفعاشفعا فی الاذان والاقامة . ترمذی ج۱ صـ ٤۸ باب ماجاء ان الاقامة مثنیٰ مثنیٰ .

گو وہ صحت میں اس پایے کی نہ ہو (۱) لیکن اس کے برابر مان لینے کے بعد بھی کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے؟ کہ اس حدیث سے انکار کر جائے؟ اگر حدیث ہونے کے اعتبار سے وہ قابل عمل وعقیدہ ہے. تو یہ کیوں نہ ہو؟ الحمد للہ اہل حدیث ایسے موقع پر سب کو مانتے ہیں، اوران کے ثبوت وصحت کی حیثیت کے مطابق سب کو قابل عمل جانتے ہیں، اسی طرح جس مسئلے میں جو حدیثیں ہوں اہل حدیث ان کا بٹوارہ نہیں کرتے بلکہ سب کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں پھر بھی سن لیجئے کہ اس مضمون سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ان حدیثوں کو آپ حنفی بھائیوں نے مل جل کر چھوڑ رکھا ہے اور یہ بالکل خلاف اسلام کام ہے۔ اس لئے ان چیزوں کو سامنے رکھ کر ہماری گذارش ہے کہ اولاً تو آپ اس دھوکے سے نکل جائیں جو خوب زوروں سے پھیلایا گیا ہے کہ فقہ حنفی بتمامہ حدیث ہے یعنی فقہ میں کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں دوسرے یہ آپ جان لیں کہ مقلد محض ہونے میں آپ کو کتنی حدیثوں کو جواب دینا پڑتا ہے؟ اور کس طرح بخاری مسلم کی صحیح صحیح روایتوں کو کھلم کھلا چھوڑنا پڑتا ہے؟ خدا ہمیں نیک توفیق دے۔

---

(۱) علامہ عبدالرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں لکھتے ہیں "ولما کانت احادیث افراد الاقامۃ اصح واثبت من احادیث تثنیتھا لکثرۃ طرقھا وکونھا فی الصحیحین کان الاخذ بھا اولیٰ . اقامت کے اکہری ہونے کی حدیثیں دوہری ہونے کی حدیثوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہیں اس لئے کہ اکہری اقامت کہنے کی حدیث صحیحین کی ہے اور کثرت طرق سے مروی ہے لہذا اکہری اقامت والی حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

شراب کا سرکہ

عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر یتخذ خلافقال لا "

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب بیان الخمر) (۱)

یعنی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے فتویٰ لیا گیا کہ شراب کا سرکہ بنالیا جائے؟ تو آپ نے فتویٰ دیا کہ ہرگز نہیں، ہے کوئی جو اس کی سند میں کوئی عیب نکال سکے؟ ہے کوئی جو اس کے معنیٰ میں کوئی ایچ پیچ کر سکے؟ صحیح ہے، صریح ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا حرام ہے، لیکن سارے حنفی اللہ کے رسول ﷺ کے اس حرام کو حلال بنائے ہوئے ہیں، ایک حنفی نہیں جو اس حدیث کو مانتا ہو، دیکھئے حنفی مذہب کی مقبول عام کتاب ھدایہ ص٤٨٣ ج٤ کتاب الاشربۃ میں ہے(۲)" واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلابنفسها اوبشیء یطرح فیها ولایکرہ تخلیلها" یعنی جب شراب کا سرکہ بن گیا تو وہ حلال ہو گیا، خواہ خود بخود بن جائے خواہ کوئی اور چیز ڈال کر اس کا سرکہ بنالیا جائے اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ بھی نہیں،

حنفی بھائیو! یہ ہے حدیث رسول کریم ﷺ کہ شراب کا سرکہ نہ بنایا جائے اور یہ ہے حنفی مذہب کہ شراب کا سرکہ بنانے میں کوئی کراہیت نہیں بلکہ شراب کا سرکہ بنانے سے وہ حلال ہو جاتا ہے کہو اب کیا مقبول ہے؟ اور کیا مردود ہے؟

---

(۱) مسلم ج۲ صـ ۱۶۳ باب تحریم تخلیل الخمر

(۲) هدایه ج٤ صـ ٤٩٩ کتاب الاشربة / فتاوی عالمگیری ج۵ صـ ٤١٠

عورتوں کا مسجد میں جانا

عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اذا استأذنت امرأة احدکم الی المسجد فلایمنعها "(متفق علیه مشکوٰة ص٩٦ ج١ باب الجماعة) (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانا چاہے تو وہ اسے روکے نہیں، یہ حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ عورتوں کو جماعت کے ساتھ مسجد میں آکر نماز پڑھنا جائز ہے، ہم مانتے ہیں کہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے (٢) لیکن اس حدیث سے مسجد میں آنے کی اجازت ہے باوجود اس کے حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ مکروہ ہے، چنانچہ هدایه کتاب الصلوٰة ص ١٠٥ جلداول(٣) میں ہے "ویکره لهن حضورا لجماعات "یعنی عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا مکروہ ہے، کہو حنفی بھائیو! حدیث کو مان کر اسے جائز جانو گے؟ یا فقہ پر ایمان لاکر اسے مکروہ مانو گے؟

---

(١) بخاری ج١ صـ ١١٩ باب خروج النساء الی المساجد باللیل / مسلم ج١ صـ ١٨٣ باب خروج النساء الی المساجد / دارمی ج١ صـ ٣٣٠ کتاب الصلوٰة الفتح الربانی ج٥ صـ ١٩٣ ابواب خروج النساء الی المساجد للجماعة / نسائی ج١ صـ ٨٢ النهی عن منع النساء من اتیانهن .

(٢) ابن مسعود سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا "صلوٰة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها . ابوداؤد ج١ صـ ٨٤ / الفتح الربانی ج٥ صـ ١٩٥ میں هے وبیوتهن خیرلهن / حاکم ج١ صـ ٢٠٩ / البیهقی ج٣ صـ ١٣١

اسی طرح ایک روایت احمد طبرانی بیہقی میں ہے۔ ام حمید ساعدیہ نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں آپ نے فرمایا قدعلمت وصلوتك فی بیتك خیرلك من صلوتك فی حجرتك وصلوٰتك فی حجرتها خیر لك من صلوٰتك فی دارك ، وصلوتك فی دارك خیرلك من صلوتك فی مسجد قومك وصلوٰتك فی مسجد قومك خیر لك من صلوٰتك فی مسجد الجماعة . / بحواله الفتح الربانی ج٥ صـ ١٩٨ .

(٣) هدایه ج١ صـ ١٢٦ باب الامامة / درمختار ج١ صـ ٨٣

سحری کی اذان کا مسئلہ

عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ ان بلالاینادی بلیل.......... (متفق علیه مشکوٰة باب فیه فصلان ص ٦٦ ج١) (١)

یعنی رسول اللہﷺ فرماتے ہیں حضرت بلال رات رہتے ہوئے اذان دیتے ہیں...... یہ حدیث صاف ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے حضورﷺ کے زمانہ میں ایک اذان کہی جاتی تھی، دوسری حدیث میں ہے کہ یہ اس لئے ہوتی تھی کہ تہجد گذار لوٹ جائیں اور سحری کے بندوبست میں لگ جائیں اور سوئے ہوئے لوگ بھی جاگ جائیں، (٢) لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ہدایہ جیسی فقہ حنفی کی معتبر کتاب کے ص ٧٤ ج١ باب الاذان میں ہے (٣) "ولایؤذن لصلوٰة قبل دخول وقتها" یعنی کسی وقت کی نماز کے لئے اس کے وقت سے پہلے اذان نہ کہے،

کہو حنفی بھائیو! اب حدیث مانو گے یا فقہ، اس مسئلہ کی پوری تفصیل مع تردید مخالفین ہماری کتاب اذان محمدی میں ہے۔ (٤)

---

(١) بخاری ج١ صـ ٢٥٧ باب قول النبیﷺ لایمنعکم من سحورکم اذ ان بلال / مسلم ج١ صـ ٣٤٩ باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر / الفتح الربانی ج١٠ صـ٢٥ باب وقت السحور واستحباب تاخیره

(٢) ملاحظہ نسائی ج١ صـ ٢٣٥ کیف الفجر ...... عن ابن مسعود عن النبیﷺ قال ان بلالا یوذن باللیل لینبه نائمکم ویرجع قائمکم

(٣) هدایه ج١ صـ ٩١ باب الاذان / بدائع الصنائع ج١ صـ ٣٨١

(٤) اہل حدیث اکیڈمی سے یہ کتاب شاندار کتابت وطباعت کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے

غلاموں پر حنفی مذہب کا ظلم

عن سمرة قال قال رسول اللهﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه ...... (مشکوٰۃ ص۳۰۱ ج۲ کتاب القصاص) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کردے ہم اسے اس کے بدلے قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کاٹ لے ہم بھی اس کی ناک کاٹ لیں گے، یہ حدیث صریح ہے کہ غلام کے قتل کا قصاص آزاد سے لیا جائے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ان کے مذہب کی اعلیٰ تر کتاب ھدایہ ص۵۴۷ ج ۴ باب مایوجب القصاص میں ہے(۲) "ولایقتل الرجل بعبده" یعنی کسی نے اپنے غلام کو قتل کردیا تو اس کے قصاص میں اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ کہو حنفی بھائیو! قانون محمدی کو سر چڑھاؤ گے؟ یا قانون حکومت حنفیہ کو؟

خون مسلم کی بے قدری

عن علی عن النبیﷺ قال .... الالایقتل مسلم بکافر (رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ج۲

---

(۱) ترمذی ج۱ صـ ۲۶۱ باب ماجاء فی الرجل یقتل عبدہ / ابوداؤد صـ ۶۲۰ من قتل عبده اومثل به ایقاد منه / ابن ماجه ج۲ صـ ۸۸۸ باب هل یقتل الحر بالعبد / دارمی ج۲ صـ ۲۵۰ کتاب الدیات / نسائی ج۲ صـ ۲۰۸ القود من السید للمولیٰ

(۲) هدایه ج٤ صـ ۵۶۳ باب مایوجب القصاص ومالا یوجبه / درمختار میں ہے ولاسید بعبده / درمختار ج۲ صـ ۲۸۲ فصل فیما یوجب القود ومالایوجبه

ص۳۰۱ کتاب القصاص) (۱)

یعنی خبردار مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا، یہ حدیث صاف ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے،اب اے حنفی بھائیو! بتلاؤ قانون مدنی مانو گے ؟یا قانون کوفی ؟جو کہتا ہے "والمسلم با لذ می "یعنی ذمی کافر کے قتل کے بدلے مسلمان کو قتل کردیا جائے گا(هد ایه باب مایوجب القصاص ص٥٤٧ ج٤) (٢).

قصاص میں برابری کامسئلہ

عن انس ان یهود یا رضّ رأس جاریة بین حجرین فقیل لها من فعل بك هذا أ فلا ن حتی سمی الیهود ی فاومت برأسها فجیء بالیهودی فاعترف وامربه رسول اللهﷺ فرض رأسه بالحجارة (متفق علیه مشکوٰة ص۳۰۰ ج۲ کتاب القصاص) (۳)

یعنی ایک یہودی نے ایک لونڈی کے سر کو پتھر سے کچل دیا، اس لونڈی سے دریافت کیا گیاکہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے ؟کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ اسی یہودی کانام لیاگیاتو اس نے اپنے سر کے اشارے

(۱) بخاری ج۲ صـ ۱۰۲۱ باب لایقتل المسلم بالکافر / ترمذی ج۱ صـ ۲٦۰ باب ماجاء لایقتل مسلم بکا فر ابوداؤد صـ ٦۲۳ باب ایقاد المسلم بالکافر / ابن ماجه ج۲ صـ ۸۸۷ باب لایقتل مسلم بکافر / نسائی ج۲ صـ ۲۰۸ باب القود بین الاحرار وا لمما لیك فی النفس / دارمی ج۲ صـ ۲٥۰ کتاب الدیات .

(۲) هدایه ج٤ صـ ٥٦۲ باب مایوجب القصاص وما لایوجبه / درمختار ج۲ صـ ۲۸۱ کتاب الجنایات فصل فیما یوجب القود ومالایوجبه .

(۳) بخاری ج۲ صـ ۱۰۱٦ باب اذا قتل بحجراوبعصا/ مسلم ج۲ صـ ٥۸ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیره / ترمذی ج۱ صـ ۲٥۹ باب ماجاء فیمن رضخ راسه بصخرة / ابوداؤد ج۲ صـ ٦۲۲ / ابن ماجه ج۲ صـ ۸۸۹ / نسائی ج۲ صـ ۲۱۲ .

سے اقرار کیا پھر یہودی کو بلوایا گیا اس سے پوچھا گیا اس نے بھی اقرار کیا، چنانچہ حضور ﷺ کے حکم سے اس یہودی کا سر بھی اسی طرح پتھر سے کچل دیا گیا، یہ حدیث صاف ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے پتھر سے سر کچل کر کسی کو مار ڈالا ہو تو قصاص اور بدلہ بھی اسی طرح اس کا سر کچل کر لیا جائے گا، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ان کی معتبر کتاب ہدایہ نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اس کے ص۵٤٧ باب مایوجب القصاص ج٤ (١) میں ہے ”ولایستوفیٰ القصاص الا بالسیف“ یعنی قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے، کہو حنفی بھائیو! کیا سوچا؟ حنفی فوجداری کا حکم بحال رہا؟ یا محمدی قانون بحال رہا؟

حنفی مذہب میں کتوں کی تجارت

عن ابی مسعود الانصاری ان رسول الله ﷺ نهیٰ عن ثمن الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن ”(متفق علیه مشکوٰة ص ٢٤١ ج١ کتاب البیوع) (٢)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے اور زانیہ کی اجرت زنا سے اور کاہن کے حلوے مانڈے سے منع فرمایا ہے، یہ حدیث صاف ہے کہ کتے کی

(١) هدایه ج٤ صـ ٥٦٣ باب مایوجب القصاص ومالایوجبه / درمختار ج٢ صـ ٢٨٣ فصل فیما یوجب القود ومالا یوجبه.

(٢) بخاری ج١ صـ ٢٩٨ باب ثمن الکلب کتاب البیوع / مسلم ج٢ صـ ١٩ باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی / ابوداؤد ج٢ صـ ٤٩٢ باب فی اثمان الکلب / ترمذی ج١ صـ ٢٤٠ باب ماجاء فی ثمن الکلب / نسائی ج٢ صـ ٢٠٠ باب بیع الکلب / دارمی ج٢ صـ ٣٣٢ (دارالکتاب العربی بیروت) / ابن ماجه ج٢ صـ ٧٣٠ کتاب التجارات / موطا صـ ٢٧١ کتاب البیوع / الفتح الربانی ج١٥ صـ ٣١ باب النهی عن ثمن الکلب

خرید و فروخت حرام ہے، مسلم شریف کی حدیث میں ہے " ثمن الکلب خبیث ...."(۱) کتے کی قیمت خبیث ہے یعنی حرام ہے، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جائز ہے چنانچہ ھدایہ ج۳ کتاب البیوع ص ۸۵ (۲) میں ہے " یجوز بیع الکلب والفھد والسباع "یعنی کتے کی، بھیڑیئے کی اور درندوں کی خرید و فروخت جائز ہے، کہو حنفی بھائیو! کتے کی خرید و فروخت کو حدیث کی ماتحتی میں حرام کہو گے؟ یا فقہ کی تقلید میں حلال کہو گے؟ دونوں چیزیں اور دونوں کے علٰحدہ علٰحدہ حکم آپ کے سامنے ہیں ،اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا میلان کدھر ہوتا ہے؟

مسجد میں نماز جنازہ کا مسئلہ

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان عائشة لماتوفی سعد ابن ابی وقاص قالت ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذلك علیها فقالت والله لقد صلی رسول اللهﷺ علی ابنی بیضآء فی المسجد سهیل واخیه(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۱۴۵ ج۱ باب المشی بالجنازۃ ......) (۳)

(۱) مسلم ج۲ صـ ۱۹ باب تحریم ثمن الکلب (ثمن الکلب خبیث ومهر البغی خبیث وکسب الحجام خبیث)
(۲) هدایه ج۳ کتاب البیوع مسائل منثورہ صـ ۱۰۱/ درمختار ج۲ کتاب البیوع باب المتفرقات صـ ۵۰ / بدائع الصنائع ج٤ صـ ۳۳٤ / البحر الرائق ج٦ صـ ۲۸٦ / فتاوی عالمگیری ج۲ صـ ۱۱٤
(۳) مسلم ج۱ صـ ۳۱۲ کتاب الجنائز فصل فی جواز الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد / الفتح الربانی ج۷ صـ ۲٤۷ باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد /ترمذی ج۱ صـ ۲۰۰ باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد / ابو داؤد ج۲ صـ ٤٥٤ الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد / ابن ماجه ج۱ صـ ٤٨٦ باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد / نسائی ج۱ صـ ۲۱۷

یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے ان کا جنازہ مسجد میں لانے کو فرمایا، تاکہ آپ بھی نماز جنازہ میں شرکت کریں، اس پر جب انکار کیا گیا تو آپ نے حدیث بیان کی کہ بیضاء کے دونوں لڑکے یعنی سہیل اور ان کے بھائی کے جنازے کی نماز رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ہی پڑھائی تھی، یہ حدیث صاف ہے کہ مسجد میں جنازے کی نماز باجماعت ادا ہو سکتی ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب هدایه ص ۱۶۱ فصل فی الصلوٰة علی المیت ج۱ (۱) میں لکھا ہے "ولایصلیٰ علی میت فی مسجد جماعة" یعنی جنازے کی نماز باجماعت مسجد میں ادا نہ کرنی چاہئے، کہو حنفی بھائیو! اب مدینے کی راہ چلو گے یا کوفے کی؟ حضرت ﷺ کی بات مانو گے؟ یاہدایہ والے کی؟

حرام عورت کو فقہ حنفی نے حلال کر دیا

عن ام سلمة ان رسول اللهﷺ قال انما انا بشر وانكم تختصمون الى ولعل بعضكم ان يكون الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحوما اسمع منه فمن قضيت له بشيء من حق اخيه فلايأخذ نه فانما اقطع له قطعة من ا لنار (مشكوٰة ص ۳۲۷ ج۲ باب الاقضية) (۲)

(۱) هدایه ج۱ صـ ۱۸۱ کتاب الجنائز فصل فی الصلوة علی المیت / درمختار ج۱ صـ ۱۲۳ / شرح وقایه ج۱ صـ ۲۰۸ / احناف نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے جس روایت کا سہارا لیا ہے اس کی حیثیت جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیں "درایت محمدی" کا حاشیہ نمبر۲ ص ۹۰

(۲) بخاری ج۲ کتاب الحیل صـ ۱۰۶۰ باب من قضی له بحق اخیه فلایاخذه / مسلم ج۲ صـ ۷٤ کتاب الاقضیة / ترمذی ج۱ صـ ۲٤۸ باب ماجاء فی التشدید علی من یقضی له بشیء لیس له ان یاخذه / ابوداؤد ج۲ صـ ۵۰٤ باب فی قضاء القاضی اذا اخطأ / نسائی ج۲ صـ ۲٦٤ مایقطع القضاء / ابن ماجه ج۲ صـ ۷۷۷ باب قضیة الحاکم لاتحل حراما ولاتحرم حلالا / موطا صـ ۲۹۹ کتاب الاقضیة.

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں انسان ہی ہوں تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص چرب زبان ہو اور میں اس کی سن کر اس کے حق میں فیصلہ دیدوں پس اگر میں اپنے فیصلے میں غلطی کر کے کسی کو اسکے کسی اور مسلمان بھائی کا حق دلوادوں تو وہ اسے ہر گز نہ لے۔ سنو! یہ تو جہنم کا ایک ٹکڑا ہے جس کا فیصلہ میں اس کے حق میں دے رہا ہوں بخاری مسلم کی یہ بہت صحیح حدیث کس وضاحت سے بتلا رہی ہے کہ خلاف واقعہ کوئی فیصلہ خود رسول اللہ ﷺ بھی کر دیں تو حرام حلال نہیں ہونے کا، اس فیصلے کی رُو سے بھی ایک کی چیز دوسرے کی فی الواقع نہیں ہونے کی۔ اس فیصلے کے بعد بھی کسی کو حق نہیں کہ دوسرے کی چیز اپنی کر لے، حنفی مذہب اتنے صاف مسئلے کو بھی نہیں مانتا اور بالکل اس کا خلاف کرتا ہے، چنانچہ مذہب حنفی کی سب سے اول نمبر کی معتبر کتاب ھدایہ ص ۲۹۳ ج ۲ فصل فی بیان المحرمات (۱) میں لکھا ہے " ومن ادعت علیه امرأة انه تزوجها واقامت بینة فجعلها القاضی امرأته ولم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها "یعنی کسی شخص پر کسی عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے، اس پر اس نے گواہی (جھوٹی) بھی گذار دی، اور قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے لیکن در حقیقت نکاح نہیں ہوا، تاہم اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا بسنا اور اس سے ہمبستری اور صحبت کرنا سب جائز ہے، کہو حنفی بھائیو! حدیث مانو گے یا فقہ؟ میں اس پر کچھ تفصیل نہیں لکھتا، صورت آپ کے سامنے ہے حدیث وفقہ کا جداگانہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے، اب آپ کو اختیار ہے کہ حدیث رسول کو مان کر اس مرد پر اس عورت کو اور اس عورت پر اس مرد کو اس صورت میں حرام کہیں، یا فقہ مان کر دونوں کو بغیر واقعی نکاح کے میاں بیوی مان لیں؟ حلال حرام کا معاملہ ہے، خدا لگتی کہنا۔

---

(۱) ھدایه ج۲ ص۔ ۳۱۳ کتاب النکاح فصل فی المحرمات / درمختار ج۱ ص۔ ۱۹۰ / البحرالرائق ج۳ ص۔ ۱۹۰ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص۔ ۲۸۳

تین طلاق والی کانان نفقہ

عن ابی سلمة عن فاطمة بنت قیس ان زوجها طلقها ثلثا فاتت النبی ﷺ فقال لانفقة لك الا ان تکونی حاملاً۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۸۸ ج۲ باب العدۃ) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنہیں ان کے خاوند نے تیسری طلاق دے دی تھی فرمایا کہ تم عدت تک کے کھانے پینے کے خرچ کی مستحق نہیں ہو بجز اس صورت کے کہ تم حمل سے ہو، یہ حدیث صاف ہے کہ جسے تیسری طلاق ہو گئی وہ نان نفقہ کی حقدار نہیں، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ حکم دیتا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت نان نفقہ کی حقدار ہے، چنانچہ حنفی مذہب کی اسی معتبر کتاب ھدایہ کے ص ۴۲۳ ج۲ کتاب الطلاق کی فصل (۲) میں ہے "**واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنیٰ فی عدتها رجعیا کان اوبائنا**" یعنی جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے خواہ رجعی طلاق ہو یعنی پہلی یا دوسری، خواہ بائن طلاق ہو، یعنی تیسری، پھر بھی اس کے ذمے اس کا نان نفقہ اور رہنے سہنے کی جگہ ہے،

کہو حنفی دوستو! وہ ہے حکم رسول، یہ ہے حکم فقیہ، وہ ہے حدیث، یہ ہے فقہ، کسے مانو گے؟ اور کس پر عمل وعقیدہ رکھو گے؟

---

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۳۱۲ کتاب الطلاق باب فی نفقة المبتوتة فاطمہ بنت قیس کا قصہ حدیث کی بیشتر کتابوں میں موجود ہے لیکن الاان تکونی حاملا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی حیثیت سے مسلم میں نہیں ہے بلکہ ابوداؤد میں ہے۔

(۲) ھدایہ ج۲ صـ ۴۴۳ کتاب الطلاق

عورتوں کا عیدگاہ میں آنا

عن ام عطية قالت ا مرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلا هن قالت امرأة يارسول الله احدانا ليس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها (متفق عليه مشكوٰة ص١٢٦ ج ١ باب صلوٰة العيدين) (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عید کی نماز کے لئے حائضہ عورتوں اور پردہ نشین جوان عورتوں کو بھی عیدگاہ بھیجا جائے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں اوران کی دعامیں موجودرہیں، ہاں حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں، ایک عورت نے کہاکہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایااسے اس کی کوئی ساتھ والی عورت اپنی چادر میں لے جائے، آپ نے خیال فرمایاکہ بخاری مسلم کی اس اول درجے کی صحیح حدیث میں عورتوں کو عیدگاہ جانے کی کس قدر تاکید ہے؟ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا اس کامسئلہ ہے کہ عورتیں عیدگاہ نہ جائیں، چنانچہ ھدایہ ص١٠٥ ج١ باب الامامة (٢) میں ہے "ویکرہ لھن حضور الجماعات" یعنی جوان عورتوں کو جماعت میں آنا مکروہ ہے اب حدیث مانوگے؟ یا حنفی مذہب کومان کر انھیں نہ جانے کی کہوگے؟(٣)

---

(١) بخاری ج١ صـ ٥١ باب وجوب الصلوٰة فی الثیاب / مسلم ج١ صـ ٢٩٠ کتاب العیدین / الفتح الربانی ج٦ صـ ١٢٥ ابواب العیدین / ترمذی ج١ صـ ١٢٠ باب فی خروج النساء فی العیدین / ابوداؤد ج١ صـ ١٦١ خروج النساء فی العید / نسائی ج١ صـ ١٧٧ خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین / ابن ماجه ج١ صـ ٤١٤ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین / بیھقی ج٣ صـ ٣٠٥-٣٠٦ / دارمی ج١ صـ ٤٥٨ خروج النساء فی العیدین

(٢) ھدایه ج١ صـ ١٢٦ / درمختار ج١ صـ ٨٣/ بدائع ج١صـ ٣٨٥

(٣) اس مسئلہ کی مزید معلومات کے لئے "جماعت محمدی" کامطالعہ کریں .

عید کی تکبیریں

عن کثیر بن عبداللہ عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ کبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعاً قبل القراۃ وفی الآخرۃ خمساً قبل القرأۃ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۱۲۶ ج۱ باب صلوٰۃ العیدین)(۱).

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز عید کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں، حنفی مذہب اس حدیث کو بھی نہیں مانتا وہ کہتا ہے "یکبر فی الاولیٰ للافتتاح وثلثا بعدها یقرأالفاتحة وسورة ویکبر تکبیرة یرکع بها ثم یبتدی فی الرکعة الثانیة بالقرأة ثم یکبر ثلثابعد هاویکبر رابعة یرکع بها (ہدایہ ج۱ ص ۱۵۳ باب العیدین)(۲) یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہے اور دوسری میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے، پس حدیث میں تو سات تکبیریں پہلی رکعت میں تھیں اور پانچ دوسری میں، حنفی مذہب میں تین پہلی میں رہیں تین ہی دوسری میں رہ گئیں ،اب حنفی بھائیوں سے سوال ہے کہ آیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ بارہ رکھیں گے یا حنفی مذہب کی مقرر کردہ چھ رکھیں گے چھ اور بارہ کا فرق اور حنفی محمدی کا فرق اور فقہ وحدیث کا فرق اور نبی وامتی کا فرق اور وحی وقیاس کا فرق سامنے رکھ کر جواب دینا۔

---

(۱) ترمذی ج۱ صـ ۱۱۹ باب فی التکبیر فی العیدین / ابن ماجه ج۱ صـ ۴۰۷ باب ماجاء فی کم یکبرالامام فی صلوٰۃ العیدین / دارمی ج۱ صـ ۴۵۷ باب التکبیر فی العیدین /دارقطنی ج۲ صـ ۴۶ کتاب العیدین / ابن خزیمه ج۲ صـ ۳۴۶ باب عددالتکبیر فی صلوٰۃ العیدین فی القیام قبل الرکوع

(۲) ہدایه ج۱ صـ ۱۷۳ باب العیدین / درمختار ج۱ صـ ۱۱۵ / شرح وقایه ج۱ صـ ۲۰۳ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۶۲۰

تکبیرات عید کا موقعہ

بھائیو! مندرجہ بالا حدیث جو ابھی آپ پڑھ کر آئے ہیں اسی کو پھر پڑھ جایئے، کیا اس میں صاف صاف موجود نہیں؟ کہ نماز عید کی دونوں رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ نے زائد تکبیریں قرأت سے پہلے کہیں ؟ لفظ ہی قبل القرأۃ " ہے پھر ہدایہ کی وہ عبارت بھی پڑھ جایئے جو ابھی اس کے اوپر کے نمبر میں گذری ہے کیا اس میں صاف نہیں کہ " ثم یکبر ثلثابعد ھا " دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تکبیریں کہے، پھر کیا کسی پر فقہ وحدیث کا یہ مقابلہ پوشیدہ رہا؟ اب فرمایئے کہ آپ اس مقابلہ میں کس طرف ہیں؟ محمدی لشکر میں یا فقہی فوج میں؟

قربانی کے دنوں کی گنتی

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ایام التشریق کلھا ایام ذبح (مسند احمد) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایام تشریق (یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک) سب دن قربانی کے دن ہیں۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینے میں قربانی تیرہویں تاریخ مکمل تک ہے لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے وہ کہتا ہے کہ صرف بارہویں تک ہی ہے، چنانچہ ھدایہ ص ۴۳۰ ج ۴ کتاب الاضحیۃ (۲) میں ہے " وھی جائزۃ فی ثلثۃ ایام یوم النحر ویومان بعدہ "یعنی قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ اور بارہ تاریخ ذی الحجہ کی،

کہو حنفی بھائیو! اب تمہیں کس پر اعتماد ہے؟ قول محمد ﷺ پر یا قول امتی پر؟

---

(۱) الفتح الربانی ج۱۳ ص۹۴ باب وقت الذبح / بیھقی ج۹ ص۲۹۶ -۲۹۵-۵۴۴/ دارقطنی ج۴ ص۲۸۴ کتاب الصید

(۲) ھدایہ ج۴ ص۴۴۶ کتاب الاضحیۃ / درمختار ج۲ ص۲۳۱

پیشاب کپڑے پر لگا ہے اور نماز پڑھ رہا ہے

عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ عامة عذاب القبر من البول
(مستدرك حاكم جلد اول ص ١٨٤) (١)

قبر کے عذاب کا سبب عموماً پیشاب ہے آپ نے سن لیا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کا رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں اور اس سے پرہیز نہ کرنے والے کو عذاب قبر سے ڈرا رہے ہیں، سب مسلمان جانتے ہیں کہ پیشاب ناپاک ہے لیکن حنفی مذہب کی معتبر کتاب هدایه ص ٦٠ ج١ باب الانجاس (٢) میں ہے **"فان انتضح علیه البول مثل رؤس الابر فذالك لیس بشیء"** یعنی اگر کسی پر سوئی کے ناکے کے برابر پیشاب کی چھوٹی چھوٹی چھینٹیں پڑ جائیں تو یہ کوئی چیز نہیں، بلکہ اس سے پہلے ٥٨ پر (٣) اسی کتاب میں اسی باب میں لکھتے ہیں **"وقدرالدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوة معه"**

یعنی ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر سخت ناپاک چیز لگ گئی ہو (یعنی کپڑے پر یا بدن پر) تو بھی اس کے ہوتے ہوئے نماز ہو جائے گی مثلاً کپڑے پر یا بدن پر ناپاک خون یا پیشاب یا مرغ کی بیٹ یا گدھے کا موت لگ گیا اس کے لگے ہوئے اس کے ہوتے ہوئے بھی نماز کا پڑھ لینا جائز ہے۔ کہو حنفی بھائیو! پیشاب کی چھینٹوں اور ہتھیلی کے برابر پیشاب لگے ہوئے سمیت حنفی مذہب کے مطابق نماز جائز جان کر پڑھ لوگے ؟ یا حدیث کے مطابق اس سے پرہیز فرض جانوگے ؟

---

(١) مستدرك حاكم ج١ صـ ١٨٣ عامة عذاب القبر من البول
(٢) هدايه ج١ صـ ٧٧ باب الانجاس وتطهيرها
(٣) هدايه ج١ صـ ٧٤ باب الانجاس وتطهيرها یہی بات فقہ کی ان کتابوں میں بھی / شرح وقايه ج١صـ ١٢٤ / بدائع الصنائع ج١ صـ ٢٣٣ / البحرالرائق ج١ صـ ٣٩٥ / فتاوی عالمگیری ج١ صـ ٤٥ .

نابینا کی امامت کا مسئلہ

عن انس قال استخلف رسول اللہ ﷺ ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمیٰ (مشکوٰۃ ص ۱۰۰ جلد اول باب الامامۃ) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنا خلیفہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا یہ نابینا تھے اور یہی صحابہ کی امامت کرتے تھے، یہ حدیث کس قدر صاف ہے کہ اندھا آدمی امام بن سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ اندھے کی امامت مکروہ ہے چنانچہ حنفی مذہب کی بڑی آن بان اور شوکت وشان والی کتاب ھدایہ ج۱ باب الامامۃ ص۱۰۱ (۲) میں ہے "ویکرہ تقدیم.........والاعمیٰ" یعنی جن کی امامت مکروہ ہے ان میں ایک اندھا آدمی بھی ہے۔ کہو حنفی دوستو! ایمان کا تقاضا اس وقت جب کہ حدیث اندھے کی امامت کو مکروہ نہیں بتلاتی اور فقہ مکروہ بتلاتی ہے، کیا ہے؟ حدیث کو ماننا یا حنفی مذہب کو ماننا؟

کتوں کی رنگی ہوئی کھال حنفی مذہب میں پاک ہے

عن ابی الملیح ابن اسامۃ عن ابیہ عن النبی ﷺ نھیٰ عن جلود السباع (مشکوٰۃ ص۵۳ جلد اول باب تطھیر النجاسات) (۳)

---

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۸۸ باب امامۃ الاعمیٰ / الفتح الربانی ج۵ صـ ۲۳۰ باب امامۃ الاعمیٰ والصبی والمرأۃ بمثلھا / بیھقی ج۳ صـ ۸۸ / مجمع الزوائد ج۲ صـ ۶۵

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۱۲۲ / شرح وقایہ ج۱ صـ ۱۵۲ / البحرالرائق ج۱ صـ ۱۱۰ / درمختار ج۱ صـ ۸۳

(۳) ابوداؤد ج۲ صـ ۵۷۰ کتاب اللباس باب فی جلود النمور / نسائی ج۲ صـ ۱۷۰ باب النھی من الانتفاع بجلود السباع / ترمذی ج۱ صـ ۳۰۷ کتاب اللباس / دارمی ج۲ صـ ۱۱۷ کتاب الاضاحی

یعنی رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کی ممانعت فرمائی، یہ حدیث صاف ہے کہ کتے، بھیڑیئے وغیرہ کی کھالیں ممنوع ہیں، لیکن حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ سوائے خنزیر اور انسان کی کھال کے اور کھالیں دباغت کے بعد پاک ہیں، انھیں پہن کر نماز ہو جاتی ہے ان کے ڈولوں میں پانی لے کر وضو ہو سکتا ہے چنانچہ ھدایہ جلد اول ص۲۴ باب الماء الذی ......(۱) میں ہے "کل اھاب دبغ فقد طھرجازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء منہ الا جلدالخنزیر والآدمی" یعنی ہر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے پھر اسے پہن کر نماز ہو سکتی ہے اور اس میں پانی لے کر وضو بھی جائز ہے، سوائے سور اور انسان کی کھال کے، کہو حنفی بھائیو! اب کتوں وغیرہ درندوں کی کھالوں کی نسبت آپ کا مذہب وہ رہے گا جو حدیث میں ہے؟ یا وہ جو فقہ میں ہے۔

کھیت اور باغ کی شرکت امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں

عن عبداللہ بن عمران رسول اللہ ﷺ دفع الیٰ یھود خیبر نخل خیبر وارضھا علیٰ ان یعتملوھا من اموالھم ولرسول اللہ ﷺ شطر ثمرھا (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۲۵۷ جلد اول باب المساقاۃ)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے باغات اور کھیت یہودیوں کو اس لئے دیئے کہ وہ کھیتی کریں، باغ بوئیں، محنت اور خرچ ان کا ہو اور جو پیداوار ہو

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۴۰ / قدوری صـ ۷ / شرح وقایہ ج۱ صـ ۸۳ / منیۃ المصلی صـ ۵۰ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۲۴۳ / درمختار ج۱ صـ ۳۸ / البحرالرائق ج۱ صـ ۱۷۹ / فتاوی عالمگیری ج۱ صـ ۲۵
(۲) بخاری ج۱ صـ۳۱۳ باب المزارعۃ مع الیھود / مسلم ج۲ صـ ۱۵ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ / ابوداؤد صـ ۴۸۴ باب فی المساقاۃ

اس میں سے آدھا ان کا اور آدھا رسول اللہ ﷺ کا، یہ حدیث صاف ہے کہ ایک کی زمین وغیرہ ہو دوسرے کی محنت اور خرچ وغیرہ ہو تو وہ آپس میں پیداوار کے حصے طے کر کے شرکت میں کھیت اور باغ کا نفع بانٹ سکتے ہیں، لیکن حنفی مذہب کی اعلیٰ ومعتبر کتاب هدایه کتاب المزارعة ص٤٠٨ ج٤ (١) میں ہے "قال ابوحنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة " یعنی تہائی چوتھائی حصہ مقرر کر کے شرکت میں کھیتی کرنی ناجائز ہے، کہو حنفی بھائیو! کیا فقہ مان کر یہ عقیدہ رکھ کر کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سردار ﷺ نے ایک ناجائز کام کیا یہی کہوگے کہ اس طرح کی شراکت باطل ہے؟ یا حدیث پر ایمان رکھ کر فقہ کے اس مسئلہ کو باطل کہہ کر وہ مانوگے جو خود رسول اللہ ﷺ نے کیا؟ دوستو! اگر فقہ کا کوئی مسئلہ رد ہو جائے تو تمہارا دل دکھے؟ اور حدیث رد ہو جائے تو تمہاری پیشانی پر بل بھی نہ آئے؟ حالانکہ شرط ایمان یہ ہے کہ حدیث رہے چاہے سب کے سب قول رد ہو جائیں، یہاں یہ بات بیان کر دینی نہایت ضروری ہے کہ امام صاحب کے اس مسئلہ کو ان کے دونوں شاگردوں نے نہیں مانا، (٢) بلکہ آج تک حنفی دنیا نے بھی اسے نہیں مانا، آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ سارے حنفی زمیندار کھیتیاں اسی طرح کرتے ہیں۔ پس ہماری طرف سے دعوت ہے کہ جس طرح اس مسئلے میں امام صاحب کے قول کو چھوڑ دیا گیا، اور پھر تقلید میں کوئی کمی نہ آئی، اسی طرح ہر اس مسئلے کو چھوڑ دیجئے جو حدیث کے خلاف ہو، یہی اہل حدیث کی چاہت ہے اور اسی کی وہ آپ کو دعوت دیتے ہیں۔

---

(١) هدایه ج٤ ص ٤٢٤ کتاب المزارعة / درمختار ج٢ ص ٢٢٣ کتاب المزارعة

(٢) (ایضاً) (وقالا جائزة)

حنفی مذہب نے چار قسم کی شراب حلال کر رکھی ہے

عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ کل مسکر خمرو کل مسکر حرام (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۳۱۷ ج۲ باب بیان الخمر) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ فرماتے ہیں نشہ لانے والی ہر چیز خمر (یعنی شراب) ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے، یہ بالکل صحیح حدیث آپ کے سامنے ہے جس نے ہر نشے والی چیز کو شراب اور شراب کو حرام قرار دے دیا ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، حنفی مذہب کی معتبر کتاب ھدایہ ص ۴۸۰ ج ۴ کتاب الاشربۃ (۲) میں ہے " **ان مایتخذ من الحنطة وا لشعیر والعسل والذرة حلال عندابی حنیفة ولایحد شاربه وان سکرمنه** " یعنی گیہوں، جو، شہد اور جوار کی بنائی ہوئی (پینے کی چیز) حلال ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور اس کے پینے والے کو حد بھی نہ لگائی جائے گی، گو اس کے پینے سے اسے نشہ بھی چڑھ گیا ہو، حنفی بھائی! حدیث پر عمل کر کے انھیں حرام کہیں گے؟ یا فقہ پر عمل کر کے اسے حلال کہیں گے؟ بلکہ ابو داؤد میں حدیث ہے حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ حضورﷺ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور ہیں بھی مزدور پیشہ لوگ، ہم گیہوں سے ایک قسم کی پینے کی چیز بنا لیتے ہیں جس سے ہمیں قوت حاصل ہوتی ہے اور سردی کی تکلیف بھی نہیں ہوتی، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس سے نشہ ہوتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں نشہ تو ہوتا ہے آپ نے فرمایا پھر اس سے بالکل دور رہو، انھوں نے کہا کہ اچھا میں یہ فرمان تو آپ کا پہنچا دوں گا

(۱) مسلم ج۲ صـ ۱۶۷ کتاب الاشربة / ابوداؤد ج۲ صـ ۵۱۸ باب ماجاء فی السکر / ابن ماجه ج۲ صـ ۱۱۲۴ باب کل مسکر حرام
(۲) ھدایه ج۴ صـ ۴۹۶ / بدائع الصنائع ج۵ صـ ۴۹۷ / قدوری صـ ۲۲۳ / درمختار ج۲ صـ ۲۶۰

لیکن لوگ (بوجہ عادت اور ضرورت وفوائد) اسے چھوڑیں گے نہیں، آپ نے فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جہاد کرو۔(۱)

برادران! یہ حدیث بھی بہت صاف ہے اور اس میں لفظ موجود ہیں کہ گیہوں کی شراب بھی حرام ہے لیکن حنفی مذہب اسے حلال کہتا ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر نبوی پر خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جب آیت حرمت شراب نازل ہوئی اس وقت ان پانچ چیزوں کی شراب بنتی تھی، انگور کی، کھجور کی، شہد کی، گیہوں کی، جو کی۔(۲)

مسلمانو! سنا آپ نے گیہوں جو اور شہد کی شراب کی حرمت قرآن میں نازل ہوئی لیکن حنفی مذہب ان تینوں کو حلال کہتا ہے، اب جوار کی شراب کی نسبت بھی صاف حدیث سن لیجئے! مسلم شریف میں ہے کہ ایک یمنی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے یہاں جوار سے ایک پینے کی چیز بنتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں نشہ لاتی ہے آپ نے فرمایا نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے(۳)

دوستو! ان حدیثوں پر دوبارہ نظر ڈال جاؤ، گیہوں کی، جو کی اور شہد کی شراب کو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا، قرآن نے حرام بتلایا، اور حنفی مذہب حلال کہتا ہے، اب انصاف سے کہو کہ خدا رسول کی بات ماننی چاہئے یا کسی

---

(۱) عن دیلم الحمیری قال سألت النبی ﷺ فقلت یارسول اللہ ﷺ انا بارض باردة نعالج فیها عملا شدیدا وانا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوی به علی اعمالنا وعلی برد بلادنا قال هل یسکر قلت نعم قال فاجتنبوه فقلت فان الناس غیر تارکیه قال فان لم یترکوه فقاتلوهم (ابوداؤد ج۲ صـ ۵۱۸ کتاب الاشربة)

(۲) بخاری شریف میں ہے "عن ابن عمر قال قام عمر علی المنبر فقال اما بعد نزل تحریم الخمر وهی من خمسة العنب والتمر والعسل والحنطة والشعیر (بخاری ج۲ صـ ۸۳۸ کتاب الاشربة)

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مسلم ج۲ صـ ۱۶۷ باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام

اور کی؟ جو حدیثیں اس مسئلے کی میں نے یہاں نقل کی ہیں سب مشکوۃ میں موجود ہیں، آیئے میں آپ کو ایک اور صاف حدیث بھی سنادوں ترمذی ابن ماجہ اورابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں " ان من الحنطة خمراومن الشعیر خمراومن التمر خمراومن الزبیب خمرا ومن العسل خمراً"(۱) یعنی گیہوں، جو، کھجور، کشمش اور شہد کی بھی شراب ہے، یہ بھی یاد رہے کہ جتنے مسائل اس کتاب میں میں نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک حدیث وارد کی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان مسائل میں یہی ایک ایک ہی حدیث ہے، نہیں بہت بہت ساری حدیثیں ہر ہر مسئلے پر ہیں، لیکن ہمیں تو یہاں فقہ وحدیث، حنفی، محمدی، اہل حدیث اور اہل فقہ۔ مقلد اور متبع کا فرق واضح طور پر دکھانا ہے، اس لئے ہم نے بطور اختصار ایک ایک حدیث پر اور ایک ہی کتاب کی فقہ کی عبارت پر اکتفا کی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہیں کہ ہمیں وہ ایسا بے ادب نہ بنادے کہ ہم حدیث کو کسی کے قول پر قربان کردیں۔ حنفی مذہب کے ایک سو مسائل ہماری کتاب هدایت محمدی میں دیکھئے۔(۲)

شرابیوں کو شرعی سزا معاف

عن انس ان النبی ﷺ ضرب فی الخمر .... (متفق علیه مشکوٰۃ ص۳۱۵ جلد۲ باب حد الخمر) (۳)

---

(۱) ترمذی ج۲ ص۹ باب ماجاء من الحبوب التی یتخذ منها الخمر / ابن ماجه ج۲ ص۱۱۲۱ باب مایکون منه الخمر / ابوداؤد ج۲ ص۵۱۷ باب الخمر ماهی

(۲) یہ کتاب بھی جدید کتابوں کے حوالے اور مفید حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے اہل حدیث اکیڈمی مئو سے طلب فرمائیں۔

(۳) عن انس بن مالك ان النبی ﷺ ضرب فی الخمر بالجرید والنعال وجلد ابوبکر اربعین (بخاری ج۲ ص۱۰۰۲ باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر / مسلم ج۲ ص۷۱ باب حد الخمر)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے شراب کے پینے والے پر حد لگائی، یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اور اس سے اوپر کی ہدایہ کی آپ عبارت پڑھئے اس میں موجود ہے کہ گو نشہ چڑھ گیا ہو پھر بھی ان شرابوں کے پینے والوں پر حد نہیں (۱)

پس اے حنفی بھائیو! سوچ سمجھ کر جواب دو کہ فرمان رسول مقبول؟ اور اس کے خلاف جو ہے وہ مردود؟ یا حدیث قابل رد؟ اور فقہ مقبول؟

تھوڑی شراب پی لینا حنفی مذہب میں حرام نہیں

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام

(ابوداؤد مشکوٰۃ ص۳۱۷ ج۲ باب بیان الخمر) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس چیز کی زیادتی نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے دوسری حدیث میں ہے کہ ایک فرق (یعنی تین صاع یعنی تقریباً آٹھ سیر) چیز اگر نشہ لائے تو وہ چیز گو مٹھی بھر ہو تو بھی حرام ہے (۳) لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جو پیالی نشہ لائے وہ ہمارے نزدیک حرام ہے مثلاً دس جام پینے سے نو میں نشہ نہیں آیا تو وہ تو حلال ہیں دسواں جام جو آخری ہے جو نشہ لایا وہ حرام ہے، چنانچہ ھدایہ ج ٤

---

(۱) ان مایتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولایحد شاربه وان سکر منه (هدایه ج٤ صـ ٤٩٦)

(۲) ترمذی ج ۲ صـ۸ ابواب الاشربة / ابوداؤد ج۲ صـ ٥١٨ باب ماجاء فی السکر کتاب الاشربة / ابن ماجه ج۲ صـ ١١٢٤ کتاب الاشربة (اس روایت کی سند میں ایک راوی زکریا بن منظور ہیں اور یہ ضعیف ہیں)

(۳) ما اسکر الفرق منه فملأ الکف منه حرام ترمذی ج۲ صـ ۸ باب ماجاء مااسکر کثیرہ فقلیله حرام / ابوداؤد ج۲ صـ ٥١٩

(۳) هدایه ج٤ صـ ٤٩٧ کتاب الاشربة / فتاوی عالمگیری ج٥ صـ ٤١٤

ص ٤٨١ کتاب الاشربة (١) میں ہے "ولان المفسد ھو القدح المسکروھو حرام عندنا" یعنی اور اس لئے کہ مفسد آخری جام ہے اور وہی ہمارے نزدیک حرام ہے۔

حصول طاقت کے لئے شراب نوشی حنفی مذہب میں حلال ہے

اوپر کی حدیث پھر پڑھ جائیے اور اس سے پہلے کی بھی، جن میں حرمت شراب صاف موجود ہے، آیت قرآن بھی شراب کی حرمت میں مسلمانوں کو معلوم ہے (٢) شراب کا اپنی جملہ اقسام سے اسلام میں حرام ہونا اس قدر مشہور ہے کہ غیر مسلم بھی اسے جانتے ہیں، لیکن حنفی مذہب کی نہایت ہی معتبر کتاب ھدایہ ص ٤٨١ ج ٤ کتاب الاشربة (٣) میں ہے "عصیر العنب اذاطبخ حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثه حلال وان اشتد" یعنی شیرہ انگور (جو شراب ہے) جب پکالیا جائے یہاں تک کہ دو تہائی جاتا رہے اور ایک تہائی باقی رہے تو وہ حلال ہے، گو اس میں نشہ پیدا کرنے کا مادہ بھی موجود ہو گیا ہو، پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہ اس شرط سے حلال ہے کہ "اذا قصد به التقوی" جب اس سے ارادہ قوت حاصل کرنے کا ہو۔ اگر ارادہ لہو ولعب کا ہے۔ تو بیشک حرام ہے،

کہئے حنفی بھائی اب کیا کہیں گے ؟ فقہ کو مان کر اس شراب کو اس ارادے سے پینا حلال کہیں گے ؟ یا حدیث کو مان کر شراب کو حرام ہی کہیں گے

(١) ھدایه ج٤ صـ ٤٩٧ کتاب الاشربة / فتاوی عالمگیری ج٥ صـ ٤١٤
(٢) یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدة ٥/ ٩٠)
(٣) ھدایه ج٤ صـ ٤٩٧ کتاب الاشربة / قدوری صـ ٢٢٣ / فتاوی عالمگیری ج٨ صـ ٤١٢

؟ایسے ہی خطرناک چھ سو مسائل کا مجموعہ ہماری کتاب سیف محمدی میں ملاحظہ فرمایئے۔(۱)

مردہ مچھلی کا مسئلہ

عن ابی هریرة...... فقال رسول اللہ ﷺ هو الطهور ماء ہ والحل میتته(رواه مالك مشكوٰة ص۵۱ ج۱ باب احکام المیاه) (۲)

یعنی سمندر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ اس حدیث کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، چنانچہ ھدایہ ج ٤ ص ٤٢٦ کتاب الذبائح فصل فیما یحل ...... (۳) میں ہے "**ویکره اکل الطا فی منه**" یعنی جو مچھلی مر کر پانی پر آجائے اس کا کھانا مکروہ ہے،

حنفی بھائیو! آپ خود خیال فرمالیجئے کہ حدیث میں ہے دریا کا مرا ہوا حلال۔ آپ کے مذہب میں ہے کہ دریا کی مری ہوئی مچھلی جو پانی پر آجائے مکروہ۔ اب فرمایئے کہ اس فقہ و حدیث کی لڑائی میں آپ کس فوج میں بھرتی ہوں گے؟

---

(۱) یہ کتاب بھی جدید کتابوں کے حوالے اور مفید حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے اہل حدیث اکیڈمی مئو سے طلب کر سکتے ہیں۔

(۲) مؤطاامام مالك صـ ۷ الطهور للوضوء / ترمذی ج۱ صـ ۲۱ کتاب الطهارة / الفتح الربانی ج۱ صـ ۲۰۱ کتاب الطهارة / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۱ باب الوضوء بماء البحر / دارقطنی ج۱ صـ ۳٤ باب فی ماء البحر / نسائی ج۱ صـ ۱۰ باب فی ماء البحر / ابن ماجه ج۱ صـ ۱۳٦ باب الوضوء بماء البحر / دارمی ج۱ صـ ۲۰۱ باب الوضوء من ماء البحر / ابن خزیمه ج۱ صـ ۵۹ باب الرخصة فی الغسل والوضوء من ماء البحر

(۳) ھدایه ج٤ صـ٤٤۲ کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکله ومالایحل

کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۵۳ ج۱ باب تطھیر النجاسات) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کے برتن میں سے کتا پی جائے تو وہ اسے سات مرتبہ دھو ڈالے، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا اس کی فقہ کی معتبر کتاب۔ ہدایہ ص۲۸ جلد اول کتاب الطہارۃ فصل فی الأسار (۲) میں لکھا ہے "**یغسل الاناء من ولوغہ ثلثا**" یعنی کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھویا جائے۔ کہو حنفی بھائیو! حضور ﷺ سات مرتبہ کا حکم دیں، آپ کا مذہب تین مرتبہ کا حکم دے، اب آپ کیا مانیں گے؟ اور کس سے انکار کریں گے؟

نیت تیمّم

انما الاعمال بالنیات (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث) (۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے لیکن حنفی مذہب کہتا ہے "**ولا یشترط نیۃ التیمم ......**" یعنی تیمّم میں نیت شرط نہیں کہ جنابت کا ہے یا وضو کا (ہدایہ ج ۱ ص ۳۴) (۴)

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۹ باب اذا شرب الکلب فی الاناء / مسلم ج۱ صـ ۱۳۷ باب حکم ولوغ الکلب / ترمذی ج۱ صـ ۲۷ ابواب الطھارۃ / نسائی ج۱ صـ ۱۰ کتاب الطھارۃ / الفتح الربانی ج۱ صـ ۲۱۹ باب فیما جاء فی سور الکلب / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۰ / ابن ماجہ ج۱ صـ ۱۳۰ باب غسل الاناء من ولوغ الکلب / دارمی ج۱ صـ ۲۰٤ باب فی ولوغ الکب

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ٤٥ کتاب الطھارۃ فصل فی الاسار

(۳) بخاری ج۱ صـ ۲ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ / مسلم ج۲ صـ ۱٤۰

(۴) ھدایہ ج۱ صـ ٥١ باب التیمم (لایشترط نیۃ التیمم للحدث اوللجنابۃ)

ولی نکاح

عن ابی موسیٰ عن النبی ﷺ قال لانکاح الا بولی (رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ مشکوٰۃ ص ۲۷۰ جلد۲ باب الولی) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں، آپ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سن لیا؟ اب حنفی مذہب کا فیصلہ سنئے! ھدایہ ص ۲۹۳ باب فی الاولیاء جلد۲ (۲) میں ہے "وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضائھا وان لم یعقد علیھا ولی بکراً کانت اوثیبا " یعنی آزاد عقلمند بالغہ عورت کی رضامندی سے بغیر ولی کے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ حنفی بھائیو! کہو اب تم کونسے کا فیصلہ مانو گے یا مدینے کا؟

قوم مومن کی دل آزاری

عن علی عن النبی ﷺ قال المسلمون تتکافأ دماء ھم واموالھم ...... (مشکوٰۃ ص ۳۰۱ جلد دوم کتاب القصاص)(۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب مسلمان جان ومال کے اعتبار سے برابر ہم کفو ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر کوئی فضیلت نہیں۔ (۴) دنیا جانتی ہے کہ قرآن کریم نے سب مسلمانوں کو، ادنیٰ اور اعلیٰ کو ایک ہی کر دیا ہے اور فرمادیا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

---

(۱) الفتح الربانی ج۱۶ صـ ۱۰۵ باب لانکاح الابولی / ترمذی ج۱ صـ ۲۰۸ کتاب النکاح باب ماجاء لانکاح الا بولی / ابوداؤد ج۱ صـ ۲۸۴ باب فی الولی / ابن ماجه ج۱ صـ ۶۰۵ باب لانکاح الا بولی / دارمی ج۲ صـ ۱۸۴

(۲) ھدایه ج۱ صـ ۳۱۳ باب فی الاولیاء والاکفاء

(۳) ابوداؤد ج۲ صـ ۶۲۳ باب ایقاد المسلم بالکافر/ نسائی ج۲ صـ ۲۰۸ باب القود بین الاحرار والممالیك فی النفس

(٤) لافضل لعربی علیٰ عجمی ولالعجمی علی عربی مسنداحمد ج۵ صـ ٤۱۱

یہی وہ مساوات ہے جسے صرف اسلام ہی نے قائم کی اور جس پر مسلمانوں کو فخر ہے اور بجا فخر ہے اور ہمیشہ تک رہے گا، لیکن آہ ! حنفی مذہب نے اس کے جوڑ الگ کر دیئے، اس نے نکاح کے لئے کفو کی شرط لگا دی،(۱) اور پھر مسلمانوں میں وہ تفرقہ اندازی کی کہ اگر آج سب مسلمان حنفی ہو جائیں تو وہ تیر میر ہو کہ پناہ بخدا، ہم اس وقت اس کفو کے دیگر مسائل کو چھوڑ کر صرف ایک بڑے مسئلے کو ہی لیتے ہیں، جس سے ہزارہا مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے، اور جس نے مسلمانوں کی ایک قابل قدر جماعت کو محض اس وجہ سے مسلمانوں کی اعلیٰ برادری سے خارج کر دیا ہے کہ ان کا پیشہ کپڑا بننے کا ہے۔ وہ صاف لکھتا ہے:

"کالحجام والحائك والدباغ"۔ یعنی جیسے پچھنا لگانے والے اور جلاہے[انصاری]اور کھال رنگنے والے (ھدایہ ص ۳۰۱ ج ۲) (۲)

نکاح کے بارے میں تو کھلے لفظوں میں رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ صرف دینداری اور اخلاق دیکھ لو، دینداری اور اچھی عادتوں والا پیغام نکاح دے تو کبھی انکار نہ کرو۔(۳) یہاں حنفی مذہب کا یہ حکم ہے کہ جلاہا سید کا بلکہ اور اعلیٰ پیشہ کے لوگوں کا بھی ہمسر اور کفو نہیں بلکہ اسی ہدایہ کے

---

(۱) ہدایہ و در مختار میں ہے "الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ .... واذا زوجت المرأۃ نفسها من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینهما (ھدایہ ج۲ کتاب النکاح فصل فی الکفاءۃ صـ ۳۱۹ / درمختار ج۱ صـ ۱۹٤

/ شرح وقایہ میں ہے "روی الحسن عن ابی حنیفة عدم جوازه ای عدم جواز النکاح من غیر کفو وعلیه فتوی قاضیخان . شرح وقایہ ج۲ صـ ۱۸ باب الولی والکفو.

(۲) ھدایہ ج۳ صـ ۳۲۱ فصل فی الکفاءۃ

(۳) تنکح المرأۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداك (بخاری ج۲ صـ ۷٦۲ باب الاکفاء فی الدین / مسلم ج۱ صـ ٤۷٤ باب استحباب نکاح ذات الدین

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الاتفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد عریض ترمذی ج۱ صـ ۲۰۷ باب ماجاء من ترضون دینه فزوجوه.

ص ۳۰۰(۱) میں ہے کہ اگر عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے تو اس کے ولی اسے اس کے خاوند سے الگ کرا سکتے ہیں، اب آپ کو عموماً اور ہمارے مومن بھائیوں کو خصوصاً اختیار ہے کہ حدیث پر عامل بن کر مسلمانوں کی اعلیٰ برادری میں رہیں؟ یا فقہ پر عمل کرکے مسلمانوں کی اعلیٰ برادری سے خارج ہو جائیں۔

باجہ گاجہ اور راگ راگنی

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع (رواہ البیھقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ جلد دوم ٤١١ باب البیان والشعر) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گانا دل میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو، یہ حدیث صاف دلیل ہے اس بات پر کہ گانا، گانا سننا سب ممنوع ہے، ممنوع کام جس مجلس میں جن لوگوں میں ہوتا ہو وہاں بیٹھنا بھی ممنوع ہے لیکن حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ھدایہ ص٤٣٩ ج٤ کتاب الکراھیۃ (۳) میں ہے " **من دعي الىٰ وليمة اوطعام فوجد ثمه لعبا اوغناء فلا بأس بان يقعد ويأكل قال ابوحنيفة ابتليت بهذا مرة فصبرت** " یعنی جو شخص ولیمے کی یا کھانے کی دعوت دیا گیا، پھر وہاں اس نے کھیل یا گانا پایا تو بھی اس کے وہاں بیٹھنے اور کھانے میں کوئی ڈر خوف نہیں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی اس میں مبتلا کیا گیا تو میں نے صبر کیا،

---

(۱) اذا زوجت المرأة نفسها من غير كفو فللاولياء ان يفرقوا بينهما (ھدایہ ج۲ صہ ۳۱۹ فصل فی الکفاءۃ)

(۲) شعب الایمان

(۳) ھدایہ ج٤ کتاب الکراھیۃ صہ ٤٥٥ / فتاوی عالمگیری ج٥ صہ ۳٤۳

حنفی بھائیو! حدیث کا مسئلہ اور آپ کی فقہ کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے جو چاہو قبول کرو؟ اور جسے چاہو رد کردو۔

حیلوں سے رد حدیث

عن مالك قال بلغني ان رسول الله ﷺ كان يأمر باستبراء الاماء بحيضة ان كانت ممن تحيض وثلاثة اشهران كانت ممن لاتحيض وينهى عن سقى ماء الغير (مشکوٰۃ ص ۲۹۰ ج ۲ باب الاستبراء) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لونڈی کو ایک حیض تک روکے رکھنا چاہیئے تاکہ اس کے پیٹ میں بچہ ہونے نہ ہونے کا علم ہو جائے، اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے تک اسے ہاتھ نہ لگائے، یہ حرام ہے کہ اپنا پانی دوسرے کی کھیتی کو پلائے یعنی دوسرے سے حمل ہو اور پھر بھی یہ صحبت کرے، مسلمان بھائیو! کیا یہ حدیث صاف نہیں کہ لونڈی خریدی جائے اس کو جب تک ایک حیض نہ آجائے اس سے اس کے خریدار کا ملنا حرام ہے؟ حنفی مذہب کا فیصلہ سنئے! ہدایہ ص ۴۵۰ ج ۴ کتاب الکراھیۃ (۲) میں ہے **"لاباس بالاحتيال لاسقاط الاستبراء عند ابي يوسف"** یعنی امام ابویوسف کے نزدیک کوئی نہ کوئی حیلہ کر کے اس ایک حیض تک ٹھہرنے کی مدت کو ہٹا دینے میں کوئی حرج نہیں، سنا آپ نے حدیث کے صاف حکم کو حیلے سے ٹال دینا کوئی حرج نہیں رکھتا، اس کے بعد اسی کتاب میں حیلے لکھے ہیں کہ کس طرح اللہ کے رسول ﷺ کے اس تاکیدی فرمان کو ٹال دیا جائے اور کس

(۱) دارقطنی مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۹ / ابوداؤد ص ۲۹۳ باب فی وطی السبایا

(۲) ھدایہ ج ۴ ص ۴۶۶ کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ

طرح اس حرام کو حلال کر لیا جائے "فنعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا" ہاں ہمارا روئے سخن تو آپ سے ہے اب اس صورت میں آپ کیا مانیں گے؟ حنفی مذہب یا محمدی فرمان؟

كعبة الله کی بے حرمتی

عن ابی هريرة الا لايحج بعد العام مشرك ولايطوفن بالبيت عريان (متفق عليه مشكوٰة ص۲۲۷ جلد ا باب دخول مكة ......)(۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے منادی کرائی کہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص طواف بیت اللہ نہ کرے۔

برادران! یہ حدیث بخاری مسلم جیسی اعلیٰ درجے کی صحیح کتابوں کی آپ کے سامنے ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ کسی مشرک کو مسجد حرام میں آنا جائز نہیں۔ یہ حدیث ہی نہیں خود قرآن نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے "انما المشركون نجس فلايقربوا المسجد الحرام "(۲) مشرک نجس ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ لیکن آہ! حنفی مذہب اسے نہیں مانتا یہ ہے حنفی مذہب کی بہترین کتاب ہدایہ جس کے ص۴۵۸ جلد ۴ کتاب الکراھیة(۳) میں لکھا ہے "لابأس بان يدخل اهل الذمة المسجد الحرام" یعنی ذمی کافر کے مسجد حرام میں آنے میں کوئی ڈر، خوف یا حرج نہیں، کہو حنفی بھائیو! اب کس پر ایمان لاؤ گے؟ قرآن وحدیث پر یا حنفی مذہب پر؟

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۲۰ كتاب المناسك باب لايطوف بالبيت عريان ولايحج مشرك / مسلم ج۱ صـ ۴۳۵ باب لايحج البيت مشرك ولايطوف بالبيت عريان / ابوداؤد ج۱ صـ ۲۶۸ باب يوم الحج الاكبر / ترمذی ج۱ صـ ۱۷۵ باب ماجاء في كراهية الطواف عريانا

(۲) التوبة ۹/۲۸

(۳) هدايه ج۴ صـ ۴۷۴ كتاب الكراهية مسائل متفرقة

ناجائز کو جائز کردیا

عن ابن عمرقال نهیٰ رسول اللهﷺ ان یصلی ...... فوق ظهر بیت الله (رواه الترمذی مشکوٰة ص۷۱ باب المساجد جلد اول) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے سات جگہ نماز پڑھنی حرام قرار دی ان میں ایک جگہ بیت اللہ شریف کی چھت ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی چنانچہ هدایه ص۱۶۵ جلد اول باب الصلوٰة فی الکعبة (۲) میں لکھا ہے "**من صلیٰ علی ظهر الکعبة جازت صلوته**" جو شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے کہو حنفی بھائیو! اب حدیث مانو گے؟ یا فقہ؟

عورتوں کو عورتوں کی امامت

عن ام ورقة ...... امرها ان تؤم اهل دارها (ابوداود مع عون المعبود جلد اول ص۲۳۰ باب امامة النساء) (۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں، مستدرك حاكم ص۲۰۳ جلد اول

---

(۱) عن ابن عمر قال نهیٰ رسول الله ﷺ ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام وفی مواطن لابل وفوق ظهربیت الله / ترمذی ج۱ صـ ۸۱ باب ماجاء فی کراهیة مایصلی علیه وفیه / ابن ماجه ج۱ صـ ۲٤٦ باب المواضع التی تکره فیها الصلوٰة

(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۸۵ باب الصلوٰة فی الکعبة / درمختار ج۱ صـ ۱۲۸ باب الصلوٰة فی الکعبة (یصح فرض ونفل فیها وفوقها)

(۳) ابوداؤد ج۱ صـ ۸۷ باب امامة النساء / مصنف عبدالرزاق میں ہے تؤم المرأة النساء وتقوم وسطهن . حضرت عائشہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں. / الفتح الربانی ج۵ صـ ۲۳۳ باب امامة الاعمیٰ والصبی والمرأة بمثلها

کتاب الصلوٰۃ باب امامة المرأة (۱)میں ہے "عن عائشة انها تؤم النساء وتقوم وسطهن" یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور بیچ صف میں کھڑی ہوتی تھیں، لیکن حنفی مذہب ان حدیثوں کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "یکره للنساء ان یصلین وحدهن الجماعة" (هدایه ص۱۰۳ باب الامامة جلد اول)(۲) یعنی صرف عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کہو حنفی بھائیو! اب رسول اللہ ﷺ کی مانو گے یا فقہ کی؟

بچوں کی امامت

عن عمرو بن سلمة قال فقدمونی بین ایدیهم وانا ابن ست اوسبع سنین...... (مشکوٰۃ ص۱۰۰ جلد اول باب الامامة)(۳)

یعنی حضرت عمرو بن سلمہ اپنی قوم کے امام تھے اس وقت ان کی عمر چھ سات سال کی تھی، یہ حدیث صاف ہے کہ چھوٹا بچہ جبکہ قرآن کا زیادہ قاری ہو وہ امامت کر سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا اس مذہب کی سب سے بڑی کتاب هدایه ص۱۰۳ باب الامامة جلداول (٤)میں لکھا ہے "ولایجوز للرجال ان یقتدوابامرأة اوصبی" یعنی مردوں کو جائز نہیں کہ

(۱) مستدرك حاکم ج۱ صـ ۲۰٤ (عن عائشة انها کانت توذن وتقیم وتوم النساء وتقوم وسطهن)
(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۲۳ باب الامامة / درمختار ج۱ صـ ۸۳ / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۵۲
(۳) بخاری ج۲ صـ ٦۱٦ کتاب المغازی باب مقام النبی ﷺ بمکة زمن الفتح / الفتح الربانی ج۵ صـ ۲۳۲ باب امامة الاعمیٰ والصبی والمرأة بمثلها/ابوداؤد ج۱ صـ ۸٦ باب من احق بالامامة / نسائی ج۱ صـ ۹۰ باب امامة الغلام قبل ان یحتلم
(ف) نسائی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن سلمہ کی عمر آٹھ سال کی تھی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ سات یا آٹھ سال کے تھے۔
(٤) هدایه ج۱ صـ ۱۲۳ باب الامامة

عورتوں کی یا بچوں کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔ کہو حنفی بھائیو! اب آپ کا کیا فیصلہ ہے جائز مان کر حدیث کو سر آنکھوں پر رکھ کر محمدی بنو گے؟ یا ناجائز مان کر فقہ کو سر آنکھوں پر رکھ کر حنفی بنو گے؟

نماز میں کتر بیونت

عن ابی حمید الساعدی قال فی نفر من اصحاب رسول الله ﷺ انا احفظکم لصلوٰۃ رسول الله ﷺ فاذا جلس فی الرکعۃ الآخرۃ قدم رجلہ الیسریٰ ونصب الاخریٰ وقعد علیٰ مقعدہ (مشکوٰۃ ص۷۵ جلد۱) (۱)

یعنی حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں دعویٰ کرتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا حافظ میں ہوں، پھر حضور ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ آخری رکعت میں بیٹھتے جس میں سلام پھیرنا ہوتا تو اپنے بائیں پیر کو داہنی طرف نکال کر دائیں پیر کے نیچے کو زمین پر ٹکا کر بائیں ران پر بیٹھتے، یہ بخاری شریف کی روایت ہے ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے "حتی اذا کانت السجدۃ التی فیھا التسلیم اخر رجلہ الیسریٰ وقعد متورکا علی شقہ الایسر" (۲) یعنی جس رکعت میں سلام پھیرنا ہوتا اس کے التحیات میں آپ تورک کرکے بیٹھتے بائیں جانب پر بیٹھتے بایاں پاؤں

(۱) بخاری ج۱ ص۔ ۱۱٤ باب سنۃ الجلوس فی التشھد / الفتح الربانی ج۳ ص۔ ۱۵٤ جامع صفۃ الصلوٰۃ / ترمذی ج۱ ص۔ ٦۵ / ابوداؤد ج۱ ص۔ ۱۳۸ باب من ذکر التورك فی الرابعۃ / ابن ماجہ ج۱ ص۔ ۳۳۸ باب اتمام الصلوٰۃ

(۲) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج۱ ص۔ ۱۳۸ باب من ذکر التورك فی الرابعۃ

ایک طرف نکال دیتے۔ ان صریح اور صحیح حدیثوں کو حنفی مذہب نہیں مانتا اس کا فرمان ہے کہ "جلس فی الاخیرۃ کما جلس فی الاولیٰ"(۱) یعنی آخری التحیات کی بیٹھک بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلی التحیات کی، کہو حنفی بھائیو! اب کیا نماز اس طرح پڑھو گے جس طرح حنفی مذہب نے پڑھی؟ یا اس طرح پڑھو گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی؟

تجارت کا مسئلہ

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا ...... (مشکوٰۃ ص ۲۴۳ جلد ۱)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ خرید فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک کہ الگ الگ نہ ہو جائیں یہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ دو شخص جو لین دین کر لیں جب تک جدا نہ ہوں گاہک اور بیوپاری دونوں کو بیع کے باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، اس

---

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۱۱ باب صفة الصلوٰة

(۲) البیعان بالخیار مالم یتفرقا اویختارا / ترمذی ج۱ صـ ۲۳۶ باب ماجاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا / بخاری ج۱ صـ ۲۸۳ / ابن ماجه ج۲ صـ ۷۳۶ بخاری وابن ماجہ میں "اویختارا" کا لفظ نہیں ہے۔
متفق علیہ حدیث میں یوں ہے "المتبایعان کل واحد منهما بالخیار علیٰ صاحبه مالم یتفرقا الابیع الخیار / بخاری ج۱ صـ ۲۸۳ باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا / مسلم ج۲ صـ ٦ باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین / مسلم کی ایک روایت یوں ہے "اذا تبایع المتبایعان فكل واحد منهما بالخیار من بیعه مالم یتفرقا اویکون بیعهما عن خیار فاذا كان بیعهما عن خیار فقد وجب. مسلم ج۲ صـ ٦ باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین . بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے "اویقول احدهما لصاحبه اختر

مذہب کی معتبر کتاب هدایه ج۳ صـ ۲ کتاب البیوع(۱) میں ہے "واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الا من عیب اوعدم رؤیة " یعنی جب ایجاب قبول ہوچکا بیع لازم ہو گئی دونوں میں سے ایک کو بھی اب اختیار باقی نہیں، ہاں سودا عیب دار ہو یا دیکھا ہی نہ ہو تو اور بات ہے،

کہو حنفی بھائیو! تجارت محمدی شرع پر کرو گے؟ یا حنفی مذہب پر؟

قانون شہادت

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قضیٰ بیمین وشاهد۔ (مشکوٰة ص۳۲۷ ج۲ باب الاقضیة کتاب الامارة) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ لے کر پھر مدعی کو قسم کھلا کر فیصلہ فرمایا، یہ حدیث کھلی دلیل ہے کہ ایک گواہ کے بعد دوسرا گواہ میسر نہ آنے پر مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اس صریح اور صحیح حدیث کو نہیں مانتا، ان کی مذہبی کتاب هدایه باب الیمین کتاب الدعویٰ ص۱۸۷ جلد۳(۳) میں ہے "**ولا ترد الیمین علی المدعی**" یعنی مدعی کی جانب قسم نہ لوٹائی جائے،

کہو حنفی بھائیو! حدیث وفقہ کے حکم کا اختلاف آپ کے سامنے ہے، اب کیا آپ قانون مدنی کا احترام کریں گے؟ یا قانون کوفی کا؟

---

(۱) هدایه ج۳ صـ ۲۰ کتاب البیوع

(۲) مسلم ج۲ صـ ۷٤ کتاب الاقضیة / ابن ماجه ج۲ صـ ۲۳٦۷ باب القضاء بالشاهد والیمین / ابوداؤد ج۲ صـ ۵۰۸ باب القضاء بالیمین والشاهد

(۳) هدایه ج۳ صـ ۲۰۳ کتاب الدعوی باب الیمین

وتر میں اختلاف

عن سعد بن هشام ...... يصلي تسع ركعات لايجلس فيها الا في الثامنة فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولايسلم فيصلي التاسعة ثم يقعد فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليما (رواه مسلم مشكوٰة ص ۱۱۱ ج ۱ باب الوتر)(۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ رات کو نو رکعت نماز پڑھتے آٹھویں رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھتے پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے،

دوستو! کیا یہ حدیث صریح اور صحیح اس امر پر نہیں؟ کہ نو رکعت ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں، لیکن آپ کا حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ آٹھ سے زیادہ رکعتیں ایک سلام سے پڑھنی مکروہ (یعنی حرام) ہیں دیکھئے آپ کے مذہب کی اول نمبر کی کتاب ھدایہ ص ۱۲۷ جلداول کتاب الصلوٰة باب النوافل (۲) میں ہے " فاما نافلة الليل قال ابوحنيفة ان صلىٰ ثمان ركعات بتسليمة جاز وتكره الزيادة على ذالك وقالا لايزيد بالليل على ركعتين بتسليمة " یعنی امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں رات کی نماز میں آٹھ رکعت تک تو ایک سلام سے پڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ کا ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور ان کے دونوں شاگردان رشید فرماتے ہیں کہ ایک سلام سے دو رکعت سے زیادہ پڑھے ہی نہیں، حنفی بھائیو! اب تم کہو امام صاحب کی مانو گے ؟یا ان کے شاگردوں کی؟ یا رسول اللہ ﷺ کی؟

---

(۱) مسلم ج۱ صـ ۲۵٦ باب صلوٰة الليل وعدد ركعات النبي... / الفتح الرباني ج٤ صـ ۲۹۸ ابواب الوتر / نسائي ج۱ صـ ۱۹۳ كيف الوتر بسبع / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۷٦ باب ماجاء في الوتر بثلاث وخمس وسبع وتسع / بيهقي ج۳ صـ ۳۰ وج۲ صـ ۵۰۰ / ابن خزيمه ج۲ صـ ۱٤۲ باب اباحة الوتر بسبع ركعات

(۲) هدايه ج۱ صـ ۱٤۷ كتاب الصلوٰة باب النوافل / درمختار ج۱ صـ ۹۵

قرآن دشمنی

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللهﷺ لاصلوٰة لمن لم یقرأبفاتحة الکتاب (مشکوٰة جلد۱ص ۷۸) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ فرماتے ہیں جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف کہتا ہے کہ "**وهو مخیر فی الاخیرین معناه ان شاء سکت وان شاء قرأ وان شاء سبح**" (ھدایہ جلد اول ص۱۲۸ کتاب الصلوٰة فصل القرأة)(۲) یعنی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں نماز پڑھنے والا مختار ہے یعنی اگر چاہے چپکا کھڑا رہے اگر چاہے پڑھے اگر چاہے سبحان اللہ کہہ لے،

ناظرین! میں یہاں مقتدی کی قرأت کے اختلاف میں بحث نہیں کررہا، ان پرانے مسائل کو تو میں نے اس مضمون میں چھوا بھی نہیں، یہاں تو مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کی رو سے کسی نماز کی کوئی رکعت بغیر الحمد شریف پڑھے نہیں ہوتی،لیکن حنفی مذہب اسے سرے سے مانتا ہی نہیں، نہ صرف مقتدی کے حق میں بلکہ اکیلے نمازی کے لئے، امام کے لئے بھی اس کا مسئلہ ہے کہ ظہر، عصر، عشاء کی نماز میں اسے اختیار ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں صرف

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۰۴ کتاب الاذان / مسلم ج۱ صـ ۱۶۹ باب وجوب قرأة الفاتحة فی کل رکعة / الفتح الربانی ج۳ صـ ۱۹۴ باب وجوب قرأة الفاتحة / ترمذی ج۱ صـ ۵۷ باب ماجاء انه لاصلوٰة بفاتحة الکتاب / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۱۹ باب من ترك القرأة فی صلوٰته / نسائی ج۱ صـ ۱۰۵ ایجاب قرأة فاتحة الکتاب فی الصلوٰة / ابن ماجه ج۱ صـ ۲۷۳ باب القرأة خلف الامام

(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۴۸ باب النوافل فصل فی القرأة

سبحان اللہ کہہ کر رکوع کرلے، سورہ فاتحہ کا بلکہ قرآن کا ایک لفظ بھی نہ پڑھے، تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی بلکہ سبحان اللہ بھی نہ کہے، نہ قرآن پڑھے، نہ الحمد پڑھے صرف ذرا سی دیر چپکے ہی چپکے کھڑا ہو کر بغیر کچھ پڑھے بھی سجدہ کرلے تو اسے اختیار ہے، اب اے کلمہ گو بھائیو! تم رسول اللہ ﷺ کی مانو گے؟ یا حنفی مذہب کی؟

عدم وجوب قرأت

اور لطف کی بات سنئے! فرض نماز کا تو حنفی مذہب میں یہ حکم ہے لیکن نفلی نمازوں میں وہ چاروں رکعتوں میں قرأت واجب مانتا ہے چنانچہ ہدایہ کے اسی صفحہ میں ہے "والقرآءة واجبة فی جمیع رکعات النفل" یعنی نفلی نماز کی ہر ہر رکعت میں قرأت واجب ہے، پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں "وان صلیٰ اربعاً ولم یقرأ فیهن شیئا اعاد رکعتین [وهذا عندا بی حنیفة ومحمد وعند ابی یوسف یقضی اربعاً]"(۱) یعنی اگر کسی نے چار رکعت نفل نماز ادا کی اور چاروں میں قرأت نہیں کی تو اسے دو رکعتوں کو دہرانا چاہئے، امام ابو حنیفہ و محمدؒ کی رائے یہی ہے، لیکن ابو یوسف کہتے ہیں کہ چاروں رکعتوں کو دہرانا چاہئے، اسے تو جانے ہی دیجئے کہ یہ الٹ پلٹ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں تو اس وقت اپنے دوستوں کو صرف یہ بتلانا ہے کہ حدیث جو اوپر کے نمبر میں گذری آپ کے سامنے ہے اور اس کے بالکل برخلاف حنفی مذہب بھی آپ کے سامنے ہے، اب آپ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں مانیں جسے چاہیں جواب دیں، یعنی ترک کردیں۔

(۱) ہدایہ ج۱ ص۱۴۸ باب النوافل فصل فی القرأة

فرضوں کے ہوتے ہوئے سنتیں

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ الا المکتوبۃ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۹۶ کتاب الصلوٰۃ) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب فرض نماز کی اقامت یعنی تکبیر ہو گئی پھر سوائے اسی فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہے، لیکن حنفی مذہب کا فرمان ہے "من انتھیٰ الیٰ الامام فی صلوٰۃ الفجر وھو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہ رکعۃ ویدرك الاخریٰ یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل "(۲) یعنی جو شخص امام کے پاس اس حال میں پہنچے کہ صبح کی نماز ہو رہی ہو اور اس نے دو رکعتیں سنت نہ پڑھی ہوں، تو اگر اسے خوف ہو کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت جماعت سے پالے گا تو اسے چاہئے کہ مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعتیں سنت پڑھ کر پھر جماعت میں مل جائے۔

حنفی بھائیو! اب کہو رسول اللہ ﷺ کا تو حکم ہے کہ جماعت کھڑی ہونے پر نماز حرام، حنفی مذہب کا حکم ہے کہ باوجود جماعت کھڑی ہو جانے کے گو ایک رکعت فوت بھی ہو جائے صبح کی دو سنتیں پڑھ لے، پس اہل حدیث کا مذہب تو یہ ہے کہ اس موقعہ پر حدیث مانی جائے فقہ چھوڑی جائے، اس وقت کسی اور کی حدیث کے مقابلے میں ماننا منع ہے، لیکن آجکل کی تقلید یہ ہے کہ حدیث چھوڑدی جائے اور فقہ مانی جائے، اب کہو تم مقلد رہو گے؟ یا محقق بنو گے؟ حدیث مانو گے یا فقہ پر عمل کرو گے؟

---

(۱) مسلم ج۱ ص ۲۴۷ باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن فی اقامۃ الصلوٰۃ / الفتح الربانی ج۵ ص ۳۳۲ باب لاصلوٰۃ بعد الاقامۃ الاالمکتوبۃ / ترمذی ج۱ ص ۹۶ کتاب الصلوٰۃ / ابوداؤد ج۱ ص ۱۸۰ باب اذا ادرك الامام ولم یصل رکعتی الفجر / نسائی ج۱ ص ۱۰۰ کتاب الصلوٰۃ مایکرہ من الصلوٰۃ عند .... / ابن ماجہ ج۱ ص ۳۶۴ دارمی ج۱ ص ۰ مہ باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ الا المکتوبۃ / امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے باب اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ الا المکتوبۃ ج۱ ص ۹۱

(۲) ھدایہ ج۱ ص ۱۵۲ باب ادراك الفریضۃ / درمختار ج۱ ص ۱۰۰ / شرح وقایہ ج۱ ص ۱۷۹

صبح کی قضا شدہ سنتوں کا وقت

عن محمد بن ابراھیم عن قیس بن عمرو قال رئ النبی ﷺ رجلاً یصلی بعد صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الصبح رکعتین رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الآن فسکت رسول اللہ ﷺ.(رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ جلد۱ کتاب الصلوٰۃ باب اوقات النھی ص ۹۵) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد ایک صحابی کو دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ نماز صبح تو دو ہی رکعت ہے، اس نے جواب دیا کہ فرض سے پہلے جو دو سنتیں ہیں انھیں میں نے نہیں پڑھی تھیں وہ میں نے اب ادا کیں، یہ سن کر حضور ﷺ خاموش ہوگئے، ترمذی میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، (۲) یہ حدیث کھلی دلیل ہے کہ جس شخص کی فجر کی سنت چھوٹ گئی ہو وہ بعد از فرض انھیں ادا کر سکتا ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، وہ کہتا ہے کہ اگر صبح کی سنتیں کسی کی چھوٹ گئی ہوں وہ بعد از فرض سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا، چنانچہ ھدایہ جلد۱ ص ۱۳۲ کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ (۳) میں لکھا ہے

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۱۸۰ باب من فاتتہ متی یقضیھا / الفتح الربانی ج۲ صـ ۳۱۲ باب مشروعیۃ قضاء مایفوت من الصلوٰۃ النافلۃ والاوراد / ابن ماجہ ج۱ صـ ۳۶۵ باب ماجاء فیمن فاتتہ الرکعتان قبل صلوٰۃ الفجر حتی یقضیھما / دارقطنی ج۱ صـ ۴۱۹ باب لاصلوٰۃ بعد الفجر الا سجدتین / مستدرک حاکم ج۱ صـ ۲۷۵ قضاء سنۃ الفجر... / بیھقی ج۲ صـ ۴۸۳ / ترمذی ج۱ صـ ۹۶

(۲) عن قیس قال خرج رسول اللہ ﷺ فاقیمت الصلوٰۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی ﷺ فوجدنی اصلی فقال مھلا یا قیس اصلاتان معا قلت یارسول اللہ انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذاً (ترمذی ج۱ صـ ۹۹ باب ماجاء فی من تفوتہ الرکعتان قبل الفجر یصلیھما بعد صلوٰۃ الصبح.)

(۳) ھدایہ ج۱ صـ ۱۵۲ باب ادراک الفریضۃ

"اذا فاتته رکعتا الفجر لایقضیهما قبل طلوع الشمس
"یعنی جب کسی کی فجر کی دو سنتیں چھوٹ جائیں تو وہ انھیں سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔

کہو حنفی بھائیو! کیاارادہ ہے؟ ہم حدیث کو مانیں یا آپ کی فقہ کو؟

سنتیں گرادیں

مذکورہ حدیث کو پھر پڑھ لیجئے اس میں موجود ہے کہ صبح کی ان سنتوں کی قضا ہے لیکن حنفی مذہب سرے سے ان سنتوں کی قضا کا قائل ہی نہیں یہ تو آپ نے ہدایہ کی عبارت میں اوپر پڑھ لیا کہ سورج نکلنے سے پہلے ان کی قضا نہ کرے، اب سنئے اسی کتاب میں اسی صفحے میں اسی عبارت کے ساتھ لکھتے ہیں "ولابعد ارتفاعها" (۱) یعنی سورج چڑھ جانے کے بعد بھی ان کی قضا نہ کرے

حنفی بھائیو! اب یہ آپ کی سمجھ پر موقوف ہے اور آپ کے ایمان پر موقوف ہے کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کا فرمان مانیں، یا جس کی تقلید کرتے ہیں اس کا قول حرز جان بنائیں؟

حکم کے بدلے منع

عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس (ترمذی جلد۱ ص : ۵۹ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی اعاد تهما........) (۲)

(۱) هدایه ج۱ صہ ۱۵۲
(۲) ترمذی ج۱ صہ ۹۶ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی اعاد تهما بعد طلوع الشمس

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو صبح کی دو سنتیں نہ پڑھ سکا ہو وہ سورج نکلنے کے بعد انہیں پڑھ لے۔

دوستو! یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اوپر کے نمبر کی فقہ کی عبارت بھی آپ کے سامنے ہے، حدیث میں حکم، فقہ میں منع، کہو اب عمل کس پر رہے گا؟

سنتوں کی قضا کو بھی گرادیا

عن کریب .... قال رسول اللہ ﷺ یابنة ابی امیة سألت عن الرکعتین بعد العصر انه اتانی ناس من عبد القیس فشغلونی عن الرکعتین اللتین بعد الظھر فھما ھاتان (متفق علیه مشکوٰۃ جلداول ص۹۵ کتاب الصلوٰۃ باب اوقات النھی) (۱)

مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد عبدالقیس کے لوگ آگئے اس مشغولی میں آپ سے ظہر کے فرضوں کے بعد کی دو سنتیں چھوٹ گئیں، جنھیں آپ نے بعد از نماز عصر قضا کیں، یہ حدیث صاف ہے کہ سنتوں کی قضا کر سکتے ہیں، لیکن حنفی مذہب اس صاف اور صریح بخاری مسلم کی صحیح حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ "**واما سآئرالسنن سواھا لاتقضی بعدالوقت وحدھا**" ھدایه جلد اول باب ادراك الفریضة ص۱۳۳ (۲) یعنی ظہر، مغرب، عشاء کی سنتیں جو چھوٹ گئی ہوں، صرف انھیں وقت گذرنے کے بعد قضا کرنا نہیں ہے، اے حنفی بھائیو! اب کہو فیصلہ نبوی کو مانو گے یا مسئلہ ہدایہ کو؟

---

(۱) بخاری ج۱ ص۸۳ کتاب مواقیت الصلوٰۃ / مسلم ج۱ ص۲۷۷ باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا / الفتح الربانی ج۲ ص۳۱۴ / ابوداؤد ج۱ ص۱۸۱ باب الصلوٰۃ بعدالعصر / ترمذی ج۱ ص۴۵

(۲) ھدایه ج۱ ص۱۵۲ باب ادراك الفریضة

حنفی روزے کا نمونہ

عن ابی هریرة..... فقال رسول اللهﷺ هل تجد رقبة تعتقها
(متفق علیه مشکوٰة جلد۱ ص ۱۷٦ کتاب الصوم) (۱)

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا اسے رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، یہ طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزوں کا حکم دیا، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث سامنے رکھ کر کفارہ کے اس مسئلہ کو پڑھ کر اب حنفی مذہب کے اس مسئلے پر بھی ذرا نظریں ڈالو۔

ھدایہ جلداول ص۱۹۹ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء(۲) میں ہے" **لوجامع میتة اوبهیمة فلاکفارة انزل اولم ینزل** " یعنی مردہ عورت سے اور چوپائے سے جو مجامعت کرے اس پر کفارہ نہیں خواہ اسے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، بلکہ فتاوی قاضی خان میں ہے "وکذا النائمة والمجنونة اذاجا معهما زوجهما علیهما القضاء دون الکفارة "(۳) یعنی اسی طرح اگر سوئی ہوئی عورت سے، دیوانی عورت سے، ان کا خاوند جماع کر لے تو ان پر قضا ہے کفارہ نہیں، میں اس مسئلے پر کچھ نہیں لکھتا صرف آپ سے یہ

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۵۹ کتاب الصوم باب اذا جامع رمضان ولم یکن له شیء فتصدق علیه فلیکفر / وکتاب الهبة صـ ۳۵٤ ج۲ صـ ۹۹۲، ۸۰۸، ۸۹۹، ۹۱۰ / مسلم ج۱ صـ ۳۵٤ / ابوداؤد صـ ۳۲۵ / ترمذی صـ ۱۵٤ / مسنداحمد ج۲ صـ ۲٤۱، ج٦صـ ۲۷٦، ابن ماجه ج۱ صـ ۵۳٤ / موطا صـ ۹۷ / دارقطنی ج۲ صـ ۲۰۸ / دارمی ج۲ صـ ۱۹ / مصنف عبدالرزاق ج٤ صـ ۱۹٤ / سنن کبریٰ للبیهقی ج٤ صـ ۲۲۱

(۲) هدایه ج۱ صـ ۲۱۹ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء/ البحرالرائق ج۲ صـ ۱۸۳ / درمختار ج۱ صـ ۱۵۰ / بدائع الصنائع ج۲ صـ ۲٤٤ / فتاوی عالمگیری ج۱ صـ ۳۰۵ / فتاویٰ قاضی خان ج۱ صـ ۹۸

(۳) فتاوی قاضی خان ج۱ صـ ۹۹ فصل فیما یفسد الصوم

عرض ہے کہ حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے جماع رمضان شریف کے روزے کی حالت میں کیا اسے اللہ کے رسول ﷺ نے کفارہ دینے کو فرمایا۔ لیکن حنفی مذہب نے سوئی ہوئی عورت، دیوانی عورت مردہ عورت سے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں جماع کرنے والے کو کفارہ سے آزاد کر دیا ہے، اب فرمائیے! غیرت، حمیت، سمجھ، فقہ، قیاس، ایمان، عدل وانصاف، فراست ودانائی، بھلائی، برائی کی تمیز، انسانیت اور اسلام کسے قبول کرتا ہے، اور کسے رد کرتا ہے؟

سود خواری

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الربٰو سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل أمه (رواہ ابن ماجه مشکوٰۃ جلداول ص۲۴۶ کتاب البیوع باب الربو) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سود کے ستر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سود کی حرمت اور اس حرمت کی سختی آپ کو معلوم ہوگئی، حدیث کا یہ رخ آپ کے سامنے آگیا، اب آیئے حنفی مذہب کو دیکھئے، اس کی معتبر کتاب ھدایه جلد۳ ص۷۰ کتاب البیوع باب الربو(۲) میں ہے " **ولابین المسلم والحربی فی دار الحرب** " یعنی مسلمان اور حربی کافر میں دارالحرب میں سود لینے میں کوئی حرج نہیں،

مسلمان حنفی بھائیو! اب فرمائیے حدیث کو مان کر فقہ کے اس مسئلے کو غلط کہو گے؟ یا فقہ کو مان کر اس حدیث کو رد کردو گے؟

---

(۱) ابن ماجه ج۲ صـ ۷٦٤ باب التغلیظ فی الربا (یہ روایت ضعیف ہے)

(۲) ھدایه ج۳ صـ ۸٦ / درمختار ج۲ صـ ۴۳ / البحرالرائق ج٦ صـ ۳۲٦ / قدوری صـ ۸۳ اسی صفحہ میں ہے " لاربوٰ بین المولیٰ وعبدہ " غلام اور آقا کے درمیان کوئی سود نہیں یعنی آقا اپنے غلام سے سود لے سکتا ہے۔

حلالہ کی لعنت

عن عبدالله بن مسعود قال لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۸٤ کتاب النکاح)(۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی جو حلالہ کرے اور اس پر بھی جس کے لئے حلالہ کیا جائے، تین طلاقیں جس عورت کو دیدی جائیں پھر اس سے دوسرا اس لئے اور اس شرط پر نکاح کرے کہ دخول کرتے ہی طلاق دے دے گا تاکہ تین طلاقیں دینے والے شوہر کے لئے یہ حلال ہو جائے اسے حلالہ کہتے ہیں، اس فعل کے کرنے کرانے والے دونوں بزبان رسول معصوم ﷺ ملعون ہیں، اور یہ فعل باعث لعنت ہے لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ ایسا کرنے سے یہ عورت اس مرد کے لئے حلال ہو جائے گی، چنانچہ هدایه جلداول ص ۳۸۰ کتاب الطلاق فصل فی ماتحل ....(۲) میں ہے "فان طلقها بعد وطيها حلت للاول" یعنی حلالہ کرنے والے نے مجامعت کے بعد اسے طلاق دیدی تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گئی، خیال فرمائیے کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سر تاج ﷺ جس کام کو حرام اور لعنت کا باعث کہیں، حنفی مذہب اسے حلال کر دینے کا باعث کہتا ہے۔ کہو حنفی بھائیو! اب کسے مانو گے؟ حدیث کو یا فقہ کو؟

---

(۱) دارمی ج۲ نکاح ۵۳ / ابن ماجه ج۱ صـ ٦۲۲ باب المحلل والمحلل له / ابوداؤد باب فی التحلیل / مسنداحمد ج۱ صـ ۵۱ و ٤۵۰ ،ج۲صـ ۳۳۳ ،صحیح سنن الترمذی للالبانی صـ ۳۲٦ / مستدرك حاکم ج۲ صـ ۱۹۹

(۲) هدایه ج۲ صـ ٤۰۰ کتاب الطلاق فصل فیما تحل به المطلقة

ایک کو تین کر دیا

ان ابا الصھبا قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علیٰ عھد النبی ﷺ وابی بکر وثلاثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم (صحیح مسلم شریف جلد۱ ص۴۷۸)(۱)

یعنی حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ ایک دفعہ کی ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانے اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے تین سال کے زمانے تک ایک ہی شمار ہوتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسی تین طلاقیں ایک ہی کر دی جاتی تھیں، یہ صحیح حدیث صریح ہے کہ جو شخص تین طلاقیں ایک ساتھ اپنی بیوی کو دے وہ شمار میں اور حکم میں ایک ہی کے ہو سکتی ہیں، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وکان عاصیا"(۲) یعنی اگر کسی شخص نے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں یا ایک ہی طہر میں تین دیدیں تو ہے وہ گنہ گار ہے وہ طلاق، طلاق بدعت لیکن واقع ہو جائے گی، پس حدیث میں تو تھا کہ ایسی تین طلاقیں ایک کر دی جائیں گی، اور حنفی مذہب میں ہے کہ وہ تین رہیں گی، اب تم کہو حنفی بھائیو! تین یا ایک؟

حرام کو حلال کر دیا

عن عقبۃ بن الحارث انہ تزوج ابنۃ لابی اھاب بن عزیز فاتت امرأۃ فقالت انی قد ارضعت عقبۃ والتی تزوج بھا فقال لھا عقبۃ

(۱) مسلم ج۱ ص ۴۷۸ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث

(۲) پوری عبارت یوں ہے "وطلاق البدعۃ ان یطلقھا ثلثا بکلمۃ واحدۃ اوثلثا فی طھر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وکان عاصیاً (ھدایہ ج۲ کتاب الطلاق باب طلاق السنۃ)

ما أعلم انك قد ارضعتنی ولااخبرتنی فارسل الیٰ ابی اهاب فسألهم فقالوا ما علمنا ارضعت صاحبتنا فرکب الی النبی ﷺ بالمدینة فسأله فقال رسول اللهﷺ کیف وقد قیل ففارقها عقبة ونکحت زوجا غیره (رواه البخاری مشکوٰة جلددوم ص ٢٧٤ کتاب النکاح باب المحرمات) (١)

یعنی حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے اپنا نکاح کیا، پھر ایک عورت آئی اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو بھی اپنا دودھ پلایا ہے اور جس سے اس نے نکاح کیا ہے اسے بھی اپنا دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ نے کہا مجھے اس کا علم نہیں کہ میں نے تمہارا دودھ پیا ہو اور نہ تم نے کبھی اس کی خبر مجھے آج سے پہلے دی، پھر اپنی سسرال آدمی بھیج کر حقیقت معلوم کی، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ اس عورت نے ہماری بچی کو دودھ پلایا ہو اس کا ہمیں کوئی علم نہیں، اب حضرت عقبہؓ سوار ہو کر مدینہ شریف گئے اور آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم اسے اپنے گھر میں کیسے رکھ سکتے ہو؟ جبکہ یہ بات کہی گئی؟ چنانچہ حضرت عقبہ نے انھیں الگ کر دیا اور انھوں نے کسی دوسرے سے اپنا نکاح کر لیا، میرے اسلامی بھائیو! یہ ہے حدیث، یہ ہے فیصلہ محمدی، یہ ہے قانون مدنی، یہ ہے حکم سرکار مکی، اب اپنے فقہی مذہب کا فیصلہ سنو ہدایہ جلددوم ص ٣٣٤ کتاب الرضاع (٢) میں ہے " ولایقبل فی الرضاع شهادة النساء منفردات " یعنی دودھ پلائی کے بارے میں صرف عورتوں ہی کی شہادت ہو تو وہ نامقبول ہے۔

(١) بخاری ج١ صـ ١٩ کتاب العلم باب الرحلة فی المسألة النازلة وصـ ٣٦٣ باب شهادة المرضعة وصـ ٢٧٦ باب تفسیر المشبهات / ترمذی ج١ صـ ٢١٨ باب ماجاء فی شهادة المرأة الواحدة فی الرضاع / نسائی ج٢ صـ ٧٠

(١) هدایه ج٢ صـ ٣٥٤ کتاب الرضاع

کہو حنفی بھائیو! صرف ایک عورت کی شہادت سے رسول اللہ ﷺ نکاح کو باقی نہ رہنے دیں، صرف ایک عورت کی شہادت سے دودھ پلائی کا فیصلہ کر دیں اور آپ کا مذہب کہے کہ ایک چھوڑ کئی ایک عورتیں بھی ہوں تاہم ان کی شہادت مقبول نہیں، اب فرمائیے: اِسے مانیں یا اُسے؟

اونچی آواز کی بسم اللہ

سبحان اللہ! کتاب کھولتے ہی کیا حدیث سامنے آئی ہے جس نے تمام معاملہ صاف کر دیا جو مجھ گونگے کی تمام باتیں آپ کے سامنے ظاہر کر دے گی اور میرا جو مطلب ہے وہ آپ کا سلجھا کر سمجھا دے گی۔ جانے دیجئے حدیث کی کتابوں کو، اس وقت میرے سامنے حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ مجتبائی مطبع کی چھپی ہوئی ہے، پہلی جلد ہے ص ۸۷ ہے اس میں پانچویں سطر میں تحریر ہے کہ "وقال الشافعي يجهر بالتسمية عند الجهر بالقرأة لماروى ان النبي عليه السلام جهر صلوته بالتسمية "(۱) یعنی شافعیوں کا مذہب ہے کہ جب اونچی آواز سے قرأت پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی اونچی آواز سے پڑھے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کو بآواز بلند پڑھتے تھے لیکن حنفی مذہب کیا ہے اسے مصنف ہدایہ سطر ۴ میں بیان کر چکے ہیں کہ "يسر بهما" یعنی اعوذ کو اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھے، دلیل یہ کہ ابن مسعودؓ یہی فرماتے ہیں۔(۲) آپ نے یہ بٹوارہ دیکھا؟ یہ تقسیم سمجھ میں آئی؟ کہ ایک دلیل پر تو شافعی عمل کرے دوسرے پر حنفی عمل کرے۔

اب اے شافعیو! اور اے حنفیو! سنو محمدی کہتے ہیں کہ اگر فی الواقع کوئی دلیل ہے تو جیسے اس کی تابعداری ایک حنفی پر ہے شافعی پر بھی ہے،

---

(۱) هدايه (مطبع تهانوى ديوبند) ج۱ ص۔ ۱۰۳ باب صفة الصلوٰة

(۲) ويسر بهما لقول ابن مسعود "واربع يخفيهن الامام وذكر من جملتها التعوذ والتسمية وآمين"

اور جیسے شافعی پر ہے حنفی پر بھی ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ ایک دلیل کو حنفی ٹال دے اور ایک دلیل کو شافعی ٹال دے۔

ایک باپ کے اگر دو بیٹے ہوں تو دونوں بیک وقت باپ کو باپ کہہ سکتے ہیں اس کے کیا معنی؟ کہ ایک باپ کہے تو دوسرا منہ پھلا کر روٹھ جائے کہ میں نہیں کہتا اس لئے کہ یہ کہتا ہے، پھر دوسرا باپ کو باپ کہے تو یہ پہلا روٹھ جائے اور منائے نہ منے کہ صاحب یہ چونکہ اسے باپ کہتا ہے اس لئے ناممکن کہ میں کہہ دوں، اہل حدیث کہتے ہیں کہ یہ روٹھنا چھوٹنا چھوڑو جب اسی باپ کے بیٹے تم ہو اور اسی کے یہ ہیں تو لامحالہ دونوں ہی کو ماننا پڑے گا اور کہنا پڑے گا کہ یہ ہمارے باپ ہیں، بیک وقت دونوں بیٹوں کا یہ باپ ہوگا، اس ضد کو چھوڑ دو کہ یہ باپ کہتا ہے تو میں نہیں کہوں گا، اس حدیث پر میں عمل نہیں کروں گا اس لئے کہ حنفی اس پر عمل کرتا ہے، اس تفرقے کو مٹا دو اور سب مل کر ہر حدیث پر عمل کرو، بیشک حدیث میں دونوں چیزیں مروی ہیں آہستہ بسم اللہ پڑھنا بھی اور بلند آواز سے پڑھنا بھی، اگر کوئی صاحب پوری بحث اس کی دیکھنا چاہتے ہوں تو وہ درایہ (۱) کو ملاحظہ فرمالیں، یہاں ہمارا مقصود یہ ہے کہ صحیح اور صریح حدیث میں موجود ہے کہ نبی ﷺ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے (۲) لیکن کیا مجال! جو ایک حنفی عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی اس پر عمل کرلے، محض اس لئے کہ حنفی مذہب میں نہیں۔

---

(۱) بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی روایتیں احمد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، ابن حبان اور دار قطنی میں موجود ہیں، اسی طرح بلند آواز سے پڑھنے کی حدیثیں دار قطنی حاکم، نسائی ابن خزیمہ میں موجود ہیں، بسم اللہ کے بارے میں مزید تفصیل درایہ میں موجود ہے (ملاحظہ ہوا لھدایۃ مع الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ج۱ ص ۱۰۳)

(۲) دارقطنی ج۱ ص ۳۰۳ باب وجوب قرأة بسم الله الرحمن الرحيم فی الصلوٰة .

اس لئے حنفی وہی ہے جو اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو ناجائز کہے،
شمع محمدی کے ناظرین ہمیں اب اپنا فیصلہ سنائیں کہ کیا وہ اس حدیث پر عمل
حرام جانیں گے یا جائز کہیں گے؟

بلند کو پست کردیا
ایک موسمی مسئلہ سن لیجئے

عن ا بن عمر ا نه كان اذا غدا يوم الفطر ويوم الاضحى يجهر بالتكبير [حتى يا تى ا لمصلى ثم يكبر حتى ياتى الامام](دار قطنی)(۱) بیہقی میں یہ مرفوعاً بھی مروی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو بآواز بلند تکبیریں پڑھتے،(۲) خود قرآن نے رمضان کے ذکر کے ساتھ فرمایا ہے "ولتكبروا الله على ماهداكم " (۳) ترغیب ترہیب میں حدیث ہے کہ عید کی زینت اسی تکبیر سے ہے، صحابہ کرام عید میں آتے جاتے اور عید گاہ میں برابر بآواز بلند تکبیر پڑھتے رہتے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، چنانچہ هدایه جلداول ص ۱۵۳ باب العید ین (٤) میں ہے "ولايكبر عند ابى حنيفة فى طريق المصلىٰ" یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک عید میں عید گاہ جاتے ہوئے تکبیر نہ پڑھے،

کہئے حنفی بھائیو! اب حدیث مانو گے؟ یا فقہ؟

---

(۱) دارقطنی ج۲ صـ ٤٥ کتاب العیدین / بیهقی ج۳ صـ ۲۷۹
(۲) السنن الكبرىٰ للبيهقى ج۳ صـ ۲۷۹
(۳) البقرة ۲/ ۱۸۵
(٤) هدایه ج۱ صـ ۱۷۳ باب العیدین

اپنی طرف سے شرط بنالی

عن ابن عمر ان عمر سال النبی ﷺ قال کنت نذرت فی الجاهلیة ان اعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال فاوف بنذرك (متفق علیه مشکوٰۃ جلداول ص۱۸۳ کتاب الصوم)(۱)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا، آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو، پس صاف ظاہر ہے کہ اعتکاف کے لئے روزے کی شرط نہیں کیونکہ رات کو روزہ نہیں ہوتا، لیکن حنفی مذہب اس صحیح صریح حدیث کے خلاف کہتا ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، چنانچہ هدایہ جلد اول باب الاعتکاف ص۲۰۹ میں ہے " والصوم من شرطه عندنا " (۲) یعنی اعتکاف کے لئے روزہ ہمارے نزدیک شرط ہے۔

اب اے حنفی بھائیو! آپ فرمایئے آپ کے نزدیک کیا ہے؟ حنفی مذہب کے نزدیک جو ہے وہ؟ اور حدیث کے نزدیک جو ہے وہ تو آپ نے دیکھ لیا۔

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۷٤ کتاب الصوم باب اذا نذر فی الجاهلیة ان یعتکف ثم اسلم ج۲ صـ ۹۹۱ کتاب الایمان والنذور / مسلم ج۲ صـ ۵۰ باب نذر الکافر ومایفعل فیه اذا اسلم / ابوداؤد ج۲ صـ ٤۷۰ کتاب الایمان والنذور /ترمذی ج۱ صـ ۲۸۱ باب فی وفاء النذر

(۲) هدایه ج۱ صـ ۲۲۹ باب الاعتکاف / بدائع الصنائع ج۲ صـ ۲۷۹ / درمختار ج۱ صـ ۱۵٦

وقت قربانی

عن جندب بن عبدالله قال شهدت الاضحی یوم النحر مع رسول الله ﷺ فلم یعد ان صلی وفرغ من صلوته وسلم فاذا هو یریٰ لحم اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلوته فقال من کان ذبح قبل ان یصلی اونصلی فلیذبح مکانها الاخریٰ.(۱)

(متفق علیه مشکوٰة جلد اول ص۱۲۹ کتاب الصلوٰة)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز عید سے فارغ ہوتے ہی قربانی کا گوشت دیکھا جو نماز کی فراغت سے پہلے ہی قربان کردی گئی تھیں تو آپ نے فرمایا جس نے نماز پڑھنے سے پہلے یا فرمایا نماز پڑھ لی جائے اس سے پہلے جس نے قربانی کی ہو اسے اس کی جگہ اور قربانی کرنی چاہیے، یہ حدیث صاف دلیل ہے کہ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ شہر کے اردگرد رہنے والے دیہاتی تو بعد فجر قربانی کرلیں، چنانچہ ھدایه جلدچہارم ص ٤٢٩ کتاب الاضحیة (۲) میں ہے "فاما اهل السواد فیذبحون بعد الفجر "یعنی شہر کے آس پاس کے رہنے والے فجر کے بعد اپنی قربانیاں کرلیں،

کہو حنفی بھائیو! حدیث مقبول یا فقہ؟ اور مردود کون؟

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۳٤ کتاب العیدین و صـ ۸۳٤ الاضاحی و صـ ۸۲۷ الذبائح صـ ۹۸۷ الایمان والنذور وصـ ۱۱۰۰ التوحید-السوال باسماء الله والاستعاذة بها / مسلم ج۲ صـ ۱۵۳ کتاب الاضاحی / نسائی ج۲ صـ ۱۷۹ کتاب الضحایا / ابن ماجه ج۱ صـ ۱۰۵۳ باب النهی فی ذبح الاضحیة قبل الصلوٰة / بیهقی ج۳ صـ ۳۱۲ ج۹ صـ ۲۷۷

(۲) هدایه ج٤ صـ ٤٤٥ کتاب الاضحیة / بدائع ج٤ صـ ۲۱۱ - ۳۱۳

حدیث کا مقابلہ حیلے سے

پچھلی حدیث کو دوبارہ پڑھ جایئے، اس میں یہاں تک تاکید ہے کہ اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو اسے دوبارہ قربانی کرنی پڑے گی ، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے "وحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بها الیٰ خارج المصر فیضحی بها کما طلع الفجر" (۱) یعنی شہری لوگ اگر جلدی سے قربانی کرلینا چاہیں تو وہ یہ حیلہ کرلیں کہ اپنی قربانی کے جانور کو شہر کے آس پاس کہیں بھیج دیں اور وہاں طلوع فجر کے بعد ہی قربانی ہو جائے، کہو حنفی بھائیو! حیلے سے حکم حدیث کو باطل کرنا منظور؟ یا حکم حدیث کے خلاف حیلوں کو کچل ڈالنا منظور؟

فعل رسول کو مکروہ کہنا

عن ابن عباس قال صلی رسول اللهﷺ الظهر بذی الحلیفة ثم دعا بناقته فاشعرها فی صفحة سنامها الایمن...... (رواہ مسلم)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھ کر اپنی قربانی کی اونٹنی کے کوہان کے دائیں جانب اشعار کیا، یہ حدیث مسلم میں ہے بخاری میں بھی اشعار کی حدیث ہے، (۳) اشعار اس لئے ہوتا ہے کہ یہ

(۱) هدایه ج٤ صـ ٤٤٦ / درمختار ج٢ صـ ٢٣٢

(٢) مسلم ج١ ص: ٤٠٧ باب اشعار البدن وتقلیدہ عند الاحرام / ابوداؤد ج١ صـ ٢٤٤ باب فی الاشعار /ترمذی ج١ صـ ١٨٠ باب ماجاء فی اشعار البدن نسائی ج٢ صـ ١٦ باب سلت الدم عن البدن / ابن ماجه ج٢ صـ ١٠٣٤ باب اشعار البدن / دارمی ج٢ صـ ٩١ باب فی الاشعار

(٣) عن المسور بن مخرمه ومروان قالا خرج النبیﷺ زمن الحدیبیة فی بضع عشرة مائة من اصحابه حتی اذا کانوا بذی الحلیفة قلد النبیﷺ الهدی واشعره واحرم بالعمرة .عن عائشة قالت فتلت قلائد بدن النبیﷺ بیدی ثم قلدها واشعرها واهداها (بخاری ج١ صـ ٢٢٩ – ٢٣٠ کتاب المناسك باب من اشعر وقلد بذی الحلیفة ثم احرم)

نشان ہے قربانی کے جانور کا، اونٹ کی کوہان کے دائیں جانب زخم کر کے لہو پوچھ ڈالا جاتا ہے، یہ کام حضور ﷺ نے کیا۔ بخاری مسلم میں موجود لیکن حنفی مذہب اسے مکروہ کہتا ہے ھدایہ جلد اول کتاب الحج فصل ص۲۳۶ (۱) میں ہے "والاشعار مکروہ عند ابی حنیفة" یعنی یہ اشعار امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے،

کہو مقلد بھائیو! اب آپ امام صاحب کی مان کر فعل رسول کو مکروہ کہو گے؟ یا رسول اللہ ﷺ کی مان کر اس مسئلے کو مکروہ کہو گے؟

جنازہ میں فاتحہ

عن طلحة بن عبدالله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس علىٰ جنازة فقرأ فاتحة الكتاب فقال لتعلموا انها سنة (رواه البخاری مشکوٰۃ جلد اول ص۱٤٥ کتاب الجنائز باب المشی الخ......) (۲)

یعنی حضرت ابن عباسؓ نے جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے حدیث میں عام طور پر آچکا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے کوئی نماز نہیں، لیکن حنفی مذہب جنازے کی نماز میں امام، مقتدی کسی کے لئے بھی سورہ فاتحہ کا قائل نہیں۔ ہدایہ میں ہے

(۱) هدايه ج۱ صـ ۲۵٦ باب الاحرام / فقہ کی کتابوں میں ہے کہ اشعار امام ابوحنیفہ کے نزدیک مثلہ ہے "لايشعر عند ابی حنيفةؒيكره .... ولابی حنيفة انه مثلة (هدايه ج۱ صـ ۲٦۲ / د رمختار ج۱ صـ ۱۷۳ / شرح وقايه ج۱ صـ ۲۷۱ / البحرالرائق ج۲ صـ ٦۲٤

(۲) بخاری ج۱ صـ ۱۷۸ كتاب الجنائز باب قرأة فاتحة الكتاب على الجنازة / ترمذی ج۱ صـ ۱۹۰ باب ماجاء فی القرأة على الجنازة بفاتحة الكتاب / ابوداؤد ج۲ صـ ٤٥٦ باب مايقرأ على الجنازة / نسائی ج۱ صـ ۲۱۸ الدعاء / حاكم ج۱ صـ ۳۵۸ قرأة الفاتحة فی صلوٰة الجنازة ۔

"والبدایۃ بالثناء...... (ص ۱۶۰ کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت)(۱) یعنی جنازے کی نماز میں ثنا پڑھا کر درود پڑھ کر پھر میت کے لئے استغفار کرے۔

کہو حنفی بھائیو! یوں فاتحہ خوانی کی دھوم مچی رہتی ہے، قبر پر فاتحہ، گھر پر فاتحہ، چالیس قدم پر فاتحہ، نماز جنازہ کے بعد فاتحہ، لیکن جہاں سورہ فاتحہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے وہاں سے تم نے فاتحہ کا خاتمہ ہی کر دیا، اب حدیث سن لی، اب کیا کرو گے؟ اب کیا کہو گے؟ اسی پرانی روش پر چل کر غیر جگہ تو فاتحوں کی بھرمار کرو گے؟ اور حدیث کی مسنون جگہ نام بھی نہ لو گے؟ یا اب وہ کرو گے جو سنت ہے؟

جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال کان زید بن ارقم یکبر علی جنائزنا اربعا وانه کبر علیٰ جنازۃ خمسا فسألناہ فقال کان رسول اللہ ﷺ یکبرھا (۲)

یعنی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جنازے کی نماز چار تکبیروں سے پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ پانچ تکبیروں سے پڑھائی تو ہم نے سوال کیا آپ

---

(۱) البدایۃ بالثناء ثم بالصلوٰۃ سنۃ الدعاء (ھدایہ ج۱ صـ ۱۸۰ باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت

(۲) مسلم ج۱ صـ ۳۰ کتاب الجنائز فصل فی التکبیر علی الجنازۃ خمسا /الفتح الربانی ج۷ صـ ۲۳۰ باب عدد تکبیرصلوٰۃ الجنازۃ / ترمذی ج۱ صـ ۱۹۸ باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازۃ / ابوداؤد ج۲ صـ ۴۵۶ باب التکبیر علی الجنازۃ / نسائی ج۱ صـ ۲۱۷ باب عدد التکبیر / ابن ماجہ ج۱ صـ ۴۸۲ کتاب الجنائز باب ماجاء فیمن کبر خمساً

نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پانچ تکبیروں سے پڑھائی ہے، الحمد للہ اہل حدیث کا سب حدیثوں پر عمل ہے، وہ چار سے جائز مانتے ہیں اور پانچ کو فعل رسول سمجھ کر سر آنکھوں پر چڑھاتے ہیں لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا ، وہ پانچ تکبیروں سے اس قدر بیزار ہے کہ ہدایہ میں حکم ہے "ولو کبر الامام خمسا لم یتابعه المؤتم"(۱) یعنی اگر کوئی امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز اس کی تابعداری نہ کرے،

کہو حنفی بھائیو! کیا ارادہ ہے؟ حدیث رسول مانو گے؟ یا فقہ حنفی؟

عورت کے جنازے کی نماز

عن سمرة بن جندب قال صليت وراء رسول الله ﷺ على امرأة ماتت في نفاسها فقام وسطها

(متفق علیه مشکوٰۃ جلد اول ص ۱٤٥ کتاب الجنائز)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نفاس میں مری ہوئی ایک عورت کے جنازے کی نماز پڑھائی تو اس کے درمیان کی جگہ کھڑے ہوئے، ظاہر ہے کہ امام کو عورت کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لئے جنازے کے درمیان کھڑا

---

(۱) ھدایه ج۱ صـ ۱۸۰ باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۷۷ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی النفساء اذا ماتت فی نفاسها / مسلم ج۱ صـ ۳۱۱ کتاب الجنائز فصل فی القیام وسط المرأۃ للصلوٰۃ علیها / الفتح الربانی ج۷ صـ ۲٤٤ باب موقف المصلی من الرجل والمرأۃ / ترمذی ج۱ صـ ۲۰۰ / ابوداؤد ج۲ صـ ٤٥٦ / نسائی ج۱ صـ ۲۱۷ / ابن ماجه ج۱ صـ ٤۷۹ .

ہونا چاہئے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، وہ کہتا ہے "ویقوم الذی یصلی علی الرجل والمرأۃ بحذاء الصدر" (ھدایہ جلداول ص۱۶۱ کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت)(۱) یعنی مرد وعورت دونوں کے جنازے کی نماز میں امام کو ان کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہونا چاہئے۔

مرد کے جنازے کی نماز

عن نافع ابی غالب قال صلیت مع انس بن مالك علیٰ جنازة رجل فقام حیال رأسه ......(رواہ الترمذی وابن ماجه مشکوٰۃ جلد اول ص۱٤۷ باب المشی بالجنازۃ کتاب الجنائز)(۲)

یعنی حضرت انس مرد کے جنازے کی نماز پڑھاتے ہوئے اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے، حنفی مذہب اس حدیث کو بھی نہیں مانتا اوپر کے نمبر میں ہدایہ کی عبارت موجود ہے پڑھ لیجئے حکم مذہب حنفی یہ ہے کہ سینے کے مقابل کھڑا ہو،

پس اے حنفی بھائیو! اب کیا مانو گے؟ حدیث کا حکم؟ یا فقہ کا حکم؟

---

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۸۱ باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ

(۲) ترمذی ج۱ صـ ۳۰۰ باب ماجاء این یقوم الامام من الرجل والمرأۃ / ابن ماجه ج۱ صـ ٤۷۹ باب ماجاء این یقوم الامام اذا صلی علی الجنازۃ / مسند احمد ج۳ صـ ۱۱۸ – ۲۰٤ / بیهقی ج٤ صـ ۳۳ / ابن حزم فی المحلی ج٥ صـ ۱۲٤ .

بے جنازے کی میت

عن المغيرة بن شعبة ان النبی ﷺ قال والسقط یصلی علیه ویدعیٰ لوالدیه بالمغفرة والرحمة (رواہ ابوداؤد) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کچا بچہ ماں کے پیٹ سے گر پڑا ہو (جس میں جان نہ ہو) اس کے جنازے کی بھی نماز پڑھی جائے اور اس کے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کی جائے۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "**ومن لم یستهل ادرج فی خرقة کرامة لبنی ادم ولم یصل علیه** (۲)" یعنی جو بچہ پیدا ہو کر چلائے نہیں اسے چونکہ وہ انسان ہے ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے،

کہو حنفی بھائیو! اب اپنے بچوں کو بے نماز ہی رکھ کر حنفی بنو گے؟ یا ان پر نماز، ان کے ماں باپ کے لئے دعا مانگ کر محمدی بنو گے؟

---

(۱) ابوداؤد / نسائی / السنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۸ احمد ج ٤ ص ۲٤۸ - ۲٤۹ / حاکم ج ۱ ص ۳٦۳ / ترمذی / الفتح الربانی ج۷ ص ۲۰۷ باب ماجاء فی الصلوٰة علی الصغیروا لسقط وعدمها / سقط پر نماز جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے

ابن عمر کے نزدیک سقط پر جنازے کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ اس کے اندر زندگی کے آثار نہ پائے گئے ہوں۔ اور اس کے قائل ابن سیرین اور ابن مسیب ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں کہ جب بچہ میں روح ڈال دی جائے اور چار ماہ پورے ہو جائیں تو اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ اسحاق کہتے ہیں میراث تو استہلال کے ساتھ ہے لیکن نماز جنازہ اس پر پڑھی جائے گی کیونکہ یہ تام جان ہے اور جب اس کے بارے میں شقاوت وسعادت مکمل ہو چکی ہے تو پھر نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی جائے گی۔ حضرت جابر کا خیال ہے کہ جب زندگی کے آثار پائے جائیں تو نماز پڑھی جائے گی ورنہ نہیں، اصحاب الرائی بھی اسی کے قائل ہیں اور اسی کے موید امام مالک اوزاعی، اور امام شافعی بھی ہیں۔

(۲) ھدایہ ج ۱ ص ۱۸۱ باب الجنائز / درمختار ج ۱ ص ۱۲۳ شرح وقایہ ج ۱ ۲۰۸

توہین رسول

عن علی رضی اللہ عنہ ان یہودیة کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیه فخنقها رجل حتی ماتت فابطل النبی ﷺ دمها (رواہ ابوداؤد جلد......) (۱)

یعنی ایک یہودیہ عورت آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی سے پیش آتی تھی ایک صحابی نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کو مار ڈالا، رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی سے کوئی قصاص نہ لیا بلکہ اس کا خون برباد کردیا اور صحابی کو معاف فرمادیا، بلکہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا" الا اشهدوا ان دمها هدر" (۲) یعنی اے لوگو! تم گواہ رہو اس کا خون رائگاں ہے کوئی قصاص نہیں، اس حدیث کے مطابق اہل حدیث کا مذہب ہے کہ پیغمبر انس و جن حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کو جو ذمی کافر گالیاں دے آپ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ وہ شرعاً واجب القتل ہے لیکن آہ! اس حرمت کو حنفی مذہب نے توڑدیا ہے وہ صاف لکھتا ہے "ومن امتنع من الجزیة اوقتل مسلما اوسب النبی علیه السلام اوزنیٰ بمسلمة لم ینتقض عهده" (هدایه جلد دوم ص۵۵۷ فصل فی ماینبغی الذمی) (۳) یعنی جو ذمی کافر جزیے سے انکار کردے، یا کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے یا آنحضرت ﷺ کو گالیاں دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تو بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا،

---

(۱) ابوداؤد ج۲ صـ ۶۰۰ کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ

(۲) ایضاً

(۳) هدایه ج۲ صـ ۵۹۸ باب الجزیة / درمختار ج۱ صـ ۳۵۳ فصل فی الجزیة.

حنفی بھائیو! دونوں مذہب و مسلک آپ کے سامنے ہیں فرمائیے کہ کون سا مقبول اور کونسا مردود؟

خون مسلم کی ارزانی

عن علی ان النبی ﷺ قال الا لایقتل مسلم بکافر (رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ جلد دوم کتاب القصاص ص۳۰۱) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے، اس میں صاف ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان مارا نہ جائے، لیکن حنفی مذہب اس حکم محمدی کو نہیں مانتا، وہ اپنا حکم اس کے خلاف جاری کرتا ہے، کہتا ہے "والمسلم بالذمی" ھدایہ جلدچہارم ص٤٥٦ باب مایوجب القصاص ۔ (۲) یعنی ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کر دیا جائے،

کہو حنفی بھائیو! تم حکم محمدی مانو گے؟ یا حکم حنفی؟

غلاموں سے بے انصافی

عن الحسن عن سمرة قال قال رسول اللهﷺ من قتل عبده قتلناه . ومن جدع عبده جدعناه. (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجة والدارمی وزاد النسائی فی روایة اخری ومن خصی عبدہ خصیناہ

(۱) بخاری ج۲ صـ ۱۰۲۱ باب لایقتل المسلم بالکافر / ابوداؤد صـ ٦٦٣ باب ایقادالمسلم بالکافر / ترمذی ج۱ صـ ۲٦۰ باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر / نسائی ج۲ صـ ۲۰۸ باب القود بین الاحرار والممالیك فی النفس / ابن ماجه ج۲ صـ ۸۸۷ باب لایقتل مسلم بکافر / دارمی ج۲ صـ ۲۵۰ کتاب الدیات

(۲) ھدایه ج٤ صـ٥٦۲ باب مایوجب القصاص ومالایوجبه / درمختار ج۲ صـ ۲۸۱ کتاب الجنایات فصل فیما یوجب القود ومالایوجبه

مشکوٰۃ جلد دوم ص۳۰۱ کتاب القصاص)(۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کرڈالے ہم اسے اس کے بدلے قتل کردیں گے اور جو اس کے اعضاء کاٹ دے ہم بھی اس کے بدلے میں اس کے وہی اعضاء کاٹ دیں گے اور جو اپنے غلام کو خصی کرڈالے اس کا بدلہ بھی اس سے یہی لیا جائے گا، سرکار مدنی ﷺ کا فیصلہ سن چکے اب کوفی سلطنت کا فیصلہ ملاحظہ ہو - ھدایہ جلد چہارم ص۵۳۸ باب مایوجب القصاص(۲) میں ہے "**ولایقتل الرجل بعبدہ ولامدبرہ ولامکاتبہ ولابعبدولدہ**" یعنی کسی کو اس کے غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے، اس غلام کے بدلے بھی نہیں جسے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزاد ہونے کی کہہ دی ہو، اس کے بدلے بھی نہیں جس نے اسے لکھ دیا ہو کہ جب میں اپنی رقم ادا کردوں تو آزاد ہوں، اور اس کے بیٹے کے غلام کے قتل کے بدلے بھی اسے قتل نہ کیا جائے، سنا آپ نے؟ حدیث میں تو ہے کہ اپنے غلام کے قتل کے بدلے بھی قتل کردیا جائے، حنفی مذہب کہتا ہے اپنی اولاد کے غلام کے قتل کے بدلے بھی قتل نہ کیا جائے۔

---

(۱) ترمذی ج۱ صـ ۲٦۱ باب ماجاء فی الرجل یقتل عبدہ / ابوداؤد صـ ٦۳۰ باب من قتل عبدہ اومثل بہ ایقاد منہ / ابن ماجہ ج۲ صـ ۸۸۸ باب ھل یقتل الحر بالعبد / دارمی ج۲ صـ ۲۵۰ کتاب الدیات / نسائی ج۲ صـ ۲۰۸ القود من السیدۃ للمولی

(۲) ھدایہ ج٤ صـ ٥٦۳ باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ / درمختار میں ھے "ولا سید لعبدہ / درمختار ج۲ صـ ۲۸۲ فصل فیما یوجب القود ومالایوجبہ

اسلامی مساوات پر ضرب

اسی حدیث کو دوبارہ پڑھ جایئے اور پھر ہدایہ کھول کر اس کی چوتھی جلد نکال کر صفحہ پانچ سوترپن نکالئے، وہاں باب ہے باب القصاص فیما دون النفس ۔ اس باب کے اس صفحہ کی آخری سطر دیکھئے وہاں لکھا ہوا ہے **"ولاقصاص بین الرجل والمراۃ فیما دون النفس ولابین الحر والعبد ولابین العبدین"**(۱) یعنی عورت اور مرد کے درمیان جان لینے کے علاوہ اور باتوں میں قصاص نہیں ہے نہ آزاد اور غلام کے درمیان ہے نہ دو غلام کے درمیان ہے، آپ نے خیال فرمایا؟ حدیث میں تو ہے کہ جو آزاد جس غلام کا ہاتھ کاٹ دے یا پاؤں کاٹ دے تو اس کا بھی ہاتھ پاؤں کاٹ دیا جائے گا، لیکن حنفی مذہب اس فرمان رسول کو توڑ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہاں غلام، کہاں آزاد؟ غلام اور آزاد میں فرق کرو غلام کے ہاتھ کے بدلے آزاد کا ہاتھ نہ کاٹو۔ کہو مسلمانو! وہ مساوات جس پر تمہیں ناز تھا کیا ہوئی؟ اب بتاؤ حنفی مذہب اچھا؟ یا محمدی مذہب اچھا؟

غلاموں پر ظلم

آپ نے اوپر کی حدیث میں پڑھا ہے کہ خصی کرنے کا قصاص خصی کرنا ہے گو آقا اور غلام کے درمیان ہو، لیکن حنفی مذہب اس قانون محمدی کی بھی قانون شکنی کر کے کہتا ہے کہ یہی نہیں بلکہ سرے سے اس میں قصاص ہی نہیں چنانچہ ہدایہ جلد ٤ ص ٥٥٥ میں ہے **"ولا قصاص فی اللسان ولا فی الذکر"**(۲) یعنی زبان اور پیشاب گاہ میں قصاص نہیں ہے۔

---

(۱) ھدایہ ج٤ صـ ٥٦٩ کتاب الجنایات باب القصاص فیما دون النفس
(۲) ھدایہ ج٤ باب القصاص فیما دون النفس صـ ٥٧١

حنفی دوستو! حدیث کا حکم ہے کہ دوسرے کو خصی کرنے والے کو خصی کردیا جائے گا اور فقہ کا حکم کہ خصی کرنے والے سے قصاص نہ لیا جائے۔ یہ دونوں آپ کے سامنے ہیں اور دونوں میں مخالفت ہے اب آپ کو اختیار ہے اقرار کا بھی۔ اور انکار کا بھی؟

مسلمان کو کافر کے برابر کردیا

عن عمروبن شعیب عن ابیه عن جده قال خطب رسول اللهﷺ عام الفتح ثم قال ....دیة الکافر نصف دیة المسلم (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ جلد۲ ص۳۰۳ کتاب القصاص)(۱)

یعنی رسول اللہﷺ کا فرمان ہے کافر کی دیت مسلمان سے آدھی ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، وہ کہتا ہے "**دیة المسلم والذمی سواء**" ھدایه جلد٤ کتاب الدیات ص٥٦٩(۲) یعنی مسلمان اور ذمی کافر کی دیت یکساں اور برابر ہے۔

کہو دوستو! اب آپ جس وقت ججی کی کرسی سنبھالیں گے اور کسی مسلمان کے ہاتھ سے کسی ذمی کافر کی آنکھ پھوٹ گئی، یا ہاتھ ٹوٹ گیا، تو محمدی مذہب کے مطابق آدھی دیت اس سے دلوائیں گے؟ یا حنفی مذہب کے مطابق پوری دیت؟ حدیث کے مطابق اسلام و کفر میں فرق کریں گے؟ یا فقہ کے مطابق دونوں کو ایک درجہ دیں گے؟

(۱) ابوداؤد ص ٦٣٠ / نسائی ج۲ ص ٢١٤ / ترمذی ج۱ ص ٢٦١
(۲) ھدایه ج٤ ص ٥٨٥ کتاب الدیات

قصر نماز کا مسئلہ

عن عائشة قالت کل ذلك قد فعل رسول اللهﷺ قصرالصلوٰة واتم(رواه فی شرح السنه مشکوٰة جلداول کتاب الصلوٰة باب صلوٰة السفر ص۱۱۸) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ نے سفر میں نماز قصر بھی کی ہے اور پوری بھی پڑھی ہے اسی لئے سفر میں نماز پوری پڑھ لینا اہل حدیث کے نزدیک گناہ نہیں لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "**فرض المسافر فی الرباعیة رکعتان لایزید علیهما**" هدایه جلداول باب صلوٰة المسافر ص۱٤٥)(۲)یعنی مسافر پر چار رکعت والی نماز میں دو ہی فرض ہیں ان پر زیادتی نہ کرے، کہو حنفی بھائیو! اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟

کتنے دن تک ٹھہرنا ہو تو قصر کرے

عن ابن عباس قال سافر النبی ﷺ سفرا فاقام تسعة عشر یوما یصلی رکعتین ، قال ابن عباس فنحن نصلی فیما بیننا وبین مکة تسعة عشر رکعتین رکعتین فاذا اقمنا اکثر من ذلك صلینا اربعاً

(رواه البخاری مشکوٰة جلد۱ ص۱۱۸ کتاب الصلوٰة)(۳)

---

(۱) دارقطنی ص ۲٤۲ / بیهقی ج۳ ص۱٤۲ یہ حدیث ضعیف ہے

(۲) هدایه ج۱ ص ۱٦٥ باب صلوٰة المسافر / درمختار ج۱ص ۱۰۷ باب صلوٰة المسافر

(۳) بخاری ج۱ ص ۱٤۷ باب ماجاء فی التقصیر وکم یقیم حتی یقصر / ترمذی ج۱ ص ۱۲۳ باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰة / الفتح الربانی ج٥ ص ۱۱۰ باب مدة القصر ومتی یتم المسافر وحکم من لم یجمع اقامته / ابوداؤد ج۱ ص ۱۷۳ / ابن ماجه ج۱ ص ۳٤۱ باب کم یقصر الصلوٰة المسافر اذا اقام ببلدة / بیهقی ج۳ ص ۱٤۹ – ۱٥۰ – ۱٥۱

یعنی رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سفر میں ایک جگہ انیس دن تک ٹھہرے رہے اور نماز کو قصر کرتے رہے یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھتے رہے، آپ فرماتے ہیں ہم لوگ مکے مدینے کے درمیان انیس دن تک تو نماز قصر کیا کرتے ہیں جب اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھتے ہیں، یہ حدیث بہت صاف ہے کہ جو مسافر کسی جگہ انیس دن یا اس سے کم رہنا چاہتا ہو وہ نماز انیس دن تک قصر کر سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے "ولا یزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما او اکثر"(۱) یعنی پندرہ دن یا اس سے زیادہ کہیں ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پھر وہ مسافر کے حکم میں نہیں، اسے پوری نماز پڑھنی چاہئے آپ نے خیال فرمایا حدیث میں انیس دن کا حکم ہے لیکن حنفی مذہب پندرہ دن کا حکم دیتا ہے، اب فرمائیے کہ اس مسئلے سے ناواقف رہ کر رسول اللہ ﷺ نے غلطی کر کے انیس دن تک نماز قصر کی یہ مانو گے؟ یا یہ مانو گے کہ حکم انیس دن کا ہی ہے لیکن فقہ کے ان مصنفین نے غلطی کر کے پندرہ کا حکم کر دیا؟

حد سفر میں حدیث و فقہ کا اختلاف

عن یحییٰ بن یزید الهنائی قال سألت انس بن مالك عن قصر الصلوٰة فقال كان رسول الله ﷺ اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال اوثلاثة فراسخ شعبة الشاك صلیٰ ركعتين (رواه مسلم جلد۱ مع نووی ص۲۴۳ كتاب صلوٰة المسافرين)

(۱) هدایہ ج۱ صـ ۱۶۶ باب الصلوٰة المسافر / درمختار ج۱ صـ ۱۰۷ / شرح وقایہ ج۱ صـ ۱۹۴

یعنی حضرت انسؓ سے نماز کو قصر کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (شعبہ راوی کو شک ہے) کے سفر کو نکلتے تو نماز قصر کرتے، اس صحیح حدیث کے مطابق اہل حدیث کا مذہب ہے کہ تین فرسخ یعنی نو میل کا سفر جسے کرنا ہو وہ نماز قصر پڑھ سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ لکھتا ہے "السفر الذی یتغیر به الاحکام ان یقصد مسیرۃ ثلثة ایام ولیالها" یعنی سفر کے احکام اس سفر پر مرتب ہوتے ہیں جس میں تین دن تین راتوں کی مسافت طے کرنے کا قصد ہو، حنفی بھائیو اب فرمایئے آپ حدیث کے مطابق نو میل معتبر مانیں گے ؟ یا تین دن رات؟

ایک حنفی مولوی کے اعتراضات

میں نے جب یہ سلسلہ اپنے اخبار محمدی میں شروع کیا تھا اس وقت ایک صاحب کا خط میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے اسی مضمون کے سلسلے میں اس کا جواب لکھا تھا، میں چاہتا ہوں کہ وہ جواب پورا کا پورا کتاب شمع محمدی کے ناظرین کے سامنے رکھ دوں تاکہ وہ جان لیں کہ ان مضامین کا جواب ان کے علماء کے پاس کیا ہے؟ واللہ الموفق۔

خط : آرہ کے حنفی مدرسے سے ایک حنفی مولوی صاحب مسمی محمد عیسٰی صاحب کا نہایت غیظ و غضب بھرا ایک خط ہمیں ملا ہے جس میں ہمیں بہت کچھ برا بھلا کہہ کر شمع محمدی والے مضمون پر کچھ اعتراض کئے ہیں، ہمیں ایسے خطوط پڑھنے اور گالیاں سننے کی کچھ ایسی عادت سی پڑ گئی ہے کہ اب یہ ایک معمولی سی چیز ہمارے سامنے رہ گئی ہے۔

رکھتے نہیں وہ مدح وثنا کی پروا =جو کر کے بھلا خلق سے سنتے ہیں برا
ان گالیوں کا جن کو ہے چسکا حالی =آتا نہیں ان کو کچھ ثناؤں میں مزا

اس لئے ہم اس خط کی طرف بھی توجہ نہ کرتے لیکن مولوی صاحب نے اس خط میں وعدہ کیا ہے کہ اگر میرے اعتراضات کا جواب دیا گیا تو میں آپ سے حسن ظن رکھنے والوں میں آج سے اپنا نام درج کرنے کو اپنا فخر سمجھوں گا ۔اس لئے ہم اس کا جواب درج کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ سے سچی ہدایت طلب کرتے ہیں۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت

اعتراض

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر اہل حدیث سب صحیح حدیثوں پر عمل کرتے ہیں تو پھر تحت السرة، آمین با لسر، عدم قرأۃ خلف الامام ۔امام کے خطبے کے وقت نماز وکلام کی ممانعت۔ عدم رفع الیدین، عدم جلسہ استراحت، والی حدیثوں پر آپ اہل حدیثوں کا عمل کیوں نہیں ؟ بخلاف ہم حنفیوں کے کہ ہمارا ان پر عمل ہے پس صحیح معنی میں ہم اہل حدیث ہیں نہ کہ آپ لوگ۔ آپ کا دعویٰ تو کاغذی پھول کی طرح ہے اور بس۔ اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

برادرم! واللہ اگر ان میں سے ایک بھی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو آج سے ہم اہل حدیث اس پر عمل شروع کردیں، اب آپ ان حدیثوں کی بابت خود اپنی گھریلو تحقیق سن لیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ:۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث کی نسبت

خود آپ کے مذہب کی اعلیٰ کتاب ھدایہ جلد اول ص۸٦ باب صفة الصلوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے "ضعيف متفق علىٰ ضعفه"(۱) یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف بھی ایسی کہ اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے، تفصیلی جرح سنئے! اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہیں ان کی نسبت امام احمد، امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں، امام ابن معین کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، امام بخاری فرماتے ہیں ان میں نظر ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ بالاتفاق ضعیف ہیں، امام بیہقی فرماتے ہیں یہ متروک ہیں، امام ابوداؤد بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں پس یہ حدیث ضعیف اور بالکل ضعیف ہے، ہرگز قابل عمل نہیں، (۲) مولانا اس کے ضعف کو تو خود حنفی فقہاء نے بھی تسلیم کیا ہے

---

(۱) ملاحظه هو هدایه ج۱ صـ ۱۰۲ باب صفة الصلوٰة حاشیه ۱۷
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل میں علماء احناف عام طور پر جس حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ حدیث رسول نہیں ہے بلکہ حضرت علی کا قول ہے جسے مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، سنن کبری للبیہقی ج۲ص:۳۱/دار قطنی ج۱ص:۲۸٦ باب فى اخذ الشمال باليمين فى الصلوٰة میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، الفاظ یہ ہیں "ان من السنة فى الصلوٰة وضع الاكف على الاكف تحت السرة (بعض روایت میں وضع اليمين على الشمال اوربعض میں وضع اليمنىٰ على الشمال" ہے۔
(۲) علامه عبيد الله مباركپوری مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں اس حدیث یعنی حدیث علی کے بارے میں لکھتے ہیں " ان فى سند هذا الحديث عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطى وعليه مداراهذا الحديث وهو ضعيف لايصلح للاحتجاج قال البخارى فيه نظر وقال ابن حنبل وابوحاتم منكرالحديث وقال ابن معين ليس بشىء وقال البيهقى لايثبت اسناده تفردبه عبدالرحمن بن اسحق الواسطى وهو متروك وقال النووى فى الخلاصة وشرح مسلم هو حديث متفق على تضعيفه فان عبدالرحمن بن اسحق الواسطى ضعيف بالاتفاق ذكره الزيلعى فى نصب الرايه (۳۱٤ ج۱) حاشیہ جاری =

= وقال ابن الهمام فی التحریر اذا قال البخاری للرجل فیه نظر فحدیثه لایحتج به ولایستشهد به ولایصلح للاعتبار انتهی فظهر بهذا کله من حدیث علی هذا لایصلح للاحتجاج ولاللاستشهاد ولاللاعتبار ثم حدیث علی هذا منسوخ علیٰ طریق الحنفیة قال صاحب الدرة فی اظهار غش نقد الصرة وهومن العلماء الحنفیة روی ابوداؤد عن جریر الضبی انه قال رأیت علیا یمسك شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة واصل علمائنا اذا خالف الصحابی مرویه فهو یدل علی نسخه وهذا الفعل وان لم یکن اقوی من القول فلااقل ان یکون مثله ، قلت اسناداثر علی هذا اعنی الذی رواه ابوداؤد عن جریر الضبی صحیح اوحسن کماعرفت. اس حدیث کی سند کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی جن پراس حدیث کا مدار ہے وہ ضعیف ہیں ناقابل اعتبار ہیں امام بخاری فرماتے ہیں ان میں نظر ہے، ابن حنبل اورابوحاتم کہتے ہیں یہ منکرالحدیث ہیں، ابن معین کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہیں بیہقی کہتے ہیں کہ اس کی سند ثابت نہیں عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی متروک ہیں، نووی نے خلاصہ اورشرح مسلم میں کہا ہے کہ اس حدیث کی تضعیف پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق بالاتفاق سب کے نزدیک ضعیف ہیں، زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۱۴ میں اس کو بیان کیا ہے ابن الھمام نے، تحریر میں کہا ہے کہ جب امام بخاری کسی آدمی کے بارے میں کہیں کہ اس میں نظر ہے تواس کی حدیث ناقابل استدلال، ناقابل استشہاد اور ناقابل اعتبار ہے، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کی یہ حدیث ناقابل اعتبار واستدلال ہے، پھر حنفیہ ہی کے قول کے مطابق حضرت علی کی یہ حدیث منسوخ ہے، صاحب الدرۃ فی اظهار غش نقد الصرة نے جو علماء حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ ابوداؤد نے جریر الضبی سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو دیکھا ہے وہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے کلائی پر پکڑے ہوئے ناف کے اوپر رکھے ہوئے ہیں، اور ہمارے علماء کا یہ اصول وضابطہ ہے کہ صحابی جب اپنی ہی روایت کے خلاف کرے تو یہ روایت کے منسوخ ہونے پر دال ہے، اور یہ فعل اگرچہ قول سے قوی نہیں ہے لیکن اس کے فعل سے کم بھی نہیں ہے، میں کہتا ہوں حضرت علی کا یہ اثر جسے ابوداؤد نے جریر الضبی سے روایت کیا ہے صحیح یا حسن کے درجے میں ہے

علامہ نووی لکھتے ہیں "واما حدیث علی رضی الله عنه انه قال من السنة فی الصلوٰة وضع الاکف علی الاکف تحت السرة ضعیف متفق علی تضعیفه رواه الدارقطنی والبیهقی من روایة ابی شیبة عبدالرحمن بن اسحٰق الواسطی وهو ضعیف باتفاق العلماء" (مسلم مع شرح نووی ج ۱)

مشہور محقق علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں " اتفقوا علی تضعیف هذا الحدیث لانه من روایة عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی وهو ضعیف باتفاق ائمة الجرح والتعدیل . (ارواء الغلیل ج ۲ صـ ۷۰)

= (ف) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حنفیہ کی دوسری دلیل حدیث وائل ہے جسے ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے "قال رأیت النبی ﷺ یضع یمینه علیٰ شماله تحت السرة" یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ قوی ہے لیکن اس حدیث میں " تحت السرة " کا لفظ صحیح نہیں ہے بلکہ بعد میں کسی نے اس کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخے اس لفظ سے خالی ہیں، شیخ محمد حیات سندی، شیخ محمد فاخر المحدث الٰہ آبادی اور صاحب رساله الدرة فی اظهار غش نقدالصرة نے اس کو صراحت کیساتھ بیان کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخے میں تحت السرة کا لفظ نہیں ہے۔
علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں " اسناد هذا الحدیث وان كان جيدا لكن في ثبوت لفظ تحت السرة فی هذاالحدیث نظراقویا" یعنی اس حدیث کی سند اگرچہ قوی ہے لیکن لفظ "تحت السرة" کے اس حدیث میں ہونے کے بارے میں نظر قوی ہے (ملاحظه هو تحفة الاحوذی ج۱ ص۔
حنفیہ کی تیسری دلیل حدیث ابوہریرۃ ہے جسے ابوداؤد نے اس طرح نقل کیا ہے "قال ابوهريرة اخذا لكف على الكف فی الصلوٰة تحت السرة" اس حدیث کی سند میں بھی عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی ہیں۔اور ان کا حال پہلے معلوم ہو چکا اس لئے یہ روایت بھی نا قابل استدلال واعتبار ہے۔
حنفیہ کی چوتھی دلیل حدیث انس ہے جسے ابن حزم نے محلی میں تعلیقا اس طرح ذکر کیا ہے "ثلث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنىٰ على اليسرىٰ فی الصلوٰة تحت السرة"
اس روایت کو ابن حزم نے تعلیقاً ذکر کیا ہے اور جب اس کی سند ہی معلوم نہیں تو پھر اس کے مقبول وغیر مقبول ہونے کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے اور جس کی سند معلوم نہ ہو وہ نا قابل استدلال ہے، رہا ابن حزم کا اس کو بلا سند اپنی کتاب میں ذکر کرنا یا حنفیہ کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا تو یہ اس حدیث کے مقبول ہونے کی کوئی پختہ دلیل نہیں ہے، لہذا یہ حدیث بھی نا قابل اعتبار ہے۔
حنفیہ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دو اثر بھی پیش کیا ہے ایک ابو مجلز کا اثر ہے جسے ابن ابی شیبہ نے حجاج بن حسان سے روایت کیا ہے کہتے ہیں میں نے ابو مجلز سے سنا ہے یا میں نے ان سے پوچھا ہے "كيف اصنع قال يضع باطن كف يمينه علىٰ ظاهر كف شما له يجعلهما اسفل من السرة"
دوسرا اثر جسے ابن ابی شیبہ نے ابراھیم نخعی سے اس طرح نقل کیا ہے "يضع يمينه علىٰ شماله تحت السرة"
یہ دونوں اثر تابعی کے ہیں جو مرفوع حدیث کے مخالف ہیں لہذا ان کی جانب التفات نہیں کیا جائے گا جبکہ بعض سے فوق السرة کا قول بھی مروی ہے۔

پھر جناب ایک صحیح حدیث پر سے عمل ہٹانے کے درپے کیوں ہوتے ہیں؟ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں یہ روایت ہے بھی نہیں، چنانچہ خود آپ ہی کی ہدایہ کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر تحریر ہے "هذا الحديث لايوجد في غالب نسخ ابى داؤد "(۱) یعنی ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں یہ روایت ہے ہی نہیں، اور یہ بھی یاد رہے کہ ابوداؤد میں ہی اسی صفحہ اور اسی باب میں فوق السرة کا لفظ بھی ہے یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے، پھر جناب سے گذارش ہے کہ اگر واقعی یہ حدیث صحیح ہے تو آپ نے اپنی عورتوں کو اس حدیث پر عمل کرنے سے کیوں روک رکھا ہے؟(۲) کیا کوئی حدیث جناب کی نظر سے ایسی بھی گذری ہے؟ جس میں ہو کہ مرد تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں؟

سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث

سینے پر ہاتھ باندھنے کی صحیح اور صریح حدیث ہے " عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله ﷺ فوضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ علىٰ صدره (صحيح ابن خزيمه وبلوغ المرام)(۳)

---

(۱) هدايه ج۱ صـ ۱۰۲ حاشيه ۱۹ / یہی بات نصب الرایہ میں بھی کہی گئی ہے ملاحظه نصب الرايه ج۱ صـ ۳۱۳ ، واقعہ یہ ہے کہ یہ لفظ اس ابوداؤد میں ہے جو ابن داسہ کی روایت سے ہے اور اسی طرح یہ ابن الاعرابی کے نسخے میں بھی ہے عون المعبود ج۱ صـ ۲۷٤ میں لکھتے ہیں "واعلم حديث على هذا لايوجد في بعض نسخ ابى داؤد ولكنه ثابت فى نسخة ابن الاعرابى وغيرها

(۲) حنفیہ کہتے ہیں کہ عورتیں ناف کے نیچے ہاتھ نہ باندھیں بلکہ ناف کے اوپر باندھیں. ملاحظه هوان كا قول "والمرأة تضعهما تحت ثد يیها (منية المصلى صـ ۹۰)

(۳) ابن خزيمه ج۱ صـ ۲٤۳ باب وضع اليمين على الشمال فى الصلوٰة قبل افتتاح القرأة / بلوغ المرام صـ ۲۱ باب صفة الصلوٰة

یعنی رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر اپنے سینے پر باندھتے تھے۔ لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے، چنانچہ هدایه جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب صفة الصلوٰۃ ص٨٦(١) میں ہے "ويعتمد بيده اليمنىٰ على اليسرىٰ تحت السرة" یعنی دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ تھام لے ناف کے نیچے، اب دیکھیں موجودہ حنفی اس حدیث کو مانتے ہیں؟ یا اپنی فقہ کو؟ یہ بھی نہ بھلایا جائے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی آٹھ حدیثیں مروی ہیں (ملاحظہ ہو میری کتاب دلائل محمدی)(٢)

آہستہ آمین : آہستہ آمین کہنے کی جو حدیث آپ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اس کی نسبت بھی سن لیجئے،(٣) یہ روایت بھی ضعیف ہے آپ کے مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ جلد اول ص٨٧ کے حاشیے پر ہے(٤) "قلت غریب" یہ روایت غریب ہے۔ بحر العلوم مولانا عبد العلی حنفی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں "هو ضعيف" یعنی پست آمین کہنے کی روایت سخت ترضعیف ہے، یہ ہے، اندرونی اور گھریلو شہادت اس حدیث کی نسبت، پھر ہم اپنے بھائی کو ایک اور بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ راوی حدیث کہتے ہیں حضور ﷺ نے آمین کہی اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کی، اس سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے آپ کا آمین کہنا سنا، نہ سنتے تو کس طرح کہتے کہ آپ نے آمین

(١) هدايه ج١ صـ ١٠٢ باب صفة الصلوٰة / درمختار ج١ صـ ٧٣ باب صفة الصلوٰة / بدائع الصنائع ج١ صـ ٤٧٠ بيان محل وضع اليدين / شرح وقايه ج١ صـ ١٤٤

(٢) یہ کتاب بھی جدید کتابوں کے حوالے اور مفید حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے اہل حدیث اکیڈمی مئو سے طلب فرمائیں۔

(٣) آہستہ آمین کہنے کی جو حدیث حنفیہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے "اربع يخفيهن الامام التعوذ والتسمية وآمين وربنا لك الحمد

(٤) ملاحظه هو هدايه ج١ صـ ١٠٣ حاشيه ١٠

کہی؟ کوئی شخص دل میں جو چاہے کہہ لے دوسرے کو کیا خبر کہ کیا کہا؟ پس خود اس ضعیف حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین باآواز بلند کہنی چاہئے اسی لئے آپ کے مذہب کی بہترین کتاب شرح ہدایہ فتح القدیر میں لکھا ہے "لوکان الی فی هذا شیء لوفقت بان روایة الخفض یرادبها عدم القرع العنیف وروایة الجهر بمعنی زبر الصوت وذیله "(۱) یعنی اس مسئلہ میں فیصلہ یہ ہے کہ جن روایتوں میں پست آواز سے آمین کہنا مروی ہے ان سے مراد بہت سخت نہ چلانا ہے، اور بلند آواز سے کہنے کی روایتوں سے بالکل پست نہ کرنا بلکہ گونج والی درمیانہ اونچی آواز سے کہنا ہے (۲)

---

(۱) فتح القدیر ج۱ صـ ۳۵۷ (مطبع)

(۲) مولانا عبدالحئی لکھنوی سعایہ میں لکھتے ہیں "وجدنا بعد التامل وللامعان ان القول بالجهر بامین هو الاصح لکونه مطابقاً لماروی عن سید بنی عدنان وروایة الخفض عنه ﷺ ضعیفة لاتوازی روایات الجهر ولوصحت وجب ان تحمل علی عد م القرع العنیف و ا ی ضرورة داعیة الیٰ حمل روایات الجهر علی بعض الاحیان اولجهر للتعلیم مع عد م ورود شیء من ذلك فی روایة والقول بانه کان فی ابتداء الامــر اضعف ، لان الحاکم قد صححه من روایة وائل بن حجر وهو انما اسلم فی اواخر الامر کما ذکره ابن حجر فی فتح الباری . غوروفکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آمین بالجہر کا قول زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ نبی ﷺ سے مروی حدیثوں کے یہی مطابق ہے اور آہستہ آمین کہنے کی جو روایت آپ سے مروی ہے وہ ضعیف ہے اور اس کا مرتبہ جہر کی روایات کے برابر نہیں ہے اور اگر آہستہ آمین کہنے والی روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ چلا کر آمین نہ کہی جائے اور یہ کہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ بعض اوقات میں آمین کو زور سے کہا گیا ہے یا تعلیم کے لئے کہا گیا تھا کیونکہ روایتوں سے اس کا کسی طرح سے پتہ نہیں چلتا ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ زور سے آمین کہنے کا حکم ابتدا امر میں تھا یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حاکم نے وائل بن حجر کی روایت سے اس کو صحیح ثابت کیا ہے اور یہ آخر امر میں اسلام لائے ہیں جیسا کہ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

اور التعلیق الممجد میں لکھتے ہیں "ا لانصــاف ان ا لجهــر قــوی من حیــث ا لد لیل "انصاف کی بات یہ ہے کہ دلیل کے اعتبار سے زور سے آمین کہنا قوی ہے

بس یہ تو تھا اس حدیث کے متعلق مختصر سا جواب اب صحیح اور صریح حدیث سنئے۔

بلند آمین کی حدیث

عن وائل بن حجر قال سمعت رسول اللہ ﷺ قرا غیر المغضوب علیھم ولاالضالین . فقال آمین . مد بھا صوتہ (مشکوٰۃ نظامی ص ٦٣)(١)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم ولاالضالین پڑھ کر باآواز بلند آمین کہی، لیکن افسوس کہ حنفی اس حدیث کو نہیں مانتے۔ ہدایہ میں لکھا ہے "ویخفونھا "(٢) یعنی آمین کو پست آواز سے مخفی پوشیدہ کہے، دیکھیں اب ہمارے حنفی بھائی مذہب پر رہتے ہیں یا حدیث پر آتے ہیں۔ (٣) آمین کے بارے کی بہت سی حدیثیں ہماری کتاب دلائل محمدی میں دیکھئے۔ (٤)

---

(١) ترمذی ج١ صـ ٥٧ باب ماجاء فی التامین / ابوداؤد ج١ صـ ١٣٥ کتاب الصلوٰۃ باب التامین وراء الامام (رفع بھا صوتہ کے الفاظ ھیں) / دارمی ج١ صـ ٣١٥ باب الجھر بالتامین / ابن ماجہ ج١ صـ ٢٧٨ باب الجھر بآمین / دارقطنی ج١ صـ ٣٣٤ باب التامین فی الصلوٰۃ بعد فاتحۃ الکتاب

ابوداؤد کی ایک روایت اس طرح ہے "کان رسول اللہ ﷺ اذا قرأ ولاالصالین قال امین رفع بھا صوتہ .

(٢) ھدایہ ج١ صـ ١٠٥ باب صفۃ الصلوٰۃ / درمختار ج١ صـ ٧٥ بدائع الصنائع ج١ صـ ٤٨٣ / شرح وقایہ ج١ صـ ١٤٦

(٣) بلند آواز سے آمین کہنے کی بہت سی حدیثیں ہیں جو بخاری مسلم / مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، دارمی، دار قطنی، حاکم، مسند اسحاق بن راھویہ مجمع الزوائد، سنن کبریٰ بیہقی وغیرہ میں موجود ہیں۔

(٤) دلائل محمدی مکمل دو حصے اہل حدیث اکیڈمی مئو سے طلب فرمائیں۔

سورہ فاتحہ کے خلاف کے جواب

سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کی جو روایت آپ نے ہمارے سامنے پیش کی ہے، افسوس ہے کہ آپ نے خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نہ پڑھ لیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس میں جو راوی جابر جعفی ہے، یہ اتنا بڑا جھوٹا شخص ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس سے زیادہ جھوٹا انسان نہیں دیکھا،(۱) پس یہ روایت بھی محض بے ثبوت ہے مزید بیان میری کتاب دلائل محمدی میں ہے

سورہ فاتحہ پڑھنے کی حدیث

مشکوٰۃ شریف نظامی ص ۶۳(۲) میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی، فارغ ہو کر مقتدیوں سے دریافت فرمایا، کیا تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور ﷺ پڑھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا " **لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوٰة لمن لم يقرأ بها** "(۲) یعنی سوائے الحمد شریف کے اور کچھ نہ پڑھو کیونکہ بغیر الحمد شریف کے نماز نہیں ہوتی، یہ حدیث بالکل صاف ہے مقتدیوں کو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میرے پیچھے نماز پڑھو اور میں بلند آواز سے قرأت پڑھوں، پھر بھی تم الحمد کا پڑھنا نہ چھوڑو اگر الحمد نہ پڑھو گے

---

(۱) روایت یہ ہے "من كان له امام فقرأة الامام له قرأة . اس روایت میں جابر جعفی کو ضعیف بتاتے ہوئے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے "مارایت اکذب منه (ملاحظه هو درایه برحاشیه هدایه ج۱ صـ ۱۲۰)

(۲) عن عبادة بن الصامت قال كنا خلف النبی ﷺ فی صلوٰة الفجر فقرأ فثقلت عليه القرأة فلما فرغ قال لعلكم تقرؤون خلف امامكم قلنا نعم يارسول قال لاتفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوٰة لمن يقرأ بها .ابوداؤد ج۱ صـ ۱۱۹ کتاب الصلوٰة باب من ترك القرأة فی صلوته / ترمذی ج۱ صـ ۵۷ باب ماجاء انه لاصلوٰة الا بفاتحة الكتاب / نسائی ج۱ صـ ۱۰۶ ./ الفتح الربانی ج۳ صـ ۱۹٤ / جزء القرأة للبخاری .

تو تمہاری نماز نہیں ہو گی، لیکن افسوس کہ حنفیہ اس حدیث کو نہیں مانتے ان کی کتاب ہدایہ ص۱۰۰ میں لکھا ہے "ولا یقرأ المؤتم خلف الامام" (۱) یعنی مقتدی امام کے پیچھے نہ پڑھے، دیکھیں اب ہمارے حنفی بھائی حدیث کو مانتے ہیں؟ یا فقہ ہی پر جمے رہتے ہیں؟ نمازیں چھوڑنی اور مذہب رکھنا کسے پسند ہو گا؟

خطبہ کے وقت کی دو رکعتوں کے حنفی دلائل

آپ نے جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ جب امام جمعہ والے دن منبر پر آجائے تو نہ نماز ہے نہ بات چیت، (۲) اس کی بابت بھی سنئے! آپ ہی کے مذہب کی معتبر تر کتاب ہدایہ ص۱۵۱ کے حاشیے پر ہے " قلت هذا غريب مرفوعاً ولهذا قال البيهقي رفعه وهم فاحش انما هو من كلام الزهري "(۳) یعنی یہ روایت بالکل غریب ہے اس کا مرفوع ہونا یعنی حدیث رسول ہونا ثابت نہیں، یہ تو زہری کا کلام ہے۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ پر بہتان عظیم ہے۔ آپ نے کہیں یہ نہیں فرمایا، صحیح چھوڑ ضعیف حدیث سے بھی حضور ﷺ کا یہ فرمان ثابت نہیں، اسی لئے درایہ تخریج ہدایہ ص ۱۳۲ میں ہے "لم اجده "(۴) میں نے یہ مرفوع حدیث کہیں پائی ہی نہیں، یہ تو تھا آپ کا جواب کہ خود آپ کے مذہب کے فقہاء کے اقرار کے مطابق یہ حدیث ثابت و صحیح نہیں اب اس کے خلاف سنئے!

---

(۱) ہدایہ ج۱ صـ ۱۲۰ فصل فی القرأۃ
(۲) وہ حدیث یہ ہے "اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام"
(۳) ہدایہ ج۱ صـ ۱۷۱
(۴) ایضاً

خطبہ ہوتے ہوئے سنتیں پڑھنے کا حکم

صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں" اذا جآء احدكم والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما "(۱) یعنی جمعہ کے دن امام کے خطبے کی حالت میں جو آئے وہ بھی ہلکی سی دو رکعت پڑھ لے۔ لیکن افسوس کہ اس صحیح حدیث کو حنفی مذہب نہیں مانتا، ہدایہ ص ۱۵۱ (۲) میں ہے "اذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلوٰة والكلام " مطلب یہ ہے کہ خطبہ ہوتے ہوئے کوئی آئے تو وہ دو رکعت نماز نہ پڑھے، دیکھیں اب حدیث وفقہ کے مقابلے کے وقت موجودہ حنفی بھائی کس فوج میں بھرتی ہوتے ہیں، یہ نمازی بنتے ہیں یا بے نمازی۔

رفع الیدین نہ کرنے کا جواب

رفع الیدین نہ کرنے کی جو روایت صاحب ہدایہ لائے ہیں اسی کے حاشیے پر ص ۹۲ (۳) میں موجود ہے "قلت غریب" یعنی یہ روایت ثابت

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۵٦ باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی/ مسلم ج۱ صـ ۲۸۷ كتاب الجمعة /ابوداؤد صـ ۱۵۹ باب اذا دخل الرجل والامام يخطب / الفتح الربانی ج٦ صـ ۷۷ باب التنفل قبل الجمعة / دارقطنی ج۲ صـ ۱۳ باب فی الركعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب .

(۲) هدايه ج۱صـ ۱۷۱ باب صلوٰة الجمعة . حنفیہ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے "اذ اخرج الامام فلاصلاة ولا كلام" اس حدیث کے بارے میں ھدایہ کے حاشیہ وبین السطور میں ہے کہ اس کا مرفوع ہونا غریب ہے علاوہ ازیں یہ روایت ضعیف بھی ہے اس میں ایک راوی ایوب بن عتیک ہیں انہیں ابوزرعہ اور ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔ صاحب درایہ لکھتے ہیں: لم أجده وقد قال البیہقی رفعه وهم وانما هو [illegible]

(۳) ملاحظه هو هدايه ج۱ صـ ۱۱۰ حدیث اس طرح نقل کیا ہے "لاترفع الايدى الافی سبع مواطن تكبيرة الا فتتاح . وتكبيرة القنوت وتكبيرات العيدين [illegible] وذكر الاربع فی الحج .

نہیں غریب ہے، اسی ہدایہ کی تخریج درایہ میں ہے "لم اجده هكذا" (۱) یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب میں اس طرح ملتی ہی نہیں، پھر اس روایت میں انقطاع ہے کسی طرح صحت و ثبوت کو نہیں پہنچتی، پس میں اپنے بھائی آروی مولوی محمد عیسیٰ صاحب سے باادب عرض کروں گا۔ کہ جناب اہل حدیث کے سامنے ایسی بے ثبوت روایتیں پیش کر کے انھیں صحیح حدیثوں سے ہٹانا چاہتے ہیں؟ یہ تو ایک مسلمان کی شان نہ ہوئی چاہئے، میں نے اس روایت کا بھی بے سند ہونا آپ ہی کی کتابوں سے بتلایا ہے۔ اب سنئے!

رفع الیدین کی حدیث

مشکوٰۃ نظامی ص۵۹ میں ہے "ان رسول اللہ ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوٰة واذا كبر للركوع واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذٰلك. (۲)

یعنی نبی کریم ﷺ جب نماز کو شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ لیکن حنفی مذہب اس صاف صحیح اور صریح حدیث کو نہیں مانتا، چنانچہ ہدایہ جلد اول ص ۹۲(۳) میں

(۱) دیکھئے ہدایہ صفحہ ۱۱۲ لکھتے ہیں " لم اجده هكذا بصيغة الحصر الصريحة ولا بذكر القنوت ولا تكبيرات العيدين

(۲) بخاری ج۱ ص ۱۰۲ باب رفع اليدين في التكبيرة الاولى مع الافتتاح سواء / مسلم ج۱ ص ۱۶۸ باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الاحرام / الفتح الربانی ج۳ ص ۱۶۶ باب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام وغيرها / ترمذی ج۱ ص ۵۹ باب رفع اليدين عند الركوع / ابوداؤد ج۱ ص ۱۰۴ باب تفريع استفتاح الصلوٰة / نسائی ج۱ ص ۱۱۷ باب رفع اليدين للركوع حذو المنكبين / ابن ماجه ج۱ ص ۲۷۹ باب رفع اليدين اذا ركع واذا رفع راسه من الركوع

(۳) هدایه ج۱ ص ۱۱۰

ہے "ولایرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ" یعنی پہلی تکبیر کے سوا پھر اور رفع الیدین نہ کرے، کہئے صلوٰۃ محمدی پڑھوایئے گایا نماز حنفی؟

جلسۂ استراحت

پہلی رکعت پوری کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے ذرا سی دیر نہ بیٹھے اس کی بابت جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ بھی ضعیف ہے صحیح نہیں اسی آپ کے مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی تخریج درایہ ص ۸۲ (۱) میں ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے پس یہ تو ضعیف ہے اب سنئے!

جلسۂ استراحت کا ثبوت

ان النبی ﷺ اذا کان فی وتر من صلوته لم ینهض حتی یستوی قاعدا (اخرجه البخاری) (۲)

یعنی جب حضور ﷺ پہلی یا تیسری رکعت کے بعد کھڑا ہونا چاہتے تو بغیر اچھی طرح بیٹھے ہوئے کھڑے نہ ہوتے، یہ صحیح اور صریح حدیث ہے

---

(۱) **ملاحظه هو حاشیه هدایه ص ۱۱۲** وہ حدیث یہ ہے ان النبی ﷺ **کان ینهض فی الصلوٰة علیٰ صدور قدمیه** /اس کے بارے میں احمد ونسائی نے کہا ہے کہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس طرح کی حدیث قابل حجت نہیں ہے اس کی سند میں ایک راوی خالد بن الیاس ہیں جو متروک ہیں، امام بخاری اور ابن معین اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں "لیس بشیء" ابن حبان کہتے ہیں کہ خالد بن الیاس موضوعات بیان کرتے ہیں ان کی روایت کو تعجب کے طور پر ہی بیان کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اس روایت میں ایک راوی صالح مولی التوءمہ ہیں جو آخری عمر میں مختلط ہوگئے تھے اور یہ بات معلوم نہیں ہے کہ خالد نے ان سے کب یہ روایت سنی ہے۔

(۲) **بخاری ج۱ ص ۱۱۳ کتاب الاذان باب من استوی قاعدا فی وتر من صلاته ثم نهض / ترمذی ج۱ ص ٦٤ باب کیف النهوض من السجود / ابوداؤد ص ۱۲۲ باب النهوض فی الفرد / نسائی ج۱ ص ۱۲۹ باب الاعتماد علی الارض عندا لنهوض**

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ان کی ہدایہ ص ۹۲(۱) میں ہے "ولا یقعد" یعنی اس موقعہ پر نہ بیٹھے۔

کہو حنفی بھائیو! کس کی مانو گے؟ اور کس کی چھوڑو گے؟

مذہب اہل حدیث

الغرض ان روایتوں میں سے ایک بھی صحیح ثابت نہیں اور ان کے برخلاف صحیح اور صریح حدیثیں ہیں اس لئے اہل حدیث بفضل خدا ان حدیثوں پر ہی عامل ہیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج اور آج کے بعد جب کبھی آپ یا اور کوئی صاحب کسی مسئلے میں بھی صحیح حدیث پیش کریں گے تو ناممکن کہ اہل حدیث کی گردنیں اس کے سامنے جھک نہ جائیں، ہمارا یہ مذہب نہیں کہ فلاں امام نے اگر حدیث کو مانا ہے تو ہم بھی مانیں گے ورنہ نہ مانیں گے۔ ہمارے یہاں حدیث پر عمل کرنے کے لئے کسی خاص مذہب میں اس پر عمل ہونے کی شرط نہیں، ہر فرمان رسول ہمارے لئے واجب العمل ہے اور اسی کی ہم دنیا کو دعوت دیتے ہیں اللہ کرے آپ کی سمجھ میں آجائے۔

مرے پیشوا ہیں رسول خدا = میں ہوں ان کی سنت پہ دل سے فدا

امام صاحب اور اہل حدیث

رہا جناب کا یہ تحریر فرمانا کہ اتنی بڑی متبرک ہستی امام ابو حنیفہ کو ایسے ایسے الزامات سے ملزم کرنا سخت نادانی ہے، اس کی بابت بھی سن لیجئے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی ہستی اور چیز ہے اور ان کے نام سے جو ان کا مذہب موجودہ کتب فقہ میں بنایا گیا ہے، یہ بالکل اور ہی چیز ہے، ہمارا اعتراض ان کتب فقہ پر ہے ذات امام صاحب پر نہیں، حاشاوکلا ہم دشمن اماماں دین نہیں

(۱) هدایه ج۱ صـ ۱۱۰

بلکہ ہم تواماماں دین کے دشمنوں کو ملعون کہتے ہیں، ہم امام صاحب کو اپنا امام مانتے ہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ تواپنی پوری عمر لوگوں کو اہل حدیث بنانے میں ہی مصروف رہے، دیکھئے آپ کے مذہب کی کتاب اور وہ بھی ایک نہایت متعصب اور دشمن اہل حدیث کی لکھی ہوئی کتاب حدائق الحنفیۃ میں موجود ہے کہ حضرت سفیان فرماتے ہیں "مجھے امام ابو حنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا" پس یہ فرق ہمیشہ پیش نظر رکھو تاکہ ہماری نسبت کسی غلط فہمی میں نہ پڑو۔ اس کی مزید تحقیق میری کتاب سراج محمدی میں ملاحظہ فرمالیجئے۔(۱)

الزامی جواب

ایک اور جواب بھی سن لیجئے اور اس پر بھی ٹھنڈے دل سے غور کر لیجئے شاید اللہ تعالیٰ اسی سے ہدایت کی طرف رہبری کرے، وہ یہ ہے کہ اگر حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب کے کسی مسئلے کو خلاف حدیث یا غلط کہنے اور اس کے نہ ماننے سے امام صاحب پر الزام دینا لازم آتا ہے اور یہ نادانی ہے، تو کیوں جناب؟ تین اور مذہبوں کے کل مسائل اختلافیہ کو آپ حضرات خلاف حدیث یا غلط کہیں اور انھیں نہ مانیں تو کیا آپ نے تینوں اماموں کو الزام نہیں دیا اور کیا یہ ایک چھوڑ تین تین نادانیاں آپ نے نہیں کیں؟ پس ہر چہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔

فقہ کے بے دلیل مسائل

جناب کا یہ فرمانا کہ فقہ کوئی من گھڑت یا بناوٹی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ فقہ تو نام ہے ان مسائل شرعیہ کے مجموعے کا جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہوں لگے ہاتھوں ان کا بھی جواب سنتے جائیے! اور بسط مطلوب ہو تو میری کتاب سیف محمدی دیکھ لیجئے۔

---

(۱) سراج محمدی اور سیف محمدی اہل حدیث اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

نجاست سمیت نماز

پہلا مسئلہ : آپ کی ہدایہ شریف باب الانجاس میں ہے "قدرالدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰة معه" (جلداول ص ۷۱)(۱) یعنی سخت ترغلیظ نجاست جیسے کہ خون اور پیشاب اور شراب اور مرغ کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب بقدر ایک درہم کے (کپڑے پر یا جسم پر) لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی، اسی ہدایہ میں یہ بھی ہے کہ درہم سے مراد ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہے اور وزن میں ایک مثقال کے برابر ہے) ہاں میرے بھائی جلدی سے قرآن کی وہ آیت یا رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث پڑھ دیجئے جس میں ہو کہ اتنی ناپاکی سمیت نماز پڑھا کرے۔

سلام کے بدلے گوز

دوسرا مسئلہ: اسی ہدایہ کے باب الحدث میں ہے "وان تعمدالحدث فی هذه الحالة اوتكلم اوعمل عملا ينافي الصلوٰة تمت صلوٰته" (ص ۱۱۰ جلد اول)(۲) یعنی اگر اس حالت میں یعنی بعد تشہد کے قصداً جان بوجھ کر پاخانے کے راستے سے ہوا نکال دے یعنی گوز مار دے یا بات چیت کر لے یا کوئی عمل خلاف نماز کر لے تو اس کی نماز پوری ہو گئی، ہاں میرے بھائی جلدی سے قرآن کی وہ آیت یا وہ حدیث پڑھ دیجئے۔ جس میں یہ ہو کہ پاد مار دینا

(۱) هدایه ج۱ ص ۷٤ / شرح وقایه ج۱ ص ۱۲٤ / بدائع الصنائع ج۱ ص ۲۳۳ / البحرالرائق ج۱ ص ۳۹۵ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص ٤۵

(۲) هدایه ج۱ ص ۱۳۰ / شرح وقایه ج۱ ص ۱۵۹ / البحرالرائق ج۱ ص ٦۵۳

بھی نماز سے سلام پھیر دینے کے برابر ہے۔ یہ ہیں وہ حیاسوز قیاس جن سے ہم تمہیں بچانا چاہتے ہیں۔

بے نکاحی بیوی

تیسرا مسئلہ: اسی ہدایہ کی فصل فی بیان المحرمات میں ہے " من ادعت علیه امرأة انه تزوجها واقامت بینة فجعلها القاضی امرأته ولم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها "(ص ۹۳ جلد ۲)(۱)

یعنی کسی عورت نے کسی مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہے اور گواہ بھی گذار دیئے، جج نے فیصلہ دے دیا کہ یہ اس مرد کی بیوی ہے تو اگر واقع میں نکاح نہیں ہوا تاہم اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا سہنا اور اسے جماع کرنے دینا جائز و درست ہے، ہاں بھائی جلدی وہ آیت یا حدیث پڑھ دیجئے جس میں یہ ہے کہ جھوٹے گواہ اور غلط فیصلے سے حرام عورت بے نکاح کے سچ مچ بیوی بن جائے اور پھر دونوں مجامعت مباشرت مثل میاں بیوی کے کرتے رہیں، رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں ایسے فیصلے سے ایک پیلو کی مسواک بھی حلال نہیں ہو سکتی۔

مطالبہ

میں سر دست جناب کے سامنے صرف یہ تین ہی مسئلے پیش کر کے بس کرتا ہوں ورنہ ایسے چھ سو مسائل میں نے اپنی کتاب سیف محمدی میں جمع کر دیئے ہیں، برادرم! اگر ان مسائل کی احادیث و آیات آپ کو نہ ملیں تو آپ

---

(۱) هدایه ج۲ ص ۳۱۲ / درمختار ج۱ ص ۱۹۰ / البحرالرائق ج۳ ص ۱۹۰ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص ۲۸۳

جی نہ چھوڑ دینا، ہمت نہ ہارنا۔ دیوبند، ڈھابیل دہلی، غازی پور، سہارن پور وغیرہ سے امداد حاصل کرنا، میں بہت ممنون ہوں گا اگر جناب مجھے وہ آیات واحادیث دکھادیں گے جن میں یہ ہو کہ اگر پاخانہ، پیشاب جیسی غلیظ گندگی بقدر درہم لگی ہوئی ہو اور نماز پڑھ لے تو جائز، تشہد کے بعد درود دعا اور سلام کے بدلے اگر پاد مار دے تو نماز پوری ہو گئی، جھوٹے گواہ پیش کر کے نکاح کا جھوٹا دعویٰ کر کے جج کا فیصلہ لے کر، بغیر حقیقی نکاح کے اگر میاں بیوی بن جائیں اور مصاحبت و مجامعت کرتے رہیں تو جائز۔

میری تو سن لو! قسم خدا کی! کوئی آیت کوئی حدیث ایسی نہیں، اسی طرح اور بھی سن لو کہ جو چھ مسئلے آپ نے پیش کئے ہیں اور ہمیں ان کے ماننے کی دعوت دی ہے ان میں بھی صراحت و صحت کے ساتھ بے جرح ایک بھی حدیث نہیں اور ان کے خلاف صراحت و صحت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں ،مدتیں ہوئیں میں نے اعلان کرر کھا ہے پھر میں اسے دہراتا ہوں سنئے!

چار سو روپئے کا انعام

اگر کوئی صاحب رفع الیدین نہ کرنے کی صحیح، صریح، مرفوع، غیر مجروح حدیث پیش کریں تو ہمارا تحریری حلفیہ اقرار ہے کہ رفع الیدین ترک کردیں گے اور ایک سو روپیہ نقد بھی دیں گے۔ اسی طرح دل میں کہہ لینے کی حدیث بھی۔ اور اسی طرح امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کی حدیث بھی۔ اور اسی طرح زیر ناف ہاتھ باندھنے کی حدیث بھی ہے، ہے کوئی جو ہم سے یہ انعام بھی حاصل کرے اور ہمیں حنفی بھی بنالے؟ مکرم مولانا میں نے اخباری حیثیت کے مطابق قلم روک کر بہت مختصر سے جواب جناب کو دیئے ہیں، لیکن اس سے اگر سیر نہ ہو تو میری کتابیں دیکھئے ہمیں کوئی ضد نہیں ہم حدیث

پر ایمان رکھتے ہیں حدیث پہنچاؤ اور منوالو، حدیث لو اور مان لو۔

سینے کو چمن بنائیں گے ہم = گل کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم

اب ہم پھر اپنے اسی ترک کردہ سلسلے کو لیتے ہیں، ایک سوچھ حدیثیں ہو چکیں آگے سنئے!

ظہر و عصر کی نماز کا محمدی اور حنفی وقت

عن ابن عباس قال قال رسول اللهﷺ امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمس وکانت قدرالشراك وصلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثله (رواه ابوداؤد والترمذی مشکوٰة ص٥٩ جلد اول باب المواقیت)(١)

یعنی آنحضرت ﷺ کی امامت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ شریف میں کی اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل کر بقدر ایک تسمہ اس کا سایہ ظاہر ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔

ناظرین ! یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں صاف موجود ہے کہ عصر کی نماز کا وقت وہ ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، یہی نماز عصر کا شروع اور نماز ظہر کا آخر وقت ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے "واٰخر وقتها عند ابی حنفیة اذا صار ظل کل شیء مثلیه..........

(١) ابوداؤد ج١ صـ ٥٦ کتاب الصلوٰة . باب المواقیت / ترمذی ج١ صـ ٣٨ باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰة عن النبی ﷺ / الفتح الربانی ج٢ صـ ٢٣٩ باب جامع الاوقات / حاکم ج١ صـ ١٩٤ اوقات الصلوٰة الخمس / دارقطنی ج١ صـ ٢٥٦ کتاب الصلوٰة باب امامة جبرئیل / ابن خزیمه ج١ صـ ١٦٨ باب ذکرمواقیت الصلوٰة الخمس

واول وقت العصر اذا خرج وقت الظهر" (هدايه جلداول ص ٦٤ باب المواقيت) (١)

یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اول وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دگنا ہو جائے، سنا آپ نے؟ ایک، دو ہو گئے، حدیث میں ہے کہ ایک گونہ سایہ ہونے سے ظہر کا وقت جاتا رہا، حنفی مذہب میں ہے نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت کے نکلنے اور عصر کے وقت کے آنے کا انداز بتلائیں کہ جب سورج کا چڑھتا ہوا اور بڑھتا ہوا سایہ سوائے اصلی سائے کے ہر چیز کے برابر ہو جائے، حنفی مذہب کہے یہ ٹھیک نہیں بلکہ جب ہر چیز سے دگنا ہو جائے،

کہو حنفی دوستو! اب آپ کا کیا فیصلہ ہے نمازوں کے اوقات کا صحیح علم خدا کے بھیجے ہوئے نبی کو تھا؟ یا ان کے ایک امتی کو؟

دو صحیح حدیثیں معارض نہیں ہوتیں

ضرورت ہے کہ یہاں پر میں آپ کو یہ بھی بتلادوں کہ ہمارے حنفی بھائیوں نے حدیث سے ہٹنے کی ایک وجہ یہ بھی بتلائی ہے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے کسی میں کچھ ہے کسی میں کچھ ہے، حالانکہ یہ وہم بالکل خلاف واقعہ ہے۔ دنیا کے پردے پر دو صحیح حدیثیں ایسی نہیں جو آپس میں اختلاف رکھتی ہوں اور ان میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ اس غلط گمان کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ لوگ علم حدیث سے کورے ہو گئے اسرار و حکمت، حدیث و فقہ، علم حدیث ان سے مفقود ہو گیا، ورنہ اگر وہ بنظر محدث حدیث کو دیکھیں تو کبھی اتنی بڑی خلاف اسلام اور توہین رسول ﷺ کی بات زبان سے نہ نکالیں،

(١) هدايه ج١ صـ ٨١ كتاب الصلوٰة باب المواقيت / درمختار ج١ صـ ٥٩ / شرح وقايه ج ١ صـ ١٢٨ - ١٣٠ / بدائع الصنائع ج١ صـ ٣١٩

دوستو! سچ بتاؤ اپنی ایک بات کے خلاف خود ہی دوسری بات کہنا یہ کسی عقلمند کا فعل ہو سکتا ہے؟ ایک عورت کو وہ اپنی بیوی کہے پھر اسی کو خود ہی بہن بتلائے تو نتیجہ یہی ہوگا کہ یا تو وہ پاگل، بکواسی سڑی اور سودائی شخص ہو گا یا اس کی دونوں باتوں میں سے ایک قطعاً غلط ہو گی۔ اب ہے کوئی جو یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی آپ کچھ فرمادیتے ہیں کبھی کچھ اور کہنے لگتے ہیں، پس دراصل یہ تو غلط گوئی ہے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے یعنی تعارض اور مناقضہ ہے۔

فقہ کا تناقض

ہاں البتہ فقہ میں یہ منظر بہت صاف نظر آرہا ہے اسی مسئلے میں اسی ہدایہ میں جو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اول وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دگنا ہو جائے لیکن اسی ہدایہ میں اسی صفحہ میں اسی عبارت کے ساتھ ہی موجود ہے "**وقالا اذا صار الظل مثله وهو رواية عن ابی حنيفة رحمه الله**"(۱) یعنی امام صاحب کے دونوں شاگرد محمد اور ابو یوسف کے نزدیک ظہر کا آخری اور عصر کا اول وقت ایک گنا سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت میں یہی مروی ہے پس یہ اختلاف (۲) کہ ایک اور دو جس

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۸۱ کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت / بدائع ج۱ صـ ۳۱۷
(۲) امام صاحب اور ان کے شاگردوں کا اختلاف دیکھنا ہو تو مصنف کی کتاب درایت محمدی ضرور ملاحظہ فرمائیں جس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی مسئلہ ہے، امام ابو حنیفہ کچھ کہتے ہیں ان کے شاگرد امام محمد کچھ کہتے ہیں ان کے دوسرے شاگرد امام ابو یوسف کچھ کہتے ہیں ان کے اور شاگرد کچھ کہتے ہیں پھر کہیں کسی کا قول معتبر، کہیں کسی کا، کبھی فتویٰ ابو حنیفہ کے قول پر کبھی صاحبین کے قول پر، کبھی امام زفر کے قول پر، اس مذہبی دنگل کو ضرور ملاحظہ فرمائیں

طرح اس میں فرق ہے اسی طرح ان دونوں روایتوں میں، جس طرح ایک، دو نہیں اور دو ایک نہیں اسی طرح یہ دونوں روایتیں کسی تطبیق سے ایک نہیں ہو سکتیں، اس لطف کو بھی ہم کبھی نہیں بھول سکتے کہ امام صاحب سے جو روایت خلاف حدیث تھی اسے تو لے لیا اور جو موافق حدیث تھی اسے چھوڑ دیا۔ حنفی دوستو! اگر یہ الٹی گنگا نہ بہاؤ تو کیا حنفیت کی رونق جاتی رہے گی؟ وہی روایت کیوں نہیں لیتے جو حدیث کے مطابق ہے؟

بہر صورت جس پر فقہاء نے عمل رکھا ہے اور جس پر آج ہندوستان کے تمام حنفیوں کا عمل ہے وہ یہی ہے کہ ظہر کا آخر اور عصر کا اول وقت دوگنا سایہ ہونے پر ہوتا ہے اس لئے حنفی مذہب اس حدیث پر عمل نہیں کرتا جو عنوان میں درج ہے پس ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے بھائیوں سے دریافت کریں کہ پیغمبر معصوم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنے سے آپ کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ آپ نمازوں کو وقت مار کر کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ تعلیم رسول کا، تعلیم جبرئیل کا پاس کیوں نہیں کرتے؟ کیا پیغمبر سے زیادہ فضلیت والا کوئی اور آپ کو نظر آ گیا کہ اس کی تعلیم کے مقابلے پر آپ نے تعلیم محمدی کو ترک کر دی؟ اگر واقعی کوئی ایسا ہے تو ہمیں بھی بتلاؤ تاکہ مل جل کر ہم سب تعلیم رسول سے ہٹ جائیں اور اس بزرگ کی تعلیم کے عامل بن جائیں، ورنہ ہم محمدیوں کی طرف سے آپ کو دعوت ہے کہ آؤ اس کی تعلیم پر عمل کریں جس سے بہتر نہ تو چشم فلک نے آج تک دیکھا نہ آئندہ دیکھ سکے، خدایا تو ہمیں توفیق دے۔

حدیث پہنچی پھر نہ مانی

برادران! ایک لطیفہ یہ بھی نہ بھولئے کہ اسی ہدایہ میں، اسی جبرئیل والی امامت حدیث کو لائے بھی ہیں، اسی صفحے میں اسی عبارت کے ساتھ ہی ظہر کا وقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اول وقت الظهر اذا زالت الشمس لامامة جبرئيل عليه السلام ......" پس یہ عذر بھی باقی نہیں رہا کہ ممکن ہے یہ حدیث ان حضرات کو نہ پہنچی ہو، پہنچتی ہے، نقل کرتے ہیں امام محمد اور امام ابویوسف کی دلیل میں اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں، لیکن پھر بھی کیا مجال کہ ہندوستان کے اس کونے سے اس کونے تک ہزارہا حنفی مسجدوں میں سے ایک میں بھی عصر کی نماز پوری زندگی میں ایک دن بھی اول وقت پر یعنی ایک گنا سایہ ہو جانے پر ہو جائے بلکہ اس سنت وحدیث کے عامل اہل حدیث پر آج تک یہ اعتراض ہے کہ یہ لوگ وقت سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

پس اب اے حنفی بھائیو! جن کی نگاہوں سے میرا یہ مضمون گذر رہا ہے آپ سے عرض ہے کہ فرمائیے! آج سے کیا کریں گے؟ حنفی رہ کر، حدیث کا خلاف کر کے، بے وقت ہی نمازیں پڑھا کریں گے؟ یا محمدی بن کر، حدیث کو سر آنکھوں پر رکھ کر، وقت پر نماز ادا کر کے اللہ کے پیارے اور رسول اللہ ﷺ کے دلارے بنیں گے؟ اللہ ہمیں نیک جواب کی توفیق دے۔ آمین!

لڑکی لڑکے کے پیشاب کا حکم

عن لبابة بنت الحارث.......... قال ﷺ انما يغسل من بول الانثیٰ وينضح من بول الذكر (رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه، مشكوٰة

جلد اول ص ٥٢ باب تطهير النجاسات)(١).

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکیوں کا ہی پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکوں کے پیشاب پر تو چھینٹا دے لینا کافی ہے، یہ حدیث بہت صاف ہے کہ دودھ پیتے چھوٹے بچوں کے جو غذا نہ کھاتے ہوں پیشاب میں شریعت نے فرق کیا ہے لڑکیوں کا پیشاب دھونا ضروری ہے اور لڑکوں کے پیشاب پر صرف پانی کا چھینٹا دے لینا کافی ہے، حضور ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے اور اسی پر سید الطاہرین ﷺ کا عمل بھی رہا اُم قیس بنت محصن کے چھوٹے بچے نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا تو آپ نے یہی کیا (بخاری مسلم)(٢) حضرت حسینؓ نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا تو بھی آپ نے یہی کیا،(٣) لیکن حنفی مذہب نہ تو اس فعل رسول سے خوش، نہ اس فرمان رسول پر عامل' اس کا فیصلہ ہے کہ "بول الصبی الذی لم يطعم فكذلك (عینی شرح ہدایہ نول

(١) الفتح الربانی ج١ صـ ٢٤٢ - ٢٤٤ / ابوداؤد ج١ ص٥٤ـ باب بول الصبی يصيب الثوب / ابن ماجه ج١ صـ ١٧٤ باب ماجاء في بول الصبی الذی لم يطعم / ابن خزيمه ج١صـ ١٤٢ باب غسل بول الصبية من الثوب / حاكم ج١ صـ ١٦٦ ينضح بول الغلام ويغسل بول الجارية / نسائی ج١ صـ ٣٣ باب بول الجارية

(٢) بخاری ج١ صـ ٣٥ كتاب الوضوء باب بول الصبيان ج٢ صـ ٨٤٩ كتاب الطب باب السعوط بالقسط الهندی / مسلم ج١ صـ ١٣٩ كتاب الطهارة باب حكم بول الطفل الرضيع / ابوداؤد ج١ صـ ٥٤ باب بول الصبی يصيب الثوب / موطا امام مالك صـ ٢٢ / الفتح الربانی ج١ صـ ٢٤٤ / نسائی ج١ صـ ٣٣ باب بول الصبی الذی لم ياكل الطعام / ابن ماجه ج١ صـ ١٧٤ باب ماجاء في بول الصبی الذی لم يطعم

(٣) ابوداؤد ج١ صـ ٥٤ باب بول الصبی يصيب الثوب / ابن ماجه ج١ صـ ١٧٤ باب ماجاء في بول الصبی الذی لم يطعم / ابن خزيمه ج١ صـ ١٤٣ باب غسل بول الصبية من الثوب

کشور جلد اول ص ۴۵۳)(۱) یعنی اس لڑکے کا پیشاب بھی جو کھانا نہیں کھاتا بڑے آدمیوں کے پیشاب کی طرح نجس ہے، مطلب یہ ہوا کہ ایسے بچے کے پیشاب پر صرف چھینٹادے لینا کافی نہیں، اب ہمارے دوست ہمیں بتلائیں کہ اس اختلاف میں ہم کس طرف ہوں ؟ آیا حدیث کی طرف یا عینی والے کی طرف؟

صبح جمعہ میں مخصوص سورتیں

عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ يقرأ فی الفجر يوم الجمعة بالم تنزيل فی الركعة الاولی وفی الثانية هل اتیٰ علی الانسان(متفق عليه مشکوٰة جلداول ص ۸۰ باب القرأة فی الصلوٰة) (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن کی صبح کی فرض نماز کی پہلی رکعت میں سورہ الم سجدہ اور دوسری سورہ میں ہل اتی پڑھا کرتے تھے بلکہ طبرانی کی حدیث میں ہے "يد يم ذالك " اسی پر آپ کی ہمیشگی رہی، یہ حدیث کسی شرح وبسط کی محتاج نہیں، ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی عادت یہی تھی، مسنون طریقہ یہی ہے کہ جمعہ کی صبح کی نماز کے فرضوں میں یہ سورتیں برابر پڑھی جائیں، لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ

---

(۱) وكذ لك بول ا لصغير والصغيرة اكلا اولا (فتاوی عالمگیری ج۱ص۔ ٤٦ مطبوعه ماجد يه)

(۲) بخاری ج۱ صـ ۱۲۲ كتاب الجمعة باب مايقرأ فی صلوٰة الفجر يوم الجمعة / مسلم ج۱ صـ ۲۸۸ كتاب الجمعة / نسا ئی ج۱صـ ۱۱۱ القرأة فی الصبح يوم الجمعة / ابن ماجه ج۱ صـ ۲٦۹ كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها / الفتح الربانی ج٦ صـ ۱۱۱ باب مايقرأ به فی صلوٰة الجمعة

ہے، چنانچہ ھدایہ جلد اول ص ۱۰۰ باب القراۃ (۱) میں لکھا ہے "ویکرہ ان یوقت بشیء من القرآن لشیء من الصلوات" یعنی کسی نماز کے لئے قرآن کی کسی سورت کو مقرر کرلینا مکروہ ہے، اسی ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اسی فقرے کے نیچے لکھا ہے " کالسجدۃ والانسان لفجر الجمعۃ "(۲) یعنی الم سجدۃ اورھل اتیٰ کا جمعہ کے دن کی صبح کی فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں پڑھتے رہنا یہ مکروہ ہے۔

کہو حنفی بھائیو! اب کیا سوچا؟ آیا یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ ﷺ ایک مکروہ کام کیا کرتے تھے تم اسے نہ کروگے؟ یا فقہاء کے اس فتوے کو مکروہ جان کر سنت نبوی پر عمل رکھوگے؟

نماز جمعہ کی مخصوص سورتیں

عن عبداللہ بن ابی رافع قال استخلف مروان اباھریرۃ علی المدینۃوخرج الیٰ مکۃ فصلی لنا ابوھریرۃ الجمعۃ فقرأ سورۃ الجمعۃ فی السجدۃ الاولیٰ وفی الآخرۃ اذا جاءك المنافقون . فقال سمعت رسول اللہ ﷺ یقرأ بھمایوم الجمعۃ. (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۰ باب القراۃ) (۳)

یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ جب مدینے شریف کے حاکم تھے،

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۲۰ فصل فی القرأۃ
(۲) فتح القدیر ج۱ صـ ۳۹۳
(۳) مسلم ج۱ صـ ۲۸۷ کتاب الجمۃ / الفتح الربانی ج٦ صـ ۱۱۱ باب مایقرأ بہ فی صلوٰۃ الجمعۃ / ترمذی ج۱ صـ ۱۱۷ باب ماجاء فی القرأۃ فی صلوٰۃ الجمعۃ / ابن ماجہ ج۱ صـ ۳۵۵ باب ماجاء فی القرأۃ فی الصلاۃ یوم الجمعۃ

آپ نے جمعہ پڑھایااور پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھی اور فرمایا آنحضرت ﷺ ان سورتوں کی اس نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، پس صحابہ کے نزدیک تو یہ مسنون، اس کا ثبوت حضور ﷺ کے فعل سے موجود اور مسلم شریف جیسی صحیح کتاب گواہ، لیکن حنفی مذہب کے نزدیک یہ مکروہ۔ چنانچہ اسی ہدایہ کی یہی شرح فتح القدیر کی اسی مندرجہ بالا عبارت کے تحت میں لکھتا ہے "والجمعة والمنا فقين للجمعة "(۱) یعنی سورہ جمعہ اور سورۂ منافقون کا تقرر جمعہ کی نماز کے لئے کرنا مکروہ ہے اب شمع محمدی کے ناظرین اپنا فیصلہ سنائیں کہ وہ محمدی رہیں گے یا فتح القدیر والے بنیں گے؟

سجدے سے انکار

عن عقبة بن عامر قال قلت يا رسول الله ﷺ فضلت سورة الحج بان فيها سجدتين قال نعم ومن لم يسجدهما فلايقرأهما (مشكوٰة جلداول ص۹۳ كتاب الصلوٰةباب سجود القرآن)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ سے حضرت عقبہ نے کہا کہ حضور ﷺ سورۂ حج کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے تلاوت کے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور جو یہ سجدے نہ کرے وہ انھیں نہ پڑھے، لیکن حنفی مذہب سورۂ حج میں سجدۂ تلاوت دو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "والاولىٰ من الحج " (۳) یعنی سورۂ حج

(۱) فتح القدیر ج ا ص ۳۹۳
(۲) ابوداؤد ج۱ صـ ۱۹۹ باب تفریع ابواب السجود / ترمذی ج۱ صـ ۱۲۸ باب فی السجدة فی الحج / الفتح الربانی ج ٤ صـ ۱۸۰ باب ماجاء فی سجدة سورة الحج وسجدة سورة ص / دارقطنی ج۱ صـ ٤٠٩ سجود القرآن / حاکم ج۱ صـ ۲۲۱ - ج۲ صـ ۳۹۰
(۳) هدايه ج۱ صـ ۱٦۳ باب فی سجدة التلاوة / درمختار ج۱ صـ ۱۰٤ / شرح وقايه ج۱ صـ ۱۹۰

کا پہلا سجدہ کرے، پس جسے اللہ تعالیٰ نے دو سجدوں کے ساتھ فضیلت دی تھی اس سے ایک سجدہ ہی کم کر دیا گیا،

کہئے اب حنفی بھائیو! آپ کیا کریں گے؟ ایک سجدے کے قائل ہو کر دوسرے سجدے کا انکار فقہ کی تعلیم کے ماتحت؟ یا دونوں سجدوں کا اقرار حدیث کی تعلیم کے مطابق۔

وجوب سجدۂ تلاوت

عن زید بن ثابت قال قرأت علیٰ رسول اللہ ﷺ والنجم فلم یسجد فیھا۔ (متفق علیه مشکوٰۃ جلد اص ۹۳ باب سجود القرآن) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے سورۂ والنجم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا، یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے "**والسجدة واجبة فی ھذہ المواضع علی التالی والسامع**" ھدایہ کتاب الصلوٰۃ جلداول ص ۱۴۳ باب فی سجدۃ التلاوۃ "(۲) یعنی ان تمام جگہ سجدۂ تلاوت واجب ہے، قرأت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی، یاد رہے کہ ان وجوب کی جگہوں میں اسی ہدایہ میں سورۂ والنجم کے سجدے کا بھی ذکر ہے، کہئے حنفی بھائی اب کیا فتویٰ دیں گے؟

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۴۶ باب سجدۃ النجم / مسلم ج۱ صـ ۲۱۵ باب سجود التلاوۃ / الفتح الربانی ج۴ صـ ۱۶۶ باب حجۃ من قال بعدم سجدات التلاوۃ فی سور المفصل / ترمذی ج۱ صـ ۱۲۷ باب ماجاء من لم یسجد فیه / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۹۹ باب من لم یر السجود فی المفصل / نسائی ج۱ صـ ۱۱۱ ترك السجود فی النجم / دارقطنی ج۱ صـ ۴۱۰ سجود القرآن

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۱۶۳ باب فی سجدۃ التلاوۃ / درمختار ج۱ صـ ۱۰۴ شرح وقایہ ج ۱صـ ۱۹۰- ۱۹۱

کفن چور پر مہربانی

عن ابی سلمة عن ابی ھریرة ان رسول اللهﷺ قال فی السارق ان سرق فا قطعوا ایده (روا ہ فی شرح السنة مشکوٰۃ جلد دوم ص ۳۱٤ کتاب الحدود باب قطع السرقه) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، پہلے ہی حدیث گذر چکی ہے کہ پاؤ دینار یعنی تین درہم کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے، حنفی مذہب جہاں چوری کی چیز کی اتنی مقدار کو نہیں مانتا، وہاں بہت سے چوروں کو بھی اس حکم میں داخل نہیں کرتا۔ مثلاً وہ کہتا ہے "**لاقطع علی النباش**" یعنی کفن چور پر حد نہیں اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے، ملاحظہ ہو حنفی مذہب کی فقہ کی اول نمبر کی کتاب ہدایہ ۲ ص۵۲۱ کتاب السرقة، (۲) پس فرمائیے آپ کفن چوروں کا ساتھ دیں گے؟ یا حدیث رسول کا؟

چوروں کی ہمدردی

اسی حدیث کو اور مذکورہ حدیث کو کہ تین درہم کی قیمت کا مال چرانے والے کا ہاتھ کاٹ دو، دوبارہ پڑھ جائیے، اور پھر حنفی مذہب کے اس مسئلے پر بھی ھدایه جلد ۲ کے ص ۵۲۰ کتاب السرقة (۳) میں نظر ڈالئے کہ "**ولایقطع فی ابواب المسجد الحرام**" یعنی کعبۃ اللہ شریف مسجد حرام

---

(۱) ابن ماجہ میں ہے کہ ایک چور نے مسجد میں سوئے ہوئے ایک آدمی کی چادر چرالی تھی جسے وہ تکیہ بنائے ہوئے تھے جب اس چور کو پکڑا گیا تو نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا
ابن ماجه ج۲ صـ ۸٦٥ باب من سرق من الحرز

(۲) هدا یه ج۲ صـ ٥٤١

(۳) هدا یه ج۲ صـ ٥٤٠۔ ھدایہ کے اسی باب میں ہے جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں اس کی چوری کرنے والے کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، نشہ لانے والی پینے کی چیز چرانے والے کے ہاتھ بھی نہیں کٹیں گے۔ = حاشیہ جاری

کے کواڑ کوئی چرا لے جائے تو اس کے ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں، کہو حنفی بھائیو! چوروں کا ساتھ دو گے یا ان کے ہاتھ کاٹنے والوں کا؟

حدیث کی چار صورتوں کی حنفی مذہب میں تبدیلی

عن ابی مسعود قال قال رسول اللهﷺ یؤم القوم اقرأهم کتاب الله تعالیٰ فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سناً(مشکوٰة جلد ۱ صـ ۱۰۰ کتاب الصلوٰة باب الامامة) (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو، اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ سنت کا عالم ہو، اگر علم سنت میں بھی سب برابر کے ہوں تو وہ جو ہجرت میں سب سے پہلے ہو، اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جو عمر میں سب

= طنبورہ، قرآن شریف، صلیب، شطرنج نرد کے چور کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چھوٹے بچے کے چور کو اگر چہ وہ بچہ زیور پہنے ہوئے بھی ہو اس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، بڑی عمر کے غلام کو چرایا جائے تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کتے اور چیتے کے چور کا بھی ہاتھ نہیں کٹے گا وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (ہدایت محمدی) ناشر اہل حدیث اکیڈمی مئو

(۱) مسلم ج۱ کتاب المساجد باب من احق بالامامة صـ ۲۳٦/ابوداود ج۱ صـ ۸٦ باب من احق با لامامة / ترمذی ج۱ صـ ٥٥ ابواب الصلوٰة باب من احق بالامامة / نسائی ج۱ صـ ۸۹ من احق بالامامة / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۱۳ حدیث رقم ۹۸۰ / المدخل الی السنن الکبریٰ للبیهقی صـ ۱۱۸ حدیث رقم ٥٤ / مسند احمد ج٤ صـ ۱۱۸ ، ۱۲۱ - ۱۲۲ اج٥ صـ ۲۲ / دارمی ج۱ صـ ۳۱۸ / مسند ابی داؤد الطیالسی ج۲ صـ ۸٦ / ارواء الغلیل (۲٥٦ - ۲۹٥) مستدرك حاکم ۲٤۳/۱ / دارقطنی ج۱ صـ ۲۸ / السنن الکبریٰ للبیهقی ج۳ / ۱۱۹-۱۲٥ / مصنف عبدالرزاق حدیث رقم ۳۸۰۸ - ۳۸۰۹ / مسند الحمیدی حدیث رقم ٤٥۷ / ابوعوانه ۳٦/۳٥/۲ ابن الجارود ۳۰۸ / ابن خزیمه ج۳ صـ ٤ باب ذکر احق الناس بالامامة

سے بڑا ہو.......... اس حدیث اور صریح حدیث کے بالکل برخلاف جو عمارت چنی گئی ہے آپ اسے بھی معائنہ فرمالیں۔

حنفی مذہب کی کتاب ھد ا یہ جلداول ص۱۰۱ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں ہے(۱)"واولی الناس بالامامۃ اعلمھم بالسنۃ .... فان تساووا فا قرء ھم .... فان تساووا فاورعھم .... فان تساووا فاسنھم ....

یعنی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کا عالم ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے بڑی عمر کا ہو،

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں جو چار صورتیں رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھیں ان سب کو الٹ پلٹ کردیا، اب میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس کا حق کسی کو تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم کو بدلے؟ آنحضرت ﷺ نے چار درجے بیان کرکے اس مسئلے کو ختم کردیا تھا، اہل حدیث حدیث شریف کے مطابق انہی درجات پر اس مسئلے کو ختم کرتے ہیں، نہ وہ اس کے سوا اور درجے گھڑیں نہ اور صورتیں پیدا کریں، نہ اپنی طرف سے فتوے بازی کریں، لیکن یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ حدیث کی بتلائی ہوئی صورتوں کو مسخ کردیا، اب آگے سنئے! میں اس مسئلے کی قدرے اور بھی تفصیل کردوں۔

تنویر الابصار متن درمختار میں ہے "والاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوۃ ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۲۱ باب الامامۃ

خلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسباً ثم الانظف ثوباً فان استووا یقرع او الخیار الی القوم" (۱)

یعنی سب سے زیادہ حقدار امامت کا وہ ہے جو سب سے زیادہ احکام نماز کا جاننے والا ہو، پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرنے والا ہو، پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والا ہو پھر وہ جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ اچھی پوشاک والا ہو،

اگر ان تمام باتوں میں بھی برابری ہو تو پھر قرعہ اندازی کی جائے یا لوگوں کو اختیار ہے۔

ہدایہ کی عبارت آپ اوپر پڑھ آئے ہیں وہاں صورتیں تو چار ہی رکھی تھیں لیکن حدیث میں جو صورتیں بیان ہوئی ہیں ان میں اپنا تصرف کر کے کہیں انھیں بدل دی تھیں کہیں ان کی جگہ بدل دی تھی، تنویرالابصار کی عبارت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ حدیث میں چار کا بیان تھا یہاں چار کی دس بنائی گئیں، ہم اہل حدیث تو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ حدیث پر بس کیا جائے نہ اس میں کمی کی جائے نہ زیادتی کی جائے نہ الٹ پلٹ کی جائے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو قرآن وحدیث میں جس طرح ہے وہی اسی طرح اسلام ہے جو اس میں نہیں وہ اسلام میں نہیں، جو بات حضور ﷺ نے نہیں بتلائی، دوسرے کسی کو اس کے بتلانے اور دوسروں کو اس کے ماننے کا منصب ہی نہیں۔

دوستو! غور کرو اگر مگر پر فرض کر لینے اور تصور کر لینے پر ہم نے فتوے چسپاں کرنے شروع کر دیئے تو یہ سلسلہ تو لاانتہاہی ہو جائے گا،

(۱) ملاحظہ در مختار شرح تنویرالابصار ج۱ ص۸۲

جو صورتیں ہمارے فقہائے کرام بیان فرمائیں گے ان سب کے بعد بھی یہی سوال باقی رہ جائے گا کہ اگر ان سب میں برابر ہی ہو تو؟ آخر فرمائیے تو سہی کہ پھر دین کیا ہوگا؟ ایک مذاق ہوگا۔ وہ کبھی قیامت تک بھی مکمل نہ ہوگا نمونہ کا ایک مسئلہ موجود ہے، ہدایہ میں چار صورتیں تھیں تنویر میں دس ہوئیں، ابھی اور آگے سنئے!

اب چار کی اکیس بن گئیں

صاحب در مختار نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی زیادتی کی ہے، ضمناً جو قسمیں بڑھائی ہیں اور جن قیود کا اضافہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہو "ثم اصبحهم ای اسمحهم وجها ثم اکثر هم حسباً" پھر نمبر ۷ کے بعد بڑھاتے ہیں ثم الاحسن صوتاً پھر بڑھایا ہے ثم الاحسن زوجة ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاها پھر نمبر ۸ کے بعد بڑھاتے ہیں ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا ثم المقیم علی المسافر ثم الحر الاصلی علی العتیق ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابة اور نمبر ۱۰ کے بعد لکھتے ہیں " فان اختلفوا اعتبر اکثرهم" (۱) یعنی پھر زیادہ روشن چہرے والا، پھر سب سے بڑھ کر حسب والا، پھر سب سے زیادہ اچھی آواز والا پھر سب سے زیادہ حسین بیوی والا، پھر سب سے زیادہ مالدار، پھر سب سے بڑے مرتبے والا، پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا، پھر مقیم مسافر پر، پھر اصلی آزاد، آزاد شدہ پر، پھر وضو کے قائم مقام تیمم جس نے تیمم کیا ہے وہ غسل کے قائم مقام کرنے والے پر، پھر بھی اگر لوگوں میں اختلاف رہے تو اکثریت جس کی طرفدار ہو اسے امام بنایا جائے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو درمختار ج ۱ ص ۸۲

ناظرین کرام! حدیث شریف آپ کے سامنے ہے جس میں صرف چار صورتیں ہیں یہاں اکیس تو صرف یہی ہو گئیں ابھی اور کتابوں میں اور بھی ہیں (۱) پھر ان میں عجیب عجیب اختلافات ہیں، کوئی کسی کو آگے کرتا ہے کوئی کسی کو (۲)، پس اتباع سنت تو یہ ہے کہ آپ وہیں ختم کردیں۔ جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے ختم کیا، اور تقلید شخصی یہ ہے کہ اسے بڑھاتے چلے جائیں اور رائے قیاس کے انبار لگاتے چلے جائیں، فرضی صورتیں بناتے اور ان کے احکام وضع کرتے چلے جائیں، رائے قیاس اور یہ موجودہ فقہ، حدیث پر قناعت نہیں کرتا، شارع کے بیان کو کافی نہیں سمجھتا، شارع علیہ السلام نے انچ بھر بیان کیا تھا تو انھوں نے اسے گز بھر کرلیا، قول نبی ﷺ پر اپنا قول تہ بہ تہ جماتے جماتے آخر قول نبی کو ان اقوال الناس نے بالکل ہی چھپادیا، کتب حدیث کے صاف اور پاک مسئلے کی کتب فقہ میں بالکل کایا پلٹ گئی، حدیث میں کچھ تھا یہاں کچھ ہوگیا، لکیر کا سانپ بن گیا، یہ ایک مسئلہ اور اس کے اوپر کے اور مسائل سب آپ کے سامنے ہیں، اب غور فرما کر نظریں ڈال کر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ آپ کا دل حدیث کی طرف جھکتا ہے؟ یا فقہ کی طرف؟ آپ کا جی اتباع سنت کی طرف مائل ہوتا ہے؟ یا تقلید شخصی کی طرف؟ آپ شمع محمدی کو لیتے ہیں یا رائے کی رات کے اندھیرے کو؟ اپنی اپنی سمجھ ہے ہماری آواز سنو

---

(۱) ملاحظہ ہو فقہ حنفی کی درجہ ذیل کتابیں / مراقی الفلاح صـ ۱٦۳ – ۱٦٤ / فتاوی عالمگیری ج۱ صـ ۸۳ مکتبہ زکریا دیوبند / بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی ج۱ صـ ۳۸۸ مکتبہ زکریا دیوبند / حاشیۃ الطحاوی صـ ۳۷۸ – ۳۷۹ / البحرالرائق ج۱ صـ ٦۰۷ / حاشیۃ الطحاوی علی الدرالمختار فی الفقہ الحنفی صـ ۳۷۸ – ۳۷۹

(۲) امامت کے سلسلے میں فقہاء حنفیہ کی قلابازیوں اور حدیث میں من مانی اضافہ کا حقیقی سین ملاحظہ فرمائیں۔ طریق محمدی مراجعہ و تعلیق مولانا حافظ ابو سہیل انصاری ص ۷۰ احاشیہ نمبر ا

میں بلبل نالاں ہو گلزار محمد کا آئینہ حیراں ہو انوار محمد کا
بلبل ہے فدا گل پر شمع پہ پروانہ ہے عشق مجھے اپنے دلدار محمد کا

کلی کا مسئلہ

مشکوۃ شریف جلد اول ص ۴۵ باب سنن الوضو میں حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بیان میں مروی ہے کہ "فمضمض واستنشق من کف واحدۃ "(۱) یعنی آپ ﷺ نے ایک ہی چلو لے کر اسی سے کلی بھی کی اور ناک میں بھی پانی دیا، دیگر روایت میں ہے "فمضمض واستنشق وا ستنشر ثلثا بثلث غرفات من ماء "(۲) یعنی آپ نے تین چلو سے تین مرتبہ کلی بھی کی، ناک میں پانی بھی دیا اور ناک جھاڑی بھی، اور روایت کے الفاظ یہ ہیں "فمضمض واستنشق من کف واحدۃ فعل ذلک ثلثاً "(۳) دیگر روایت میں ہے " فمضمض واستنشر ثلث مرات من غرفۃ واحدۃ"(۴) یعنی آپ نے ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک بھی صاف کی، تین مرتبہ ایسا ہی کیا، یہ حدیث ناظرین کے سامنے ہے، صحیح ہے صاف ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی دے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، چنانچہ ہدایہ جلد اول ص ۶ میں ہے " وکیفیتھما ان یمضمض ثلثا یاخذ لکل مرۃ ماء

(۱) مسلم ج ۱ ص ۱۲۳ باب آخر فی صفۃ الوضوء / بخاری ج ۱ ص ۳۲
(۲) بخاری ج ۱ ص ۳۲ باب مسح الرأس
(۳) بخاری ج ۱ ص ۳۲ باب من مضمض واستنشق من غرفۃ واحدۃ
(٤) بخاری ج ۱ ص ۳۳ باب الوضوء من التور

جدیدا ثم یستنشق کذلك "(۱) یعنی الگ الگ ایک ایک چلو پانی سے تین مرتبہ کلی کرے اور پھر اس کے بعد اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی دے شرح وقایہ میں ہے " والمضمضة بمیاہ والاستنشاق بمیاہ " (۲) یعنی کلی اور ناک میں پانی کے لئے الگ الگ پانی لے میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں پھر بھی تحریر ہے کہ میرا مقصد اس مضمون سے یہ دکھانا ہے کہ حدیث صحیح ہے لیکن چونکہ حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں اس کے خلاف ہے اس لئے اور محض اسی لئے اس حدیث پر لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی عمل نہیں کرتا، بلکہ مذہب کی مضبوط اور پابندی کرانے والی بیڑیاں اسے حدیث پر عمل کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتیں۔ یہ وصف اہل حدیث ہی میں ہے کہ اگر کسی کام کے کئی طریقے صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں تو انکے نزدیک سب جائز ہیں

پس اے حنفی بھائیو! آپ سے بھی التماس ہے کہ ان حدیثوں کو رد کرنے کا کیا عذر اللہ کے سامنے پیش کروگے؟ کیوں آج ہی سے تم بخاری مسلم کی اس حدیث پر عمل شروع نہ کردو، حنفیت کو چھوڑ واور حدیث کی طرف آؤ، یہ نہ کہو کہ حنفی مذہب سچا اور حدیث کا مذہب غلط۔

اونٹ کی قربانی میں ایجاد

مشکوۃ شریف جلد اول ص۱۳۸ باب فی الاضحیۃ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے وہیں عید الاضحی آ گئی تو ہم میں سے سات سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور اونٹ میں دس دس نے شریک ہو کر قربانی کی۔ یہ حدیث ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں موجود

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۸ کتاب الطھارات
(۲) شرح وقایہ ج۱ صـ ۶۰ کتاب الطھارۃ

ہے، لفظ یہ ہیں "وفی البعیر عشرة" (۱) لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ ہدایہ جلد چہارم ص ۴۲۸ کتاب الاضحیہ میں ہے " اوبد نة عن سبعة " (۲) یعنی اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں، پس حدیث میں دس کی شرکت، حنفی مذہب اس کا منکر، اب ہمارے حنفی بھائی بتلائیں کہ وہ دس پر خوش ہیں یا سات پر مگن ہیں؟

قربانی کی وسعت میں تنگی

مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۹ باب العتیرۃ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے عرفات کے خطبے میں حجۃ الوداع والے سال فرمایا "ان اهل البيت في كل عام اضحية " (۳) یعنی ہر گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی ہے حاکم میں عبداللہ بن ہشام سے مروی ہے کہ آپ اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے (۴) لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے۔ ہدایہ جلد ۴ ص ۴۲۸ کتاب الاضحیۃ میں ہے " ويذ بح عن كل

(۱) عن ابن عباس قال كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فحضر الاضحى فاشتر كنا في البقرة سبعة وفي البعير عشرة
ترمذی ج۱ صـ ۲۷۶ باب في الاشتراك في الاضحية / نسا ئی ج۲ صـ ۱۸۱ كتاب الضحايا باب ما تجزی عنه البد نة في الضحايا / ابن ماجه ج۲ صـ ۱۰٤۷ باب عن كم تجزی البد نة والبقرة / مسند احمد ج۱ صـ ۲۷۵ / حاكم ج٤ صـ ۲۳۰.

(۲) هد ايه ج٤ صـ ٤٤٤ كتاب الاضحية

(۳) مسند احمد ج٤ صـ ۲۱۵ - ج۵ صـ ۷٦/ نسائی ج۲ صـ ۱٦۷ كتاب الفرع والعتيرة / ابوداؤد ج۲ صـ ۳۸۵ اول كتاب الضحايا / ابن ماجه ج۲ صـ ۱۰٤۵ باب الاضاحی واجبة هی ام لا

(٤) حاكم

واحد منھم شاۃ ......"(۱) یعنی اپنے گھر والوں میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرے، اب دیکھتے ہیں کہ موجودہ حنفی حکم حدیث کو لیتے ہیں یا حکم فقہ کو؟

حدیث کے نفل کو واجب کر دیا

مسند احمد اور مستدرک حاکم میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ "ثلث ھن علی فرائض وھن لکم تطوع الوتر والنحر وصلوٰۃ الضحیٰ "(۲) یعنی تین کام ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن تمہارے لئے نفل ہیں وتر، قربانی، اور نماز ضحیٰ، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ باوجودیکہ میں تم سب سے زیادہ مالدار ہوں لیکن پھر بھی قربانی کو چھوڑ دیتا ہوں اس لئے کہ کہیں تم اسے واجب نہ جاننے لگو، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے(۳) لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، وہ کہتا ہے " الاضحیۃ واجبۃ " یعنی قربانی واجب ہے ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۲ کتاب الاضحیۃ۔(۴)

کہو حنفی بھائیو! اب تم آں حضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کی مانو گے؟ یا حنفی مذہب کی؟

---

(۱) ھدایہ ج ٤ صـ ٤٤٤ کتاب الاضحیۃ

(۲) الفتح الربانی ج١٣ صـ ٥٩ باب ماجاء فی الاضحیۃ

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن النبی ﷺ قال کتب علی النحر ولم یکتب علیکم وامرت برکعتی الضحی ولم تومروابھا، یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک راوی جابر جعفی ہیں جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، اس روایت کو بزار، ابن عدی حاکم، ابن حبان کلبی نے بھی روایت کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث تمام طرق سے ضعیف ہے (واللہ اعلم)

(۳) المحلی بالآثار لابن حزم ج٦ صـ ٩

(٤) ھدایہ ج ٤ صـ ٤٤٣ کتاب الاضحیۃ

سفر میں نماز جمع کرنے کا مسئلہ

عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يجمع بين صلوٰة الظهر والعصر اذا كان على ظهر سير ويجمع بين المغرب والعشاء (رواه البخاری مشکوٰۃ جلد اول ص۱۱۸ باب صلوٰۃ السفر)(۱)

یعنی ابن عباس فرماتے ہیں جب حضور ﷺ سفر میں راستے ہی میں ہوتے تو ظہر عصر کو اور مغرب عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے تھے، لیکن حنفی مذہب اس کا قائل نہیں وہ کہتا ہے "ولايجمع فرضان فی وقت بلاحج" شرح وقایہ جلداول ص۱۲٤ كتاب الصلوٰة(۲) یعنی حج کے موقع کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازیں جمع کر کے نہیں پڑھنی چاہئیں،

کہو حنفیو! رخصت دین اور آسانی اسلام کو تم قبول کرو گے؟ یا اپنے اگلوں کی طرح اسے دھکے ہی دو گے؟

مونڈھوں تک رفع الیدین کا انکار

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تم سے زیادہ حافظ میں ہوں "اذا كبر جعل يديه حذاء منكبيه ......"(۳) جب آپ تکبیر اولیٰ

(۷) بخاری ج۱ صـ ۱٤۹ باب الجمع فی السفر بين المغعرب والعشاء / مسلم بمعناه ج۱ صـ ۲٤٥ باب جواز الجمع بين الصلوتين فی السفر .

(۲) شرح وقايه ج۱ صـ ۱۳۲

(۳) بخاری ج۱ صـ ۱۰۲ باب الی اين يرفع يد يه / الفتح الربانی ج۳ صـ ۱٦٤ باب رفع اليد ين (عن علی ابن ابی طالب) / ترمذی ج۱ صـ ٦۷ باب ماجاء فی وصف الصلوٰة / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۰٦ باب افتتاح الصلوٰة / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۳۷ باب اتمام الصلوٰة

کہتے تو رفع الیدین کرتے وقت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتے...... لیکن حنفی مذہب اس حدیث کا منکر ہے وہ لکھتا ہے " یرفع یدیه حتی یحاذی بابهامیه شحمة اذنیه "یعنی رفع الیدین اس طرح کرے کہ انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہو جائیں، ملاحظہ ہو هدایه جلداول ص ٨٤ باب صفة الصلوٰة ۔ (١)

حنفی دوستو! اجازت دیجئے کہ میں یہاں کچھ آپ کو سمجھاؤں، دیکھو ہدایہ کے مصنف اس حدیث کو لائے جسے ہم نے یہاں وارد کی ہے، پھر کہتے ہیں یہ حدیث شافعی مذہب کے لئے ہے اور ہمارے لئے اور حدیث ہے جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا مروی ہے،(٢) ہم کہتے ہیں یہ تقسیم کیسی؟ یہ کون سا باپ دادے کا ورثہ بٹ رہا تھا کہ یہ میرا یہ تیرا۔ اس کے کیا معنیٰ؟ کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پر تو شافعی عمل کریں، حنفیوں کو اس پر عمل کرنا حرام ہو اور دوسری پر حنفی عمل کریں شافعی کو عمل کرنا اس پر حرام ہو، اے حنفیو! اور اے شافعیو! تم سب امت رسول ہو کیوں خدا کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو؟ کیوں حدیث کے حصے کرتے ہو؟ کیوں سنت کی تقسیم کرتے ہو؟ کیوں کسی کا کفر کر کے کسی پر ایمان لاتے ہو؟ کیوں نہیں کہتے کہ یہ بھی سنت، یہ بھی سنت، یوں کرے خواہ یوں کرے۔(٣)

---

(١) هدایه ج١ صـ ١٠٠ باب صفة الصلوٰة / درمختار ج١ صـ ٧٤ / د رمختار ج ١ صـ ٧٤ / شرح وقایه ج١ صـ ١٤٣

(٢) لکھتے ہیں "ولنا روایة وائل بن حجر والبراء وانس ان النبی علیه السلام کان اذا کبر رفع یدیه حذاء اذنیه (ایضا)

(حدیث وائل بن حجر جس کو مسلم نے نقل کیا ہے اس میں " احیال اذنیه "اور حدیث براء جس کو احمد، دار قطنی، طحاوی نے نقل کیا ہے اس میں "ابهاماه حذاء اذنیه "اور حدیث انس جسے حاکم، دار قطنی نے نقل کیا ہے اس میں " حاذی بابهامیه اذنیه " کے الفاظ ہیں۔

(٣) اگر حنفیہ یوں کہتے تو بعض احادیث کا انکار لازم نہ آتا، اور تمام حدیثوں پر عمل ہو جاتا جیسا کہ علامہ سندی نے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں لاحاجة الی الجمع لعدم التناقض والمنافاة بین الافعال المختلفة لجواز وقوع الکل فی اوقات متعددة فیکون الکل سنة" =

عورت مرد کی نماز میں تفریق

اور لطف کی بات سنئے! حنفیوں کا فیصلہ ہے ہدایہ شریف کے اسی صفحے میں ہے "والمرأة ترفع یدیها حذاء منکبیها "(۱) یعنی عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے، کیوں حنفی بھائیو! تم نے ابھی اوپر پڑھا ہے کہ حضور ﷺ اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو کیا آپ ﷺ کی سنت عورتوں کے لئے لائق عمل اور مردوں کے لئے قابل ترک؟ پھر ہم کہتے ہیں یہاں تم نے اس حدیث کا خلاف کیا جو مشکوٰۃ شریف ص۷۵ جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ میں بحوالہ بخاری مسلم بروایت حضرت مالک بن حویرث منقول ہے کہ "کان رسول الله ﷺ "اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه "(۲) یعنی حضور ﷺ رفع الیدین کرتے ہوئے ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھاتے تھے، کیا اے حنفیو! حضور ﷺ تمہارے نزدیک ایک عورت تھے؟ نعوذ باللہ! حضور ﷺ سے دونوں باتیں مروی، دونوں طریقے ثابت۔ دونوں فعل صحیح،

= یعنی ان حدیثوں میں تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے درمیان کوئی تناقض یا منافاۃ نہیں ہے رسول اللہ ﷺ سے مختلف اوقات میں مختلف طریقے سے رفع یدین ثابت ہے اور سارے طریقے مسنون ہیں۔

بعض لوگوں نے حدیث ابی حمید وابن عمر جس میں حذاء منکبیہ کے الفاظ ہیں اس کو دوسری حدیثوں پر ترجیح دیا ہے کیونکہ یہ دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں اور بعض لوگوں نے ان احادیث کے درمیان تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ رفع الیدین اس طرح کرئے انگلیوں کے سرے کانوں کے مقابل ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل اور ہتھیلیوں کی پشت مونڈھے کے مقابل ہو، حنفیہ اس جمع و تطبیق پر بھی عمل کر کے تمام حدیثوں پر عامل ہو سکتے ہیں، لیکن انہیں تو انکار حدیث کی عادت ہے۔ فالعیاذ باللہ

(۱) ھدایہ ج۱ ص۱۰۰

(۲) بخاری ج۱ ص۱۰۲ باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع / مسلم ج۱ ص۱۶۸ باب استحباب رفع الیدین حذو منکبیه / ابن ماجہ ج۱ ص۲۷۹

لیکن تم نے خاصی تقسیم کی، گھر بیٹھے حصے بخرے کر لئے ایک مردوں کو دی ایک عورتوں کو دی، اور بیچ میں حد فاصل کھڑی کر دی کہ، یہ اس کی حد میں جائے نہ وہ اس کی حد میں آئے، عورت کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائے مرد مونڈھوں تک نہ اٹھائے، سنت تو ہے لیکن اس سنت پر عمل فقط وہی کر سکتا ہے جو حنفی ہو کر مرد بھی ہو، اور دوسری چیز بھی سنت تو ہے لیکن اس پر عمل وہی کر سکتی ہے جو حنفن ہو کر عورت بھی ہو، تقلید کے شیدائیو! تم نے اس سنت رسول کے پھریوں ٹکڑے بھی کئے کہ حنفی تو کانوں تک رفع الیدین کرے اور شافعی مونڈھوں تک، بس کرو شخصی تقلید کے فدائیو! اللہ کے رسول کو پورا مانو! نہیں تو صاف انکار کر جاؤ کیوں مسلمانوں میں نئی نئی راہیں نکالتے ہو، کیوں خدا کے دین کو تنگ کرتے ہو؟ کیوں سنت کا بٹوارہ کرتے ہو؟ کیوں ایک کو مان کر ایک کو دھکے دیتے ہو؟ اللہ سے ڈرو خدا کے پورے دین کو مان لو۔

عورت مرد کی نماز میں فرق

یہی حال سینے کی حدیث میں بھی کیا ہے کہ حنفیوں نے تو کہا سینے پر ہاتھ نہ باندھے بلکہ ناف تلے ہاتھ باندھے، شافعیہ نے کہا سینے پر ہاتھ باندھے ناف تلے نہ باندھے، پھر حنفیوں نے کہا کہ ہاں اگر عورت ہو تو وہ سینے پر باندھ لے، لیکن مرد ہے تو ہر گز نہ باندھے، اب فرمایئے کہ اگر حدیثیں دونوں ہیں اور دونوں ایک ہی قوت کی ہیں تو پھر شافعیوں اور حنفیوں نے بٹوارہ کیوں کر لیا ؟ اور اگر ایک گری پڑی، ضعیف اور ناقابل عمل ہے جیسے ناف تلے کی روایت تو پھر اسے کیوں مانا؟ اور صحیح اور ثابت کو کیوں چھوڑا؟ پھر جب چھوڑا ہی تھا تو عورتوں کو ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی ہدایت حنفیوں نے کیوں کی؟ کیا

حدیث پر عمل کرنے کے لئے عورت ہونے کی بھی شرط ہے؟ یا کیا ان حضرات نے حضور کی نسبت کوئی غلط رائے قائم کرر کھی ہے؟ یا اس تقسیم کی کوئی اور دلیل ہے؟ کہ حنفی مرد ناف تلے ہاتھ رکھے، اور حنفن عورت سینے پر۔ حدیث میں تو صاف ہے۔

"عن وائل بن حجر رضی الله تعالیٰ عنه قال صلیت مع النبی ﷺ فوضع یده الیمنیٰ علی یده الیسریٰ علیٰ صدره"

اخرجه ابن خزیمه (بلوغ المرام ص ۲۱) (۱)

یعنی حضور ﷺ نماز پڑھتے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھا کرتے تھے اور ہاتھ سینے پر باندھا کرتے تھے، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے "یعتمد بیده الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت السرة" (۲) یعنی ہاتھ ناف تلے باندھے۔

ایسا ہی ایک اور فرق

یہی رنگ اس حدیث میں بھی حنفی مذہب نے اختیار کیا ہے جو مشکوٰۃ شریف کی پہلی جلد میں ص ۷۵ پر بروایت حضرت ابو حمید ساعدیؓ منقول ہے کہ " فاذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسریٰ ونصب الاخریٰ وقعد علی مقعدته"

---

(۱) صحیح ابن خزیمه ج۱ صـ ۲۴۳ باب رفع الیمین علی الشمال فی الصلوٰة قبل افتتاح القرأة

(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۰۲ باب صفة الصلوٰة / درمختار ج۱ صـ ۷۴ شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۴۴ .

(متفق علیہ)(۱) یعنی جس التحیات کے بعد سلام پھیرنا ہوتا اس میں حضور ﷺ اس طرح بیٹھتے کہ بایاں پاؤں داہنی طرف نکال لیتے، دوسرا کھڑا کر دیتے اور اپنی ران پر بیٹھ جاتے، حنفی مذہب اس کا ہے تو منکر لیکن پھر حنفی عورت کو تعلیم دیتا ہے کہ "جلست علی الیتها الیسریٰ واخرجت رجلیها من الجانب الایمن "(۲) یعنی عورت التحیات میں اس طرح بیٹھے کہ اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے اور اپنی بائیں ران پر بیٹھے، کیوں دوستو! اس کے کیا معنیٰ؟ کہ عورت ہو تو حدیث پر عمل کر لے اور مرد ہو تو حدیث پر عمل نہ کرے، فعل رسول عورت مرد دونوں کے لئے ہے، ساری امت کو فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو تم بھی نماز پڑھو۔(۳) پس ان تینوں مسئلوں میں خدا جانے حنفی مذہب نے حصے بخرے کیسے کئے ہیں؟ قرآن میں جاہلیت کے زمانے کی ایک قوم کا ایک رواج ہم پڑھا کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں "مافی بطون هذه الانعام خالصة لذکورنا و محرم علیٰ ازواجنا "(۴) یعنی ان مویشیوں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ صرف مرد ہی کھا سکتے ہیں عورتوں کو حرام ہے پس مرد عورت کی تقسیم کی سند کہیں یہ آیت قرآنی تو نہیں؟

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۱۰۲ باب الی این یرفع یدیه / الفتح الربانی ج۳ صـ ۱٦٤ باب رفع الیدین (عن علی بن ابی طالب) / ترمذی ج۱ صـ ٦۷ باب ماجاء فی وصف الصلوٰة / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۰٦ باب افتتاح الصلوٰة / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۳۷ باب اتمام الصلوٰة.

(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۱۱ باب صفة الصلوٰة / درمختار ج ۱ صـ ۷۷ شرح وقایه ج۱ صـ ٤۸.

(۳) آپ ﷺ فرماتے ہیں "صلوا کمارأ یتمونی اصلی" / بخاری ج۱ صـ ۸۸ کتاب الاذان، ج۲ صـ ۹۸۸ کتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم وصـ ۱۰۷٦ کتاب اخبار الآحاد.

(٤) الانعام ٦ / ۱۳۹

تکبیر بھی بدل دی

مشکوۃ شریف جلد اول ص ۷ میں بخاری مسلم کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے نماز کی تعلیم فرماتے ہوئے فرمایا کہ باوضو قبلے کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر کہہ (۱) یعنی اللہ اکبر سے نماز شروع کر لفظ ہیں "فکبر"، مسلم کی حدیث میں ہے کہ " كان يستفتح الصلوٰة بالتكبير"(۲) حضور ﷺ ہمیشہ اپنی نماز لفظ اللہ اکبر سے شروع کیا کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے "كان اذا دخل في الصلوٰة كبر "(۳) حضور ﷺ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرتے تھے، متفق علیہ حدیث میں ہے "اذا قام الى الصلوٰة يكبر" (۴) حضور ﷺ جب نماز کو کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے، ایک حدیث میں ہے "تحريمها التكبير وتحليلها التسليم " (ابوداؤد) (۵) نماز شروع ہوتی ہے اللہ اکبر سے اور ختم ہوتی ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر، ان تمام حدیثوں کو حنفی مذہب کی فقہ نہیں مانتی۔ هدايه ص ٨٤ جلداول صفة الصلوٰة (٦) میں

---

(١) بخاری ج٢ صـ ٩٢٤ كتاب الاستيذان /مسلم ج١ صـ ١٧٠ باب وجوب قرأة فاتحة الكتاب فى كل ركعة / الفتح الربانى ج٣ صـ ١٥٦ جامع صفة الصلوٰة / ابوداؤد ج١ صـ ١٢٤ باب صلوٰة من لايقيم صلبه فى الركوع والسجود.

(٢) مسلم ج١ صـ ١٩٤ باب مايجمع صفة الصلوٰة ومايفتتح به و يختم به

(٣) بخارى ج١ صـ ١٠٢ باب رفع اليدين اذا قام من الركعتين

(٤) بخارى ج١ صـ ١٠٩ باب التكبير اذا قام من السجود / مسلم ج١ صـ ١٦٩ باب اثبات التكبير فى كل خفض ورفع فى الصلوٰة الارفعه من الركوع

(٥) ترمذى ج١ صـ ٥٥ باب ماجاء فى تحريم الصلوٰة وتحليلها / ابوداؤد ج١ صـ ٩١ باب فى تحريم الصلوٰة وتحليلها / الفتح الربانى ج٣ صـ١٥٩ باب افتتاح الصلوٰة والخشوع فيها

(٦) هدايه ج١ صـ ١٠٠

ہے "فا ن قال بد ل التکبیر اللہ اجل "یعنی اگر کسی نے اللہ اکبر کے بدلے اللہ اجل کہایا اللہ عظیم کہایا الرحمٰن اکبر کہایا لا الہ الا اللہ کہایا اور کوئی نام خدا لیا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں "فان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیۃ " (۱) یعنی باوجودیکہ کسی کو اچھی طرح عربی آتی ہو پھر بھی اگر وہ فارسی سے نماز شروع کرے اور فارسی میں ہی قرآن کا ترجمہ پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔

سلام کے بدلے گوز مارنا

مندرجہ بالا حدیث میں آپ نے پڑھا ہے کہ نماز کا آخری رکن جس سے انسان کی نماز فرمان رسول کے مطابق ختم ہوتی ہے السلام علیکم...... کہہ کر سلام پھیرنا ہے لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا وہ کہتا ہے "وان تعمد الحدث فی ھذہ الحالۃ اوتکلم اوعمل عملا ینافی ا لصلوٰۃ تمت صلوتہ "(۲) یعنی تشہد کے بعد اگر کسی نے جان بوجھ کر (مثلاً گوز مار کر) اپنا وضو توڑ دیا، یا باتیں کرنی شروع کر دی، یا کوئی اور کام ایسا کیا جو نماز کے خلاف ہے تو اس کی نماز پوری ہو گئی، سنا آپ نے، شروع کرے یہ کہہ کر اللہ بزرگ ہست، ختم کرے پیچھے سے ہوا نکال کر، تو بھی نماز ہو گئی، حالانکہ حدیث میں ہے کہ شروع صرف اللہ اکبر سے اور ختم سلام پر۔ کہو بھائیو! آپ کو کیا اچھا لگتا ہے، حدیث شریف کا حکم، یا فقہ حنفی کا؟

---

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۰۰ / شرح وقایہ ج۱ صـ ۱۴۳ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۳۳۶ / البحرالرائق ج۱ صـ ۵۳۵ / درمختار ج۱ صـ ۷۴ / فتاوی عالمگیری ج۱ صـ ۶۸-۶۹ فتاوی قاضی خان ج۱ صـ ۴۰-۴۱

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۱۳۰ / شرح وقایہ ج۱ صـ ۱۵۹ / البحرالرائق ج۱ صـ ۶۵۳

حج بدل کا مسئلہ

وعن ابن عباس قال ان رسول اللهﷺ سمع رجلا يقول لبيک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی اوقریب لی قال أحججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة .(۱)

یعنی حضورﷺ نے سنا کہ ایک صحابی لبیک عن شبرمہ کہتے ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا میرے بھائی ہیں یا میرے اورکوئی قریبی رشتہ دار ہیں، میں ان کی طرف سے حج کو آیا ہوں، آپ نے فرمایا تم نے اپنا بھی حج کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا "نہیں کیا" آپ نے فرمایا اولاً اپنی طرف سے اپنا حج کرو پھر حج بدل کرنا۔ یہ حدیث صاف دلیل ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے والے کے لئے شرط ہے کہ اس نے پہلے اپنا حج کرلیا ہو، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ملاحظہ ہو ہدایہ کی سب سے اعلیٰ شرح فتح القدیر جس میں حج بدل والے کے لئے حج کئے ہوئے ہونا شرط نہیں مانا، بلکہ افضل بتایا ہے اورامام شافعی کا مذہب چونکہ اس حدیث کے مطابق ہے اس لئے اس کا خوب رد کیا ہے (فتح القدیر باب الحج عن الغیر)(۲) درمختار باب الحج عن الغیر ص ۲۶۱ جلدثانی میں ہے" جاز حج الصرورة "(۳) یعنی جس نے حج نہ کیا ہو وہ بھی حج بدل کرسکتا ہے۔

---

(۱) ابوداؤد ج ا صـ ۲۵۲ کتاب المناسک باب الرجل يحج عن غيرة / ابن ماجه ج۲ صـ ۹۲۹ باب الحج عن الميت

(۲) فتح القدیر ج۳ صـ ۷۸-۷۹ باب الحج عن الغیر

(۳) درمختار ج ا صـ ۱۸۲ باب الحج عن الغیر

زبردستی کی دھینگا مشتی

مشکوٰۃ شریف جلددوم ص۲۸۴ باب الخلع والطلاق میں ہے" عن عائشة قالت سمعت رسول اللهﷺ لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق (رواه ابوداؤد وابن ماجه قيل معنىٰ الاغلاق الاكراه)(۱)

یعنی رسول اللہﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص پر اکراہ وزبردستی کی جائے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے، اور جس سے زبردستی غلام آزاد کرایا جائے تو نہ وہ طلاق ہوگی، نہ یہ غلام آزاد ہوگا، لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ یہ طلاق بھی واقع ہوجائے گی اور یہ غلام بھی آزاد ہوجائے گا، ہدایہ جلد۳ کتاب الاکراہ ص۳۴۴ (۲) میں ہے" وان اکره علی طلاق امرأته اوعتق عبده ففعل وقع مااکره علیه" یعنی کسی پر زبردستی کی گئی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اپنے غلام کو آزاد کیا تو یہ طلاق بھی ہوجائے گی اور یہ غلام بھی آزاد ہوجائے گا، کہو دوستو! فقہ وحدیث کے اس مقابلے میں آپ کسے حق کہیں گے؟ اور کسے ناحق؟

ریشم حلال کردیا گیا

آپ جانتے ہوں گے کہ ہماری شریعت میں ریشم مردوں پر حرام ہے، مشہور مسئلہ ہے مشکوٰۃ شریف جلددوم ص۳۷۴ کتاب اللباس (۳) میں ہے "عن حذيفة قال نهانا رسول اللهﷺ.......... عن لبس الحرير والديباج وان نجلس عليه"

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۲۹۸ باب فی الطلاق علی غیظ/ ابن ماجه ج۱ صـ ۱٦۰ باب المكره والناسی

(۲) هدایه ج۳ کتاب الاکراه صـ ۳۵۰

(۳) بخاری ج۲ صـ ۸۷۸ کتاب اللباس باب افتراش الحریر / مسلم ج۱ صـ ۱۸۹ کتاب اللباس والزینة

یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمیں ریشم پہننے سے اور ریشم پر بیٹھنے سے بھی منع فرمادیا ہے ابوداؤد اور نسائی کے حوالے سے ہی مشکوٰۃ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لا ترکبوا الخز "(۱) ریشم پر نہ بیٹھو، یہ حدیثیں صاف ہیں کہ ریشم کا پہننا بھی حرام، ریشمی فرشوں پر بیٹھنا لیٹنا تکیہ لگانا بھی حرام، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ہدایہ ج ۴ کتاب الکراھیۃ ص ۴۴۰ میں ہے(۲) "ولاباس بتوسده والنوم علیه عند ابی حنیفة " یعنی ریشمی تکیے لگانے میں اور ریشمی بستروں پر سونے میں کوئی حرج نہیں، دیکھیں اب ہمارے بھائی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں یا مذہب کو؟

سجدۂ سہو کا وقت بدل دیا

(۱۳۲) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۹۳ باب السہو میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھائی، پہلی دو رکعتوں کے بعد بھول سے التحیات میں نہ بیٹھ کر سیدھے کھڑے ہوگئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے، جب چاروں رکعتیں پوری ہوگئیں تو لوگ منتظر تھے کہ اب آپ سلام پھیریں گے کہ "کبر وهو جالس فسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم " (متفق علیہ)(۳) آپ نے بیٹھے ہی بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے

---

(۱) ابوداؤد ج۲ صـ ۵۷۰ باب فی جلود ......

(۲) هدایه ج٤ کتاب الکراهیة صـ ٤٥٦ / درمختار ج۲ صـ ۲۳۹ / فتاوی عالمگیری ج٥ صـ ۳۳۱

(۳) بخاری ج۱ صـ ۱۱۵ کتاب الاذان باب من لم یرالتشهد الاول واجبا / مسلم ج۱ صـ ۲۱۱ باب السهو فی الصلوٰة والسجود / ابوداؤد ج۱ صـ ۱٤۸ باب من قام عن ثنتین ولم یتشهد / ترمذی ج۱ صـ ۸۹ باب ماجاء فی سجدتی السهو قبل السلام / مالك صـ ۳٤ من قام بعد الاتمام اوفی الرکعتین / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۸۱ باب ماجاء فی ماقام من اثنتین ساهیا / نسائی ج۱ صـ ۱۳۷ مایفعل من قام من اثنتین ناسیا ولم یتشهد

سے پہلے دو سجدے سہو کے کر کے پھر سلام پھیرا، اس سے ایک صفحہ پہلے یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی رکعتوں کے تین یا چار ہونے میں شک ہو جائے تو جس طرف زیادہ اطمینان ہو اس گنتی کو لے کر شک کو چھوڑ دے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے سہو کے کر لے (۱) یہ حدیثیں صاف ہیں کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے پہلے کرے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ہدایہ جلد اول ص۱۳۶ باب سجود السہو میں ہے(۲)"یسجد للسهو فی الزیادة والنقصان سجدتین بعدالسلام ثم یتشهد ثم یسلم" یعنی سجدۂ سہو سلام کے بعد کرے...... کہو حنفی بھائیو! اب عمل حدیث پر ہوگا یا فقہ پر؟

نماز نبی کو باطل کر دیا

مشکوٰۃ ص ۹۲ جلد اول باب السہو میں ہے۔

عن عبدالله بن مسعود ان رسول اللهﷺ صلی الظهر خمساً فقیل له أزید فی الصلوٰة فقال وماذاك قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین .(۳)

(۱) مسلم ج۱ ص ۲۱۱ باب السهو فی الصلوٰة والسجود / ابوداؤد ج۱ ص ۱۴۷ باب من قال یلقی الشك / ابن ماجه ج۱ ص ۳۸۱ باب ماجاء فی ماقام من اثنتین ساهیا / نسائی ج۱ ص۱۳۹ اتمام المصلی علی ماذکراذا شك /بیهقی ج۲ ص ۳۳۱

(۲) هدایه ج۱ ص ۱۵۶ باب سجود السهو / درمختار ج۱ ص ۱۰۱ / شرح وقایه ج۱ ص ۱۸۴

(۳) بخاری ج۱ ص ۱۶۳ کتاب التهجد باب اذاصلی خمسا / مسلم ج۱ ص ۲۱۲ فصل من صلی خمسا اونحوه فلیسجد سجدتین / الفتح الربانی ج۴ ص ۱۵۳ ابواب سجود السهو / ابوداؤد ج۱ ص ۱۴۶ باب اذا صلی خمسا / ترمذی ج۱ ص ۹۰ باب ماجاء فی سجدتی السهو بعد السلام والکلام / ابن ماجه ج۱ ص ۳۸۰ باب من صلی الظهر خمسا وهو ساه / نسائی ج۱ ص ۱۴۰ باب مایفعل من صلی خمساً .

بخاری مسلم کی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سہو سے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھادی جب لوگوں سے معلوم ہوا تو آپ نے دو سجدے سہو کے کر لئے، لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف فتویٰ دیتا ہے کہ "وان قید الخامسة بسجدة بطل فرضه عندنا "(۱) یعنی اگر کسی نے بھولے سے پانچویں رکعت مع سجدہ ادا کرلی تو اس کی وہ ساری فرض نماز باطل ہو گئی،

کہو بھائیو! فقہ سچی اور رسول اللہ ﷺ کی نماز باطل ؟ یا فقہ باطل اور رسول اللہ ﷺ کی نماز صحیح ؟ مسئلہ شریعت کا یہ کہ ایسے وقت صرف دو سجدے سہو کے کر لینے حدیث کے مطابق کافی ہیں ؟ یا یہ کہ فقہ کے مطابق ساری نماز نئے سرے سے پڑھے ؟ جواب دیتے وقت فقہ وحدیث کا فرق سامنے رہے۔ گور و محشر سوال قہار و جبار بھی سامنے رہے۔

سجدۂ سہو کا مسئلہ

مشکوٰۃ جلد اول ص ۹۲ باب السہو میں ہے

عن عطاء بن یسار عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ اذا شك احدكم فی صلوته فلم یدركم صلیٰ ثلثا اواربعاً فلیطرح الشك ولیبن علیٰ ما استیقن ثم لیسجد سجدتین قبل ان یسلم (رواه مسلم) (۲)

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۱۵۹ باب سجود السهو

(۲) مسلم ج۱ صـ ۲۱۱ باب السهو فی الصلوٰة والسجود / الفتح الربانی ج٤ صـ ۱۳۰ ابواب سجود السهو/ ابوداؤد ج۱ صـ ۱٤۷ باب من قال یلقی الشك / نسائی ج۱ صـ ۱۳۹ اتمام المصلی علی ماذكر اذا شك / ابن ماجه ج۱ صـ ۳۸۱ باب ماجاء فی ماقلم من اثنتین ساهیا.

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی رکعتوں کی گنتی میں شک پیدا ہو جائے کہ نہ معلوم تین پڑھیں یا چار، تو چاہئے کہ شک چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرے، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ اس کے بالکل برعکس کہتا ہے "ومن شلك فی صلوته فلم یدر ثلثا صلی ام اربعاوذلك اول ماعرض له استانف۔ (هدایه ص ۱۴۰ جلد اول باب سجود السهو)(۱) یعنی جسے اول اول دفعہ اپنی نماز کی رکعتوں کی گنتی میں شک پیدا ہو جائے کہ نہ معلوم تین پڑھیں یا چار، تو اسے چاہئے کہ نئے سرے سے دوسری نماز پڑھے،

کہو میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی بات شریعت؟ یا جو آپ کے خلاف کہے اس کی بات شریعت؟ وہ تو کر گئے جو کر گئے اب تم بتاؤ کیا کرو گے ؟ ہمارا مشورہ تو آپ کو یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرو حدیث کو اپنا مذہب سمجھو اور یہی فرمان حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے فرماتے ہیں "اذاصح الحدیث فهو مذ هبی "(۲) جو کچھ صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے پس تم بھی سچے حنفی اسی وقت بنو گے جب وہ لو جو حدیث میں ہے۔

(۱۳۵) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۶۱ باب صدقۃ الفطر میں ہے " واما فقیر کم فیرد علیه اکثر مما اعطاه " (رواہ ابوداؤد) (۳)

یعنی صدقہ الفطر مسکین فقیر بھی ادا کریں، اللہ تعالیٰ انھیں اوروں سے اس سے بھی زیادہ دلوا دے گا، معلوم ہوا کہ فطرہ ادا کرنے کے لئے مالداری شرط نہیں لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا، ان کی فقہ کی کتاب ہدایہ

(۱) هدایه ج۱ صـ ۱۶۰ باب سجود السهو
(۲) الرد المحتار ج۱ صـ ۱۶۷ / مقدمه عقد الجید صـ ۶
(۳) ابوداؤد ج۱ صـ ۲۲۸ باب زکوٰۃ الفطر

ص۱۸۸ اجلد اول باب صدقۃ الفطر میں ہے(۱) " اذاکان مالکا لمقدار النصاب " یعنی فطرہ اس وقت واجب ہوگا جب زکوٰۃ کے واجب ہونے کے برابر مال کا وہ مالک ہو، کہو حنفی بھائیو! پیغمبر کی مانو گے یا فقہ کی؟

غیر مسلمان کو مسلمان کی جگہ کر دیا

اسی فطرے کی حدیثوں میں ضاف یہ لفظ ہیں "من المسلمین" اوعلی کل مسلم (مشکوٰۃ ص ۱۶۰ جلد۱ باب صدقۃ الفطر) (۲) اس سے ظاہر ہے کہ فطرہ مسلمان کی طرف سے ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ نہایت آزادی سے اس قید کو مہمل قرار دیتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ "یودی المسلم الفطر عن عبدہ الکافر "(۳) کسی مسلمان کا کوئی کافر غلام ہو تو اس کی طرف سے بھی اسے فطرہ ادا کرنا ضروری ہے۔

فطرے کے مسائل میں قلابازیاں

حدیث میں موجود ہے کہ فطرہ غلام پر بھی ہے لفظ ہیں "علی العبد الحر "بخاری مسلم کی حدیث ہے مشکوٰۃ کے باب صدقۃ الفطر ص ۱۶۰ (۴) پر موجود ہے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ہدایہ میں ہے

(۱) هدایه ج۱ صـ ۲۰۸ باب صدقة الفطر / درمختار ج۱ صـ ۱۴۳ / بدائع الصنائع ج۲ صـ ۱۹۸

(۲) بخاری ج۱ صـ ۲۰۴ باب صدقة الفطر / مسلم ج۱ صـ ۳۱۷

(۳) هدایه ج۱ صـ ۲۰۹ باب صدقة الفطر / درمختار ج۱ صـ ۱۴۳ / بدائع الصنائع ج۲ صـ ۲۰۱ - ۲۰۳ / شرح وقایه ج۱ صـ ۲۴۱

(۴) بخاری ج۱ صـ ۲۰۵ کتاب الزکوٰة باب صدقة الفطر علی الحر والمملوك / مسلم ج۱ صـ ۳۱۷ باب زکوٰة الفطر / ابوداؤد ج۱ صـ ۲۲۷ (عن ابن عمر قال فرض النبی ﷺ صدقة الفطر اوقال رمضان علی الذکر والانثی والحر والمملوك)

"ولایخرج عن مکاتبه .... ولاالمکاتب عن نفسه ....
ولایخرج عن ممالیکیه للتجارة .... والعبد بین شریکین
.... وکذا العبدبین اثنین(۱). بلکہ ھدایہ کےاسی صفحہ ۱۸۹باب صدقۃ
الفطر میں تویہاں تک ہے کہ "ولایؤدی عن زوجته "(۲) یعنی جس غلام
نے تحریر آزادی لکھوائی ہے اس کی طرف سے فطرہ نہ ادا کرے، خود ایسا غلام
بھی اپنا فطرہ نہ دے۔ تجارت کے طور پر جو غلام ہوں ان پر بھی فطرہ نہیں،
شریکوں کے درمیان جو غلام ہواس کا فطرہ بھی نہ دیں، دو شخصوں کے درمیان
جو غلام ہوں ان کا صدقہ فطر بھی نہ ادا کیا جائے۔ اپنی بیوی کا بھی صدقہ فطرنہ
ادا کرے۔

برادران! دونوں چیزیں آپ کے سامنے کردینا، اتنا کام تو میرا تھا،
آگے کسے ماننا کسے نہ ماننا یہ آپ خود فیصلہ کرلیں، آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان
ہونے کی قید حدیث میں تھی تو فقہ نے اسے اڑادی، غلام جب مسلمان ہو تو عام
طور پر اس کی طرف سے فطرے کی ادائیگی کا حکم تھا تو فقہ نے اس کی کئی کئی
صورتیں مختلف بناکے ان کو فطرے کے حکم سے الگ کردیا، بلکہ یہ بھی تحریر
فرمادیا کہ بیوی کی طرف سے بھی اس کے میاں کے ذمے فطرے کا ادا کرنا
نہیں ہے، بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے "ولاعن اولاده الکبار وان کانوا فی
عیاله" (۳) یعنی بڑی اولاد گو اسی کی عیالداری اور پرورش میں ہو ان کی طرف
سے بھی اس پر فطرے کا ادا کرنا ضروری نہیں، اب آپ سمجھ لیجئے! حدیث
مانئے یا فقہ؟ آپ کو اختیار ہے۔

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۲۰۹ باب صدقۃ الفطر / درمختار ج۱ صـ ۱۴۳
(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۲۰۹ باب زکوٰۃ الفطر۔
(۳) ایضاً

صبح کی نماز کا وقت چھوڑ دیا

(۱۴۴) مشکوٰۃ شریف باب المواقیت میں بحوالہ صحیح مسلم بروایت حضرت عبداللہ بن عمر مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں "وقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس "(۱) یعنی فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک ہے اس کے بعد کی حدیث میں ہے کہ نماز کے وقتوں کو جو سائل پوچھنے آیا تھا اس کے سامنے حضور ﷺ نے پہلے دن صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی پڑھی لفظ ہیں "فاقام الفجر حین طلع الفجر "اور آخری وقت بتانے کے لئے آپ نے دوسرے دن صبح کی نماز اسفار کرکے پڑھی لفظ ہیں "وصلی الفجر فاسفر بھا "(۲) اس کے بعد کی حدیث میں جبرئیل کی امامتِ صبح کا وقت ان لفظوں سے بیان ہوا ہے "وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب علی الصائم " مجھے جبرئیل نے صبح کی نماز اپنی امامت سے اس وقت پڑھائی جب روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو گیا، یہ اول وقت تھا اور آخری وقت بتانے کے لئے مجھے اسفار کرکے نماز پڑھائی، الفاظ ہیں وصلی بی

---

(۱) مسلم ج۱ صـ ۲۲۳ باب اوقات الصلواۃ الخمس / الفتح الربانی ج۲ صـ ۲۴۲ باب جامع الاوقات / ابوداؤد ج۱ صـ ۵۸ باب المواقیت / نسائی ج۱ صـ ۶۱ اخر وقت المغرب

(۲) ملاحظہ ھو . مسلم ج۱ صـ ۲۲۳ باب اوقات الصلوات الخمس / احمد ج۵ صـ ۳۴۹ / ترمذی ج۱ صـ ۴۰ باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ عن النبی ﷺ / نسائی ج۱ صـ ۶۱ اول وقت المغرب / ابن ماجہ ج۱ صـ ۲۱۹ ابواب مواقیت الصلوٰۃ / ابن خزیمہ ج۱ صـ ۱۶۶ باب ذکر مواقیت الصلوٰۃ الخمس

الفجر فاسفر"(۱) ص۶۰ پر بخاری مسلم کے حوالے سے روایت ہے اس میں ہے "والصبح بغلس" (۲) یعنی حضور ﷺ صبح کی نماز غلس میں پڑھتے تھے یعنی اس وقت جبکہ اندھیرا موجود ہوتا تھا، اسی صفحہ کے آخر میں حدیث ہے کہ کھانا پینا صبح صادق کے دیکھتے ہی بند کرتے تھے پھر نماز فرض شروع کرتے تھے اس کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے، (۳) ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے افضل عمل نماز کو اول وقت پڑھنا ہے (ترمذی وغیرہ) (۴) لیکن ان تمام صحیح اور صریح حدیثوں کے برخلاف ان کی پرواہ نہ کر کے حنفی مذہب کہتا ہے " ویستحب الاسفار

(۱) ابوداؤد ج۱ ص۵٦ کتاب الصلوٰة باب المواقیت / ترمذی ج۱ ص۳۹ باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰة عن النبی ﷺ / الفتح الربانی ج۲ ص۲۳۹ باب جامع الاوقات / ابن خزیمہ ج۱ ص۱٦۸ باب ذکرمواقیت الصلوٰة الخمس / دارقطنی ج۱ ص۲٥٦ کتاب الصلوٰة باب امامة جبرئیل / حاکم ج۱ ص۱۹٤ اوقات الصلوٰة الخمس .

(۲) روایت یہ ہے" عن محمد بن عمروبن الحسن بن علی قال سالنا جابر بن عبد الله عن صلوٰة النبی ﷺ فقال کان یصلی الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حیة والمغرب اذا وجبت والعشاء اذ اکثر الناس عجل واذا قلوا اخر والصبح بغلس ./ بخاری ج۱ ص۷۹ کتاب مواقیت الصلوٰة باب وقت المغرب./ مسلم ج۱ ص۲۳۰ باب استحباب التکبیر بالصبح فی اول وقتها / ابوداؤد ج۱ص٥۸ باب وقت صلوٰة النبی ﷺ وکیف کان یصلیها ./نسائی ج۱ ص٦۲ تعجیل العشاء

(۳) ملاحظہ ہو. بخاری ج۱ ص۲٥۷ کتاب الصوم باب قدرکم بین السحور وصلوٰة الفجر / مسلم ج۱ ص۳٥۰ باب فضل السحور وتاکید استحبابه واستحباب تاخیره وتعجیل الفطر / نسائی ج۱ ص۲۳٤ کتاب الصیام قدرمابین السحور وبین صلوٰة الصبح

(٤) ترمذی ج۱ ص٤۲

بالفجر " (۱) یعنی فجر کی نماز اسفار کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ اسفار کرنا صبح کی نماز کا آخری وقت ہے جیسے اوپر کی حدیثوں میں ہے اور غلس میں پڑھنا فعل رسول ہے، لیکن فقہاء حنفیہ کا، کتب فقہ کا فرمان اس کے بالکل برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ غلس میں نہ پڑھے بلکہ اسفار میں پڑھے یہی مستحب ہے، اب ہمارے حنفی بھائی بتلائیں کہ صبح کی نماز کو اول وقت غلس میں سنت کے مطابق ادا کرنا وہ پسند کریں گے؟ یا آخری وقت اسفار میں قول فقہاء پر عمل کر کے پڑھنا پسند فرمائیں گے؟

امام کے نوافل اور مقتدی کے فرض

عن جابر قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی ﷺ ثم یأتی قومه فیصلی بهم (متفق علیه، مشکوٰۃ جلد اول ۱۰۳ باب من صلی صلوٰۃ مرتین) (۲)

یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز عشاء ادا کرتے پھر جا کر اپنی قوم کے لوگوں کی امامت کرتے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے "ولا یصلی المفترض خلف المتنفل " (۳) یعنی فرض نماز اس شخص کے پیچھے نہیں ہوتی جو نفل پڑھ رہا ہے، پس حدیث میں تو ہے کہ

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۸۲ باب المواقیت / شرح وقایه ج۱ صـ ۱۳۰

(۲) بخاری ج۱ صـ ۹۸ کتاب الاذان باب اذا صلی ثم ام قوماً / مسلم ج۱ صـ ۱۸۷ باب القرأۃ فی العشاء / ترمذی ج۱ صـ ۱۲۹ باب ماجاء فی الذی یصلی الفریضة ثم یوم الناس بعد ذلك / ابوداؤد ج۱ صـ ۸۸ باب امامة من صلی بقوم وقد صلی تلك الصلوٰۃ / نسائی ج۱ صـ ۹۶ اختلاف نیة الامام والماموم

(۳) هدایه ج۱ صـ ۱۲۷ باب الامامة / درمختار ج ۱ صـ ۸٤ / شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۵۳

حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ اپنی فرض نماز ادا کرتے پھر اپنی قوم کی امامت کرتے، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ، اب دیکھیں ہمارے زمانے کے حنفی حضرات اس حدیث کو مانتے ہیں یا اس مذہب کو؟

آدھا سجدہ

مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۷٦ باب صفۃ الصلوٰۃ میں حضرت ابو حمید والی حدیث میں ہے کہ "ثم سجد فامکن انفه وجبهته الارض "(ابوداؤد)(۱) یعنی سجدے میں رسول کریم ﷺ نے اپنی ناک اور پیشانی دونوں زمین پر ٹکائی، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے "فان اقتصر علی احد هما جاز عند ابی حنیفة "(۲) یعنی اگر کوئی شخص صرف پیشانی ٹکائے ناک زمین سے نہ لگائے یا صرف ناک ٹکائے، پیشانی نہ لگائے تو بھی جائز ہے اب فرمائیے کیا ارادے ہیں؟ نماز محمدی ہوگی یا نماز حنفی؟

سود کا جواز

(۱۴۷) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۴۴ کتاب البیوع باب الربوٰ میں ہے "عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدابيد ......(رواه مسلم) (۳)

(۱) ابوداؤد ج۱ صـ ۱۰٦ باب افتتاح الصلوٰة
(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۰۸ باب صفة الصلوٰة /شرح وقایه ج۱ صـ ۱۴۰ / بدائع الصنائع ج۱ صـ ۲۸۲ / منیة المصلی صـ ۹۱ / فتاوی عالمگیری ج۱ صـ ۸۵
(۳) مسلم ج۱ صـ ۳۵ باب الربا.

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے مقدار میں بالکل برابر اور نقد ہونا چاہئے۔ (ادھار اور کمی بیشی سود ہے) یہ حدیث صاف ہے کہ کھجور کھجور کے بدلے برابر ہونا چاہئے، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ ہدایہ ج۳ کتاب البیوع باب الربوٰ میں ہے(۱) "ویجوز .... التمرة بالتمرتین" یعنی ایک کھجور کے بدلے دو کھجوریں لینی جائز ہیں، کہئے۔ حنفی دوستو! اب آپ فقہ مان اس تجارت کو جائز قرار دیں گے یا حدیث مان کر اس سودی تجارت کو حرام قرار دیں گے؟

بوٹی کے بدلے بکرا

مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۴۵ کتاب البیوع .... باب الربوٰ میں ہے "عن سعید بن المسیب مرسلا ان رسول اللہ ﷺ نهیٰ عن بیع اللحم بالحیوان ......" (رواه فی شرح السنة)(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے گوشت کو جانوروں کے بدلے بیچنا حرام فرمایا ہے لیکن حنفی اسے نہیں مانتے چنانچہ ہدایہ جلد سوم ۶۵ کتاب البیوع باب الربوٰ میں ہے "یجوز بیع اللحم بالحیوان" یعنی گوشت کو جانور کے بدلے بیچنا جائز ہے، اب دیکھیں ہمارے زمانے کے احناف اس حرام بیع کو فقہ سے حلال کرتے ہیں؟ یا حدیث کے مطابق حرام ہی کہتے ہیں؟ اس نے تو اس مثل کو

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۸۱ باب الربوٰ

(۲) موطا صـ ۲۷۱ بیع الحیوان باللحم.

(۳) هدایه ج۳ صـ ۸۲ باب الربوا.

اصل کردکھایا کہ ”بوٹی دے کر بکرا لے لو“۔

سودی بیع

مشکوۃ شریف جلد اول ص ۲۴۵ کتاب البیوع باب الربوٰ میں ہے

”عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت رسول اللهﷺ سئل عن شریٰ التمر بالرطب فقال اینقض الرطب اذا یبس فقال نعم فنهاه عن ذلك(روا ه مالك والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه) (۱)

یعنی رسول اللہﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا خشک کھجوروں کو تر کھجوروں کے بدلے بیچ سکتے ہیں ؟ آپ نے پوچھا کہ کیا تر کھجوریں خشک ہونے کے بعد وزن میں کم ہو جاتی ہیں ؟ جواب ملا۔ جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرمادیا لیکن حنفی اسے بھی نہیں مانتے، ہدایہ جلد ۳ کتاب البیوع باب الربوٰ ص ۶۷ میں ہے(۲) **”یجوز بیع الرطب بالتمر مثلا بمثل“** یعنی تر کھجوروں سے خشک کھجوروں کی بیع جائز ہے، کہو حنفیو! حدیث مانو گے یا فقہ ؟ ممنوع تجارت کرو گے یا مشروع؟

---

(۱) موطاامام مالك ص ۲۵۶ یکره من بیع الثمر/ ترمذی ج۱ ص ۲۳۲ باب ماجاء فی النهی عن المحاقله والمزابنة / ابوداؤد ج۲ ص ۴۷۷ کتاب البیوع باب فی التمر بالثمر / نسائی ج۲ ص ۱۹۱ اشتراء التمر ...... ابن ماجه ج۲ ص ۱۶۷ کتاب التجارات باب بیع الرطب بالتمر

(۲) هد ایه ج۳ ص ۸۳ باب الربوٰ

کھیت اور باغ کی شرکت

مشکوۃ شریف جلداول ص ۲۵۷ کتاب البیوع باب المساقاة والمزارعة میں ہے

عن عبدالله بن عمر ان رسول الله دفع الیٰ یهود خیبر نخل خیبر وارضها علی ان یعتملوها من اموالهم ولرسول اللهﷺ شطر ثمرها (رواه مسلم)(۱)

یعنی رسول اللہﷺ نے خیبر کے رہنے والے یہودیوں کو خیبر کی زمین دی اور یہ طے کیا کہ وہ اپنا مال لگا کر خود ہی کام کاج کریں اور جو پیداوار کھجور کے باغ کی ہو اس میں آدھا ان کا اور آدھا آپ کا، اسی طرح وہاں کی کھیت کی زمین بھی اسی بٹوارے پر انھیں دی، یہ حدیث صحیح ہے صریح ہے کہ مزارعہ اور مساقاۃ یعنی اس طرح کی شرکت کی کھیتی اور اس طرح کے شرکت کے باغ شرعاً جائز ہیں، لیکن ہدایہ میں ہے "قال ابو حنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة" یعنی اس طرح کھیتی کرنا ناجائز ہے، باطل ہے، ہدایہ جلد۴ ص ۴۰۸ کتاب المزارعہ(۲) اور ص ۴۱۵ کتاب المساقاۃ (۳) میں ہے "قال ابو حنیفة المساقاة بجزء من التمر باطلة" یعنی اس طرح کھجوروں کے باغات کا بٹوارہ بھی ناجائز اور باطل ہے کہو دوستو! حنفیت کا اصول تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ

فلعنة ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفة (۴)

---

(۱) مسلم ج۲ صـ ۱۵ کتاب المساقاة والمزارعة / بخاری ج۱ صـ ۳۱۳ باب المزارعه مع الیهود

(۲) هدایه ج۴ صـ ۴۲۴ کتاب المزارعه / درمختار ج۲ صـ ۲۲۳

(۳) هدایه ج۴ صـ ۴۳۱ کتاب المساقاة

(۴) درمختار ج۱ صـ ۱۳

جوامام صاحب کے کسی قول کو بھی ردکردے اس پر ریت کے ذروں کی مقدار کے برابر لعنتیں نازل ہوں، اب ان لعنتوں سے بچنے کے لئے یا توان حدیثوں کورد کردیں اگر نہ کریں تو فرمایئے کہ کیا پھر کوئی ہے جواتنی بے شمار لعنتوں کا بوجھ اپنے ذمے لے سکے؟ آؤ میں آپ کو بتلاؤں کہ نہ آپ کو لعنت لینی پڑے نہ حدیث چھوڑنی پڑے، وہ اس طرح کہ آپ اس تقلید کو چھوڑ دیں بس پھر حدیث پر عمل کرنے کے لئے آپ آزاد ہیں، سنئے! خود امام صاحب کے شاگردوں نے بھی امام کے ان دونوں مسئلوں کو نہیں مانا، اسی کتاب میں ہے "وقالا جائزة ...."(۱) یعنی امام صاحب کے دوشاگرد (امام ابویوسف امام محمد) کونہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ مساقاۃ جائز ہے اسی طرح مزارعت بھی۔(۲)

برادران! جس طرح ان دونوں مسئلوں میں امام صاحب کے قول کو خلاف حدیث پاکر چھوڑ دیا ہے اسی طرح اور جگہ بھی چھوڑ دیا جائے، اگر امام صاحب کے دونوں شاگردوں کے خلاف کے وقت امام صاحب کے قول کو چھوڑنے سے آدمی لعنتی نہیں بنتا، تو پھر حدیث شریف کے خلاف کے وقت امام صاحب کے قول کو چھوڑنے سے انسان کیسے لعنتی بن جائے گا؟

بھائیو! سنو یہاں تمہارے اگلے پچھلے فقہاء، غیر فقہاء جتنے بھی ہیں سب نے امام صاحب کی تقلید کو ترک کر دیا ہے اگر باوجود ترک تقلید کے پھر بھی یہ تمام حضرات آپ کی نگاہوں میں بد نہیں بنے؟ تو آخران مٹھی بھر اہل

---

(۱) ملاحظہ ہو ھدایہ ۲۳۱ کتاب المساقاۃ و صـ ۴۲۴ کتاب المزارعہ.....

(۲) ھدایہ میں امام صاحب اوران کے شاگردوں کے اختلاف کا نقشہ اگر دیکھنا چاہیں توملاحظہ فرمائیں مصنف کی کتاب درایت محمدی ناشر: اھل حدیث اکیڈمی مئو)

حدیثوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ کہ جہاں انھوں نے امام صاحب کے کسی مسئلے کو چھوڑا اور اس کا خلاف کیا کہ آپ کے ہاں ماتمی صف بچھ جاتی ہے اور مل جل کر سیاپا ہونے لگتا ہے، سچ یہی ہے ایمان یہی ہے اسلام یہی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کی حدیث کے خلاف جب اور جس کا قول ہو چھوڑ دیا جائے اور حدیث رسول کو ہرگز کسی حالت میں کسی کے خلاف پر نہ چھوڑا جائے۔

دو اذانوں کو ایک کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۲۵ میں آنحضرت ﷺ کے حجۃ الوداع کے قصہ میں مروی ہے کہ جب حضور ﷺ مزدلفہ میں پہونچے تو "فصلی بھاالمغرب والعشاء باذان واحد وا قا متین "(۱) یعنی وہاں آپ نے مغرب کی نماز جمع کرکے پڑھی اذان ایک ہی ہوئی اور اقامت یعنی تکبیر دو ہوئیں۔ (ملاحظہ ہو بخاری مسلم) لیکن حنفی مذہب اس سنت کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے "یصلی الامام بالناس المغربِ والعشاء باذان واقامۃ واحدۃ "(۲) یعنی مزدلفہ میں امام مغرب و عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھائے۔

مسکینوں پر تنگی

مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۴۶ کتاب البیوع باب المنھی عنھا میں ہے "عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ ارخص فی بیع العرایا بخرصھا

(۱) بخاری ج ۱ صـ ۲۲۷ باب الجمع بین الصلاۃ تین بالمزدلفۃ / مسلم ج ۱ صـ ۳۹۸ باب حجۃ النبی ﷺ

(۲) ھدایہ ج ۱ صـ ۲۴۷ کتاب الحج باب الاحرام

من التمر فی مادون خمسة اوسق اوفی خمسة اوسق شك داؤد بن الحصین . (متفق علیہ) (۱)

یعنی جولوگ غرباء کو چند درخت خرما کا پھل ہبہ کردیں تو اگر وہ اندازاً پانچ وسق (۱۹ من) سے کم ہوں تو ان کے لئے جائز ہے کہ ان کے انداز اور اٹکل سے تیار کھجوریں لے لیں، لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ان کی ہدایہ کے ص ۳۶ جلد ۳ کتاب البیوع میں اسے منع لکھا ہے بلکہ امام شافعی جو اسے مانتے ہیں ان کی تردید کی ہے (۲) اب حنفیوں کو اختیار ہے خواہ اصلی پیغمبر کی لیں خواہ بعد والے کی؟

شراب وسود کی تجارت

دنیا جانتی ہے، مسلمان بچے بچے کو علم ہے کہ اسلام نے شراب اور شراب کی تجارت حرام کردی ہے۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول کتاب البیوع ص ۲۴ باب الکسب...... میں ہے

عن جابر انه سمع رسول اللهﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام ...... (متفق علیه) (۳)

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۹۲ کتاب البیوع باب بیع الثمر علی رؤوس النخل بالذهب والفضة / مسلم ج۲ صـ ۹ باب تحریم بیع الرطب بالتمر الافی العرایا / ترمذی ج۱ صـ ۲۲٤ باب ماجاء فی العرایا والرخصة فی ذلك / ابوداؤد ج۲ صـ ٤۷۸ باب فی مقدار العریة / موطا امام مالك صـ ۲۵۵ بیع العریة / نسائی ج۲ صـ ۱۹۱ بیع العرایا بالرطب .

(۲) هدایه ج۳ باب البیع الفاسد صـ ۵۳ " وبیع المزابنة وهو بیع الثمر علی النخیل بتمر مجذ وذ مثل کیله خرصا لانه نهیٰ عن المزابنة ......وقال الشافعی یجوز فیما دون خمسة اوسق لانه نهیٰ عن المزابنة ورخص فی العرایا .

(۳) بخاری ج۱ صـ ۲۹۸ کتاب البیوع باب بیع المیتة والاصنام / مسلم ج۲ صـ ۲۳ باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام / ابن ماجه ج۲ صـ ۷۳۲ باب ما لابیعه / ابوداؤد ج۲ صـ ٤۹۳ باب فی ثمن الخمر والمیتة / نسائی ج۲ صـ ۲۰۱ بیع الخنزیر

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال اپنے خطبے میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی، مردار کی، سور کی اور بتوں کی خرید و فروخت حرام فرمادی ہے، لیکن حنفی مذہب کو اس حکم کے ٹالنے پر، نہ ماننے پر اصرار ہے کہ وہ ذرا گھما کر پیچ دیکر اسے حلال کرلیتا ہے یعنی ھدایہ ج۳ کتاب البیوع ص ٤١ باب البیع الفاسد (۱) میں ہے "واذا أمر المسلم نصرانیا ببیع خمر اوبشرائها ففعل ذالك جاز عندابی حنیفة "یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی نصرانی کو شراب بیچ ڈالنے یا خرید لینے کا حکم دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ جو حکم شراب کا ہے وہی حکم خنزیر کا بھی ہے۔ چنانچہ اس سے آگے ہے "وعلی هذا الخلاف الخنزیر "(۲) یعنی اسی طرح خنزیر کی خرید و فروخت مسلمان نصرانی وکیل کے ذریعے کرسکتا ہے، کہو حنفی دوستو! کیا ارادے ہیں؟ اس جواز کے ماتحت شراب اور سور کی تجارت بواسطہ عیسائی وکیل شروع ہو جائے گی؟ یا زیر فرمان رسول اکرم ﷺ یہ دونوں تجارتیں حرمت کی حالت میں ہی رہ جائیں گی۔ اللہ ہمیں اپنے نبی کا تابعدار بنائے۔

وقف کا مسئلہ

بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی زمین بنام ثمغ صدقہ کرنی چاہی تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "تصدق باصلها لاتباع ولاتوهب ولاتورث" (۳) کہ اسے وقف کردو اصل نہ تو بک سکے نہ بخشی

(۱) هدایه ج۳ صـ ۵۸ باب البیع الفاسد
(۲) ایضاً (فقہ کا یہ مسئلہ دیکھئے اور امام ترمذی کا ایک باب دیکھئے لکھتے ہیں "باب ماجاء فی النهی للمسلم ان یدفع الی الذمی الخمر یبیعهاله" ترمذی صـ ۲۳۹)
(۳) ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صـ ۳۸۷ کتاب الوصایا باب قول الله عزوجل وابتلوا الیتٰمیٰ حتی اذا بلغوا النکاح / مسلم ج۲ صـ ٤١ کتاب الوصیة باب الوقف / ابوداؤد ج۲ صـ ۳۹۸ باب ماجاء فی الرجل یوقف الوقف

جاسکے نہ وہ کسی کے ورثے میں آئے ہاں اس کی پیداوار سب راہ للہ مستحقین میں جائے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جہاں کسی نے اپنی کوئی چیز وقف کی کہ وہ اللہ کی ملکیت ہو جائے گی، اب اس شخص کی ملکیت اس پر نہ رہے گی، اور یہ کہ وقف کرنا شرعی امر ہے اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے لیکن ہدایہ ج ۲ ص ۶۱۶ کتاب الوقف(۱) میں ہے "قال ابو حنیفة لایزول ملك الواقف عن الوقف الا ان یحکم به الحاکم ......" یعنی وقف کرنے والے کے وقف کرنے سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوتی جتبک کہ حاکم کا حکم نہ ہو جائے، اس کے معنی صاف یہ ہیں کہ وقف کرنا ہی امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں چنانچہ مبسوط کے الفاظ یہی ہیں کہ لایجوز الوقف اصلا عنده "(۲) یعنی امام صاحب کے نزدیک سرے سے وقف کرنا ہی جائز نہیں۔

حنفیوں کی غیر مقلدی

کہو حنفی بھائیو! یہاں تو ناممکن ہے کہ تمہارے علماء امام صاحب کی تقلید کریں کیونکہ اس صورت میں ہزاروں کا وقف ہاتھوں سے نکل جائے گا اس لئے سب نے مل کر یہاں امام صاحب کی تقلید کو چھوڑ رکھی ہے فقہ کی کتابوں کے تمام مصنفین اس مسئلے میں اپنے امام کی نہیں مانتے، اگر یہ اس لئے نہیں مانتے کہ امام صاحب کا یہ فرمان خلاف حدیث ہے تو مہربانی فرما کر اور مسائل بھی جو ایسے ہیں انھیں چھوڑ دیجئے، یہی اہل حدیث ہونا ہے، یہی مذہب اہل حدیث کا ہے، اسی کی طرف وہ تمہیں دعوت دے رہے ہیں، اگر واقعی امام صاحب کو ہم ایک امتی ہی مانتے ہیں تو یہی سلوک ان کے ساتھ ہونا بھی چاہئے کہ جو بات ان کی مطابق حدیث ہو سر آنکھوں پر، جو خلاف حدیث

(۱) ھدایہ ج۲ صـ ۶۳۷ کتاب الوقف
(۲) مبسوط بحوالہ ھدایہ ج۲ صـ ۶۳۷ کتاب الوقف

ہو رد، یہی امام کو امام ماننا ہے، خلاف حدیث باتوں کو بھی نہ چھوڑنا اور ان کی تمام باتوں کو ان کی باتیں ہونے کی حیثیت سے شرعی مسائل ماننا یہ تو انھیں نبی بنانا ہے، جو حرام ہے، اسی تقلید نے آج ہم مسلمانوں کو جدا جدا کر دیا ہے، خدا کرے جیسے اس مسئلہ میں ہمارے بھائیوں نے امام صاحب کی مانی چھوڑ دی ہے ان تمام مسائل میں بھی چھوڑ دیں جو خلاف حدیث ہیں، تو آج یہ تقلید کی سد سکندری ٹوٹ جائے اور ہم سب مسلمان ایک ہو جائیں۔ اللہ توفیق خیر دے۔

تحقیق وتقلید پر ایک نظر

مذہب امام صاحب کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

اگر تقلید کا کوئی نقصان بھی اس کے سوا نہ ہوتا کہ انسان حدیث وقرآن پر عمل کرنے کے لئے اس کے بعد آزاد نہیں رہ سکتا تو یہی نقصان حرمت تقلید کی اعلیٰ تر دلیل بننے کے لئے کافی تھا، لیکن ہمیں حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تقلید کی فرضیت مانی جارہی ہے دوسری طرف صحیح صحیح حدیثوں کو ٹکا سا جواب مل رہا ہے حدیث وفقہ میں صاف مقابلہ ہونے کی صورت میں بھی حدیث کو چھوڑا جارہا ہے اور فقہ کو پکڑا جارہا ہے،

میرے بھائیو! ان فقہ کی کتابوں میں جو ہے اسے اگر آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے احکام سمجھ کر مان رہے ہیں تو یاد رکھئے کہ یہ امام صاحب کے فرمان کا مجموعہ ہرگز نہیں ہیں، اس میں تو بلا مبالغہ بہت سے بزرگوں کے اقوال مجموعی طور پر درج ہیں، (۱) اس میں تو یہاں تک ہے کہ امام صاحب کے صریح قول کو چھوڑا گیا

---

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں "انی وجدت بعضهم يزعم ان جميع مايوجد في هذه الشروح الطويلة وكتب الفتاوىٰ الضخمة هو قول ابي حنيفة وصاحبيه .... وليس مذهباً في الحقيقة" بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی ان ضخیم وطویل کتابوں وشرحوں میں جتنے مسائل ہیں وہ سب امام صاحب کے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے فی الحقیقت یہ سب مسائل ان حضرات کے نہیں ہیں۔

پھر اس کے آگے لکھتے ہیں "بعضهم يزعم ان بناء المذاهب على هذه المحاورات الجدلية المذكورة في مبسوط السرخسي والهداية والتبيين ونحوذلك ولايعلم ان اول من اظهر ذلك فيهم المعتزلة" یعنی بعض لوگ جانتے ہیں کہ کتب فقہ مثلاً مبسوط ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں جو لمبی چوڑی بحثیں اور اصول ہیں وہ سب حنفی مذہب کی بنیاد ہیں حالانکہ یہ خیال لاعلمی پر مبنی ہے، بلکہ اول اول ان باتوں کو معتزلہ نے ظاہر کیا ہے بعد میں یہی باتیں حنفی مذہب میں داخل ہوگئی ہیں (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ص ۱۶۰) علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں "وكذلك الحنفي يخلطه بمذهب ابي حنيفة شيئا من اصول المعتزلة والكرامية والكلابية ويضيفه الىٰ مذهبه" فقہاء احناف نے بھی اپنے مذہب کو معتزلہ کرامیہ کلابیہ وغیرہ باطل فرقوں کے اقوال کو ملا کر مخلوط کردیا ہے لہذا جو کچھ ان فقہ کی کتابوں میں ہے اسے امام صاحب کا سمجھنا صریح غلطی ہے

ہے اور دوسرے کے قول کو لیا گیا ہے، پس یہ سمجھنا تو کسی طرح بھی حق بجانب نہیں کہ اس میں جو تحریر ہے امام صاحب کے مسائل ہیں، ہرگز نہیں، اب ایک طرف سے دنیا کے کانوں میں ڈالا جارہا ہے کہ جو حلال حرام ان کتابوں میں لکھا ہوا ہے اسے اسی طرح مان لینا ہی حنفی بننا اور مسلمان ہونا ہے، لیکن ہماری طرف سے دعویٰ کیا جارہا ہے کہ صرف قرآن وحدیث کا ماننا مسلمان ہونا ہے، ان کتابوں کے مسائل کو قرآن وحدیث سے پرکھنا چاہئے، مطابق ہوں تو قابل قبول، مخالف ہوں تو ہرگز اس درجے کے نہیں، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مذہب نہیں جو فقہ کی ان موجودہ کتابوں میں ہے بلکہ آپ کا مذہب وہ ہے جو آپ نے فرمایا ہے ''اذا صح الحدیث فھو مذہبی'' یعنی صحیح حدیث میں جو ہے وہی میرا مذہب ہے (شامی)(۱)

دم پھڑک جائے جسے سنتے ہی تقریر یہ ہے = دیکھے تو جی ہی بہل جائے نگہ تیر یہ ہے

منکر حدیث منکر امام بھی ہے

میں نے آپ کو صحیح حدیثیں دکھادی ہیں اور امام صاحب کا یہ فرمان خود آپ کے مذہب کی معتبر کتاب شامی میں بھی موجود ہے، پس امام صاحب کا درحقیقت ان مسائل میں وہی مذہب ہوا جو ان صحیح حدیثوں میں ہے، پھر جو ان حدیثوں کو نہ مانے اور ان کے خلاف مسائل کو مانے اس نے نہ صرف ان احادیث کا ہی خلاف کیا بلکہ خود امام صاحب کا بھی خلاف کیا، پس یہ خیال کہ امام صاحب کا مذہب وہ ہے جو ان فقہ کی کتابوں میں ہے، غلط خیال ہے، نیز یہ خیال کہ ان فقہ کی کتابوں میں جو ہے حق ہے اور یہی قرآن وحدیث کا مغز، عطر اور گودا ہے، غلط ہے، بلکہ درحقیقت امام صاحب کا مذہب اصولی طور پر وہ ہے جو اہل حدیث کا ہے، امام صاحب کا سچا ماننے والا وہ ہے جو ہر صحیح حدیث کو قابل قبول اور واجب العمل مانے، جو شخص حدیث وفقہ کے علانیہ خلاف کے وقت حدیث کو چھوڑ کر فقہ کو لے وہ حدیث

(۱) شامی ج ۱ ص ۱۶۷، مقدمہ عقد الجید ص ۶

کا بھی منکر ہے وہ امام صاحب کے مذہب کا بھی اصولی طور پر منکر ہے، پس میں اپنے موجودہ سمجھدار حنفی بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ کھلے بندوں حدیث کے ماننے والے بن جائیں، ساری فقہ کو چھوڑ جائے کوئی غم نہیں لیکن اگر ایک حدیث صحیح چھوٹی تو یاد رکھو خدا کے ہاں کوئی جواب نہ ہو سکے گا۔

سمجھ کر چھیڑ اے مشاطہ اس کی زلف پر خم کو
خدا کے واسطے برہم نہ کر اسباب عالم کو

درۂ فاروقی

ایک ثقفی شخص دربار خلافت فاروقی میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ جناب عالی! حج کرنے والی ایک عورت نے بقر عید والے دن طواف زیارت تو کر لیا ہے، اب وہ حائضہ ہو گئی ہے تو کیا وہ طواف وداع جو آخر میں گھر جانے کی واپسی کے وقت کیا جاتا ہے اسے کئے بغیر وطن کو واپسی ہو سکتی ہے؟ یا اس کے لئے ضروری ہے کہ مکہ میں ہی ٹھہری رہے اور حیض سے پاک صاف ہو کر طواف وداع کر کے ہی مکہ چھوڑے؟ آپ نے فرمایا وہ اس حالت میں ہرگز نہیں جا سکتی، طواف وداع کے لئے اسے ٹھہرنا پڑے گا، پاک ہو کر طواف کرے پھر لوٹے، یہ سن کر سائل کہتا ہے کہ اے امیر المؤمنین میں نے یہی مسئلہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ عورت بغیر طواف وداع کئے جا سکتی ہے اس پر آپ سخت غضب ناک ہوئے اور ہنٹر لے کر اسے ادھیڑ دیا کہ جب تیرے پاس رسول اکرم ﷺ کی حدیث تھی تو پھر تو نے مجھ سے یہ مسئلہ کیوں پوچھا؟ (۱)

آہ! فاروق اعظم کو کہاں سے لائیں؟ آج درۂ فاروقی کہاں سے لائیں؟ آج تو ایک مقلد ایک چھوڑ کئی کئی حدیثیں سن کر نہایت بے پرواہی سے کہہ دیتا ہے کہ میں تو حنفی مذہب ہوں میرے مذہب میں یہ مسئلہ اس طرح نہیں! آج اگر ہوتے

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۵۴ / المدخل للبیہقی ص ۱۰۵

فاروق اعظم، یا ہوتا درۂ فاروقی تو پھر دیکھتے کہ حدیث رسول کے خلاف فقہ کی کتاب کوئی کیسے پیش کرتا؟

تقلید کا شرک ہونا

برادران! مندرجہ بالا واقعہ ہی ہمیں اس نتیجے پر پہنچانے کے لئے کافی ہے کہ حدیث رسول مل جانے کے بعد ادھر ادھر کے اقوال لینا صریح حرام ہے، رائے، قیاس، اجتہاد استنباط سب تابع ہیں، سردار، حدیث ہے، اماموں اور بزرگوں کے اقوال سب ماتحت ہیں، اور قول رسول حدیث نبوی سب کے اوپر ہے، حدیث کے خلاف کسی اور کی بات ماننا پھر اسے تقلید کہنا یہ وہ تقلید ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے جسے شرک کہا جاتا ہے، جس سے بچنا مسلمانوں پر اتنا ہی فرض ہے جتنا کالی اور بھوانی کو نہ ماننا، یہ اصل اسلام ہے، میں نے آپ کو صاف صاف بتادیا ہے کہ جس مذہب پر آپ مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں اس نے بہت سی صحیح صریح حدیثوں کو ترک کر رکھا ہے، اس لئے آپ ان حدیثوں کو سن کر ان کے خلاف جو مسائل آپ کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں ان سے دست بردار ہو جایئے اور اسے مانئے جو حدیث میں ہے

پھر محبت میں مزا آتا ہے = کیوں نہ کھائیں ہمیں غم بھاتا ہے

مذہب اہل حدیث

اگر آپ کے کان میں کسی شیطان نے یہ صور پھونک دیا ہو کہ اہل حدیث اماموں اور مجتہدوں، بزرگوں اور نیکوں کے منکر ہیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہ اس نے غلط کہا؟ ہم اہل حدیث اماموں کی، بزرگوں کی، مجتہدوں کی، محدثوں کی، سب کی عزت کرنے والے ہیں ان سب کی بزرگی ماننے والے ہیں انھیں اپنا سردار اور پیشوا جانتے ہیں، لیکن اسے کیا کریں کہ خود انہی ائمہ کرام نے ہمیں یہ

فرما دیا ہے کہ صحیح حدیث کے مقابلے میں نہ ہماری مانو نہ کسی اور کی (۱)، پس ان کا ماننا اوران کی ماننا بھی یہی ہے کہ جو حدیث میں ہے مانیں جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیں، اماموں کا جو دشمن ہو جو چاروں اماموں سے بغض و بیر رکھتا ہو ہم تو اسے ملعون مطرود اور شیطان کا چھوٹا بھائی جانتے ہیں، ہاں بیشک حدیث رسول کے مقابلے میں کسی کے قول کو ماننا یہ خود ان چاروں اماموں کی تعلیم کے خلاف ہے، اس لئے ہر چاروں مذہب کی فقہ کی کتابوں کے جس مسئلے کو خلاف حدیث پاتے ہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں، یہ نہیں کرتے کہ اس کے مقابلے میں حدیث کو چھوڑ دیں، ہمارے نزدیک یہ اللہ کے رسول کریم ﷺ کی صریح توہین، حدیث کی اعلیٰ بے ادبی اور دین اسلام کا صریح خلاف ہے، یہ ہیں مندرجہ بالا ڈیڑھ سو حدیثیں جو صریح ہیں صحیح ہیں جن کے خلاف حنفی مذہب کی فقہ کی کتابیں ہیں، کہئے ہم کیسے حدیثوں کو چھوڑ دیں؟ اور کیسے ان فقہ کی کتابوں کو لے لیں؟ انصاف، ایمان، اسلام، تعلیم بزرگاں اقوالِ ائمہ کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہم حدیث کو لیں اور فقہ کو چھوڑیں، پس یہی ہم آپ سے چاہتے ہیں۔ واللہ الہادی

دل کہیں کھینچے لئے جاتا ہے = ولولہ ناک میں دم لاتا ہے

---

(۱) المیزان الکبریٰ میں ہے" كان الائمة المجتهدون كلهم يحثون اصحابهم على العمل بظاهر الكتاب والسنة ويقولون اذرأيتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب والسنة اضربوا بكلامنا الحائط " یعنی جملہ ائمہ مجتہدین کتاب وسنت پر عمل کی تلقین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری بات اگر قرآن وسنت کے خلاف ہے تو اسے دیوار پر ماردو۔ (المیزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۶۰)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے" لاتقلد نی ولاتقلدن مالكا ولاالاوزاعی ولاالنخعی ولاغيرهم وخذ الكلام من حيث اخذوا "(حجة الله البالغة ج۱ ص ۱۵۷ / میزان شعرانی ج۱ ص۶۸)

تم لوگ نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی بلکہ تم لوگ احکام ومسائل کو وہیں سے حاصل کرلو جہاں سے یہ حضرات حاصل کرتے تھے، یعنی قرآن وسنت سے۔

خلاف مذہب حدیث کو چھوڑنا نفاق ہے

قرآن کریم نے سورۂ نور میں ایک گروہ کا حال بیان فرمایا ہے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ اللہ رسول پر ہمارا ایمان ہے اور ہم قرآن حدیث کے ماننے والے ہیں لیکن یہ دعویٰ صرف زبانی ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی سچائی کا ثبوت عملی طور پر دے نہیں سکتے، وہ اللہ رسول کے بہت سے احکام سے منہ موڑ لیتے ہیں، ہاں اگر ان کی حسب منشاء کوئی حکم ہو تو سر جھکائے خاموشی سے بلکہ بصد شوق اسے مان لیتے ہیں، لیکن جہاں خلاف ہوا یہ ایسے ہوگئے کہ گویا ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا، یہ بیمار دل ہیں، یہ مغرور ہیں انھیں اللہ رسول کی باتیں عدل وانصاف حقانیت واطمینان والی نظر ہی نہیں آتیں، سچ تو یہ ہے کہ یہ بدترین ظالم گروہ ہے، ملاحظہ ہو آیت یقولون ۱ منا سے ختم رکوع تک۔(۱)

اپیل

ہمارے زمانے کی وہ جماعت جو فقہ کی موجودہ کتابوں پر آنکھیں بند کرکے جھک پڑی ہے جس نے ایک امام کی تقلید کا پٹا اپنے گلے میں مضبوط ڈال لیا ہے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ تقلید نے ان حضرات کو اسی وصف پر لا کھڑا کردیا ہے کہ ان آیتوں کا صحیح مصداق یہ ہوگئے ہیں، انھوں نے بھی حدیث و قرآن کے دو حصے کرلئے ہیں، ایک وہ جو مطابق مذہب ہے ایک وہ جو خلاف مذہب ہے جو مطابق

---

(۱) ویقولون آمنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم من بعد ذلک وماأولئک بالمؤمنین . واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین أ فی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم رسولہ بل اولئک ھم الظالمون (النور ۲۴/ ۴۷ ـ ۵۰)

ہے اسے تو مان لیں گے لیکن جو مخالف ہے اسے ہرگز نہ مانیں گے پس یہ نہایت برا وصف ہے، ہم اپنے موجودہ بھائیوں سے پرزور اپیل کریں گے کہ للہ وہ اس مہلک روش سے الگ ہو جائیں۔

رشک سے کیوں نہ جلے عیش کا خرمن اپنے
محفل غیر ہو جب شمع سے روشن اپنے

تقلید کے معنیٰ

تقلید اور تحقیق دو متضاد اور آپس میں ایک دوسرے کے برخلاف دو جداگانہ حقیقت ہیں، تقلید کے معنیٰ ہیں بلا دلیل مان لینے کے، اور تحقیق کے معنیٰ اس کے برخلاف دلائل سے ماننے کے ہیں، آج جو حضرات مقلد ہونے کے اقرار کے ساتھ دلائل پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارا فرماتے ہیں، وہ دراصل اپنے منصب سے تجاوز کر جاتے ہیں، اصول فقہ کی کتابوں میں بھی ان کے لئے تقلید کی چار دیواری جو قائم کی گئی ہے اس میں تحقیق کی ہوا کے آنے کا کوئی سوراخ بھی نہیں رکھا گیا، یہاں تک کہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ مقلد کو نہ خود دلیل لانے کا اختیار ہے نہ اس کے امام کی دلیل اس کے لئے دلیل ہے(۱) بلکہ توضیح تلویح میں ہے اس کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے(۲) بلکہ صراحت سے لکھا ہے کہ قرآن حدیث اجماع قیاس مقلد کی دلیل نہیں۔(۳)

دنیا کا کوئی فرقہ آپ ایسا نہ دیکھیں گے کہ وہ اپنے تئیں دلیل پر نہ سمجھتا ہو گو وہ واقع اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، لیکن مقلدین کی جماعت اور صرف مقلدین ہی کی جماعت وہ جماعت ہے جو علی الاعلان اپنا دلیل پر نہ ہونا ظاہر کرتی

---

(۱) مسلم الثبوت صـ ۷ (المکتبة الاشرفیة دیوبند)
(۲) توضیح تلویح ج ۱ صـ ۴۴ (فاما المقلد فالدلیل عندہ قول المجتهد)
(۳) توضیح صـ ۲۷ لم یکن علم المقلد حاصلا عن الادلة

رہتی ہے، بلکہ دلیل پر نگاہ ڈالنا اپنی جماعت کے لئے اتنا ہی خطرناک سمجھتی ہے جتنا خطرناک فعل روئی کے گالوں میں جلتی ہوئی دیا سلائی کا پھینکنا ہے، اگر آپ آج کل کسی مقلد مولوی صاحب کو تحقیق کے سمندر میں غوطے لگاتے دیکھیں تو یہ خیال نہ کرنا کہ یہ تحقیق کرتے ہیں، نہیں نہیں نہ تحقیق ان کا منصب نہ تحقیق ان کے لئے مفید، نہ تحقیق سے انھیں کوئی واسطہ یہ تو صرف دفع الوقتی اور اپنے والوں کی تسکین خاطر کے لئے ایک بیرونی جھلک ہوتی ہے، ورنہ کیا مجال کہ دلیل کی طرف آنکھ بھی اٹھائیں، کسی مسئلہ میں آپ ایک چھوڑ کئی آیتیں اور ایک چھوڑ کئی حدیثیں بھی ان کے سامنے رکھ دیں تو بھی ان سب کو توڑ مروڑ کر، کچل کر دبوچ کر اپنے مذہب کے سانچے میں ڈھال لیں گے، لیکن یہ کبھی نہ ہوگا کہ تقلید کی رسیاں توڑ کر تحقیق کے پر فضا وسیع میدان میں اطمینان کا ایک بھی سانس لے لیں

خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے = آنکھیں جو ہیں بند عین بینائی ہے

مقلدین سے ایک کٹھن سوال

اے مقلد بھائیو! میں ایک اور صرف ایک ہی چیز آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ خود بھی اسے سمجھیں اور پھر مجھے بھی سمجھا دیں؟ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ مقلد ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ اجتہاد کو ختم ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں، اماموں کے زمانے کے بعد اجتہاد کی قوت وشان کسی میں ظاہر نہیں ہوئی اور آپ نے اپنے علم غیب سے خبر پا کر اپنی کتابوں میں یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ آئندہ بھی کوئی مجتہد نہ ہوگا تو کیا کرم فرما کر جناب یہ بتلائیں گے کہ ان چاروں مذہبوں میں سے ایک معین مذہب جناب نے کیسے اختیار کرلیا؟ حنفیو! آپ مجتہد نہیں ہیں بلکہ آپ میں کوئی مجتہد نہیں ہے، اماموں کے علم سے زیادہ علم آپ کو نہیں، پھر آپ نے کیسے معلوم کرلیا کہ باقی تینوں اماموں کے مسئلے غلط ہیں؟ اور میرے اس

ایک امام کے مسئلے سچے ہیں؟ آپ ہیں مقلد، قرآن حدیث کو آپ سمجھ نہیں سکتے، جب تحقیق سے آپ کو لگاؤ نہیں تو آپ نے اتنے بڑے بڑے مجتہد مطلق چار اماموں کا امتحان کیسے لے لیا؟ اور کیسے تین کو ناپاس کر کے ایک کو سارے ہی نمبر دے کر اول نمبر پر پاس کرلیا؟ کیوں جی مجتہدوں میں حلال وحرام کا اختلاف تھا، یہ جناب نے کیسے باور کرلیا کہ حق امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ میں ہے؟ اور تینوں امام باطل پر اور ناحق پر ہیں؟ جناب کی عدالت سے ایک امام کو سچ اور تین اور اماموں کو جھوٹ کی ڈگری کیسے مل گئی؟

مقلدوں کی توہین امام

حالت تو جناب کی یہ کہ ایک ایک پیسے کو محتاج، لیکن پھر شیخی یہ کہ فلاں بادشاہ کو تاج وتخت میرا دیا ہوا ہے، یوں تو جناب فرمائیں کہ ہم مقلد ہیں، قرآن حدیث سے مسائل لینا مجتہدوں کا کام ہے، لیکن پھر جناب! فرمائیں کہ حنفی مذہب کا یہ مسئلہ سچا ہے کہ رفع الیدین نہ کرو، تینوں اور امام جھوٹے ہیں کہ وہ کہتے ہیں رفع الیدین کیا کرو؟ کیوں جناب! یہ اماموں کے درمیان سچ جھوٹ کی تمیز کرنے کی قابلیت جناب کو کیسے حاصل ہوگئی؟ اور اگر اتنی قابلیت واقعی آپ میں ہے کہ مجتہد اماموں کے مسائل کو لے کر ان کے دلائل معلوم کر کے ان میں محاکمہ کر کے فیصلہ کردیں، کہ فلاں ایک امام سچا اس کا مذہب اچھا، فلاں تین امام جھوٹے ان کا مذہب باطل، تو یہی قابلیت وذہانت جناب نے براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل کے لینے پر صرف کیوں نہ کی؟ اور مذمت تقلید کے کلنگ کا مصنوعی ٹیکہ اپنی قدرتی پیشانی پر کیوں لگالیا؟

مجھے امید ہے کہ میرے بھائی اس ذراسی تحریر کی رمز کو پالیں گے اور وہ غور وخوض کر کے تقلید کی موجودہ دلدل سے نکل بھاگنے کی کوشش کریں گے؟ تقلید

شخصی کے توصاف معنیٰ یہ ہیں کہ تین اماموں کی تمام باتوں کے ہم منکر بن جائیں، سارے دین میں صرف ایک امام کو حق پر مانیں تب تقلید شخصی ہوسکتی، ورنہ تقلید بن نہیں سکتی۔

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں = جس سرزمیں کے یہ ہیں وہاں آسماں نہیں

اس خرابی کو ذہن میں رکھتے ہوئے پھر اس خرابی پر بھی نظر ڈال جایئے جو مسلسل طور پر آپ نے ابھی پڑھی ہے کہ تقلید شخصی کے پھیر میں پھنس کر آپ نے سیکڑوں صحیح حدیثوں کو جواب دے دیا ہے۔

تقلید کی خوبصورت بلا کی ایجاد

﴿ فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ﴾(النساء۴/۶۵) کے مطابق صحابہ کرام کا عمل رہا ان کے پاس سوائے قرآن وحدیث کے کوئی تیسری چیز عمل کے لئے نہ تھی، یہی پاک روش صحابہ کرام کی رہی، اسی طریقے پر تابعین عظام رہے، اور یہی تعلیم ائمہ اسلام نے دی، لیکن ان سب کے خلاف چارسوسال کے بعد مسلمانوں میں ایک نئی بدعت نے سر نکالا اور اپنے خوبصورت چہرے پر مسلمانوں کو کچھ اس طرح مفتوں کرلیا کہ ایک ایک دو دو ہوکر بجز ایک جماعت کے سب کے سب اس کی طرف جھک گئے اور یہ خوبصورت بلا ان کے گلے کا ہار بن گئی، جوں جوں اس بد بلا کے جراثیم ان کے جسم میں اثر کرتے گئے قرآن وحدیث کی روح پرور پاک صحت ان کی بگڑتی گئی، بالآخر بعض بزرگوں سے رائے قیاس کے مانگے ہوئے ٹکڑوں پر انھوں نے قناعت کرلی، اور خدائی دسترخوان کا من وسلویٰ ان سے چھین لیا گیا، گھر گھر تقلیدی بھیک کے خشک ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آنے لگا، اور روحانی لذیذ غذا دیکھنے کو بھی باقی نہ رہی۔

صحابہ کرام کا اختلاف اور اس کا فیصلہ

مندرجہ بالا آیت کے حکم کے ماتحت صحابہ کرام کے آپس کے تمام اختلافات کا فیصلہ صرف قرآن وحدیث سے ہوتا تھا، نمونے کے طور پر سنئے، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسلمہ میں اس عورت کی عدت کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے جو حمل سے ہو، اور اس کے خاوند کا انتقال ہو جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ چار ماہ دس دن اور بچے کا ہونا، ان میں سے جو آخر میں ہو وہی عدت ہے، حضرت ابوسلمہؓ نے فرمایا بچہ ہوتے ہی عدت پوری ہو جاتی ہے، خواہ عدت کی مدت سے پہلے ہو جائے، یہاں تک کہ انتقال کے ایک دن یا ایک گھنٹے کے بعد بھی ہو تو اس کی عدت پوری ہو گئی، اور اگر چار ماہ دس دن گذر جائیں اور پھر بھی بچہ نہ ہوا ہو تو جب تک بچہ نہ ہو وہ عدت میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بھی یہی فرمایا کہ میں اپنے اس بھتیجے کے فتوے سے متفق ہوں، ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے اور باقاعدہ مذاکرہ علمیہ ہوا، محبت کے ساتھ مناظرانہ گفتگو ہوتی رہی مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے، مجلس نے طول کھینچا اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو آخر یہ طے ہوا کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا صحیح علم ہے، قاصد بھیج کر ان سے دریافت کیا جائے، اگر کوئی حدیث رسول مل جائے تو اس سے اختلافی مسئلہ کا فیصلہ ہو، قاصد دوڑا ہوا گیا اور مائی صاحبہ سے عرض کی کہ صحابہ رسول اس امر پر باہم مناظرہ کر رہے ہیں، اور آپ کے پاس سب کے اتفاق سے میں بھیجا گیا ہوں، کیا اس بارے میں کوئی حدیث آپ کو یاد ہے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا آؤ میں تمہیں حدیث سناؤں!

حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کے خاوند رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس وقت یہ دوجیا (حاملہ) تھیں، تھوڑے دن ہی گذرے تھے کہ ان کے ہاں بچہ تولد ہوا تو رسول

اللہ ﷺ نے انھیں اگر وہ چاہیں تو دوسرا نکاح کر لینے کی اجازت مرحمت فرمائی، پس یہ حدیث رسول صاف دلیل ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، قاصد خوشی خوشی واپس آیا اور صحابہ کرام کے مجمع میں یہ حدیث بیان فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس پر اپنی رضامندی کی بارشیں برسائے آپ نے مجمع میں اسی وقت اپنے پہلے مسئلہ سے رجوع فرمایا اور صاف کہا کہ پہلے میں جو کہتا تھا غلط تھا صحیح مسئلہ یہی ہے حدیث کے سامنے میری گردن خم ہے، اللہ کے رسول سچے ہیں میں نے جو کہا غلط تھا میں اس سے اب رجوع کرتا ہوں، (۱) غرض حدیث شریف کے پیش ہوتے ہی سارا اختلاف مٹ گیا۔ سب ایک ہو گئے، کل گردنیں حدیث نبوی کے سامنے جھک گئیں، سارے ہم خیال ہو گئے اور فرمان رسول کو سر آنکھوں پر رکھ لیا، یہ تھی روش صحابہ کرام کی، اور یہی حکم ہے آیت مندرجہ ﴿ فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ﴾ (۲) کا، بالفرض اس قسم کے واقعات نہ بھی ملیں تاہم آیت کے الفاظ روز روشن کی طرح صاف بتلا رہے ہیں کہ ایمان نام ہی اس کا ہے کہ ہر اختلاف کا، ہر پیش آمدہ مسئلہ کا فیصلہ قرآن وحدیث سے ہی ہونا چاہئے، جب ایمان واسلام اسی کا نام ہے تو ہم کھلے لفظوں میں کیوں نہ کہیں کہ اس کے خلاف کا نام کفر وشرک ہے، جو لوگ اختلافی مسائل کا فیصلہ تجھ مجھ سے لیں، جو لوگ شرعی مسائل کسی امام کے فرمان پر موقوف رکھیں بالیقین یہ وہ ہیں جو قرآنی اصطلاح کے مطابق ایمان سے کالے کوسوں دور ہیں، تقلید شخصی میں اگر اس کے سوائے اور کوئی برائی نہ بھی ہوتی تاہم یہی ایک برائی اس کی بدعت اور حرمت کے لئے کافی بلکہ کافی سے زائد تھی، چہ جائیکہ اس میں اس کے سوا اور بھی بیسیوں عیب ونقصان ہیں۔

مجھ کو بھی کچھ حضور کے معلوم حال ہیں = میں سن چکا ہوں آپ بھی اہل کمال ہیں

(۱) اعلام ج ۱ ص ۲۵۴ (۲) سورۃ النساء ۴/۶۵

حنفیوں کے نزدیک سب مسلمان ملعون ہیں

کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ ہر مذہب کا مقلد اپنے امام کے سوا اور ائمہ کے فرمان کو کوئی وقعت نہیں دیتا، بلکہ فرمان رسول کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے، آیت قرآنی کو بھی توڑنے مروڑنے بیٹھ جاتا ہے اور اپنے ذمہ سب سے بڑا فرض یہی سمجھتا ہے کہ جو اس کے امام نے کہا اسے حق سمجھے اسی کو مانے اور اسی پر عمل رکھے، یہاں تک کہ مقلدین امام ابوحنیفہ نے کہا۔

فلعنة ربنا اعداد رمل = علیٰ من رد قول ابی حنیفة (۱)

یعنی ریت کے ذروں کے برابر لعنتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کردے،

ناظرین کرام مضمون آیت کو اور مضمون شعر کو ملالیں تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک مومن وہ ہے جو ہر مسئلے میں حدیث وقرآن کو لے اور ان کے نزدیک مومن وہ ہے جو ہر ایک مسئلے میں قول امام ابوحنیفہ کو لے، پس قرآنی فیصلے کے مطابق وہ ایمان سے خالی ہے جو اختلافات کا فیصلہ قول امام ابوحنیفہ سے لے، اور ان مقلدین حنفیہ کے نزدیک جو اختلافات کا فیصلہ حضرت امام ابوحنیفہ کے قول سے نہ لے وہ ملعون ہے،

اب ناظرین کرام بتلائیں کہ ہم کیا کریں؟ سنو ہم نے یہ کیا کہ شعر شعر والے کے منہ پر دے مارا اور حکم ربی کو مضبوطی سے تھام لیا، اور جو کہا تھا وہ کیا یعنی ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہیں اسی کی دعوت ہم اہل حدیث محمدی آپ حضرات کو دیتے ہیں کہ جو مسئلہ پیش آئے حدیث وقرآن سے اسے لو اور لعنت کرنے والوں پر ان کی لعنت رکھو، خدا کے حکم پر چلنے والا مرحوم ہوتا ہے نہ کہ

(۱) شامی ج ۱ صـ ۱۶۰ / درمختار ج ۱ صـ ۱۳

ملعون، ملعون وہ ہے جو ابوالقاسم کے قول کو رد کر دے نہ وہ جو ابوحنیفہ کے قول کو رد کر دے۔

آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح اقوال صحابہ مقابل حدیث رد ہو گئے تو کیا اے اسلامیو! مندرجہ بالا ۱۵۶ حدیثیں جو آپ کے سامنے ہیں ان کے بالمقابل جو اقوال فقہاء ہیں کیا آپ انھیں رد نہ کر دیں گے؟ اگر آپ کا فیصلہ رد نہ کرنے کا ہے تو فیصلہ خداوندی جو رد ایمان کا ہے وہ بھی سامنے رہے، آیئے اب میں آپ کو دو چار اور واقعات بھی اسی قسم کے سناؤں۔

حدیث پر فیصلہ فاروقی

بنوزہرہ کے ایک شیخ کو بلوا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کے بارے میں جو جاہلیت کا پیدا شدہ ہے اور نسب خلط ملط ہے تمہارا کیا علم ہے؟ اس نے کہا فراش تو فلاں کا تھا اور نطفہ فلاں کا ہے، بات صاف ہو گئی لیکن سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ بچہ نطفے والے کا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کا فراش ہے اسی کی اولاد ہے۔(۱)

خلافت کا فیصلہ خلاف حدیث اگر ہو مردود ہے

مخلد بن خفاف فرماتے ہیں میں نے ایک غلام خریدا، کچھ دنوں کے بعد مجھے اس کے ایک عیب کی اطلاع ہوئی تو میں نے جا کر دربار خلافت میں شکایت کی مجھے حکم ملا کہ میں اس غلام کو اسے لوٹا دوں جس سے خریدا ہے، اور اس سے جو غلہ میں نے حاصل کیا ہے وہ بھی واپس کر دوں، میں یہ حکم سن کر چلا آیا حضرت عروہؓ سے ملا اور حضرت خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز کا یہ فیصلہ ان سے بیان کیا، انھوں نے کہا سبحان اللہ شام کو میں ضرور جاؤں گا اور کہوں گا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

(۱) اعلام ص ۲۵۴

عنہا سے سنا ہے کہ ایسے مقدمے کے فیصلے میں رسول اللہ ﷺ نے غلہ اسے دلوایا ہے جس کی ضمانت ہو، میں الٹے پاؤں دربار خلافت میں پھر پہنچا اور خلیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نفع اس کا ہے جس کی ضمانت ہے اسی وقت حضرت عمرؓ نے سر جھکا دیا اور خوش ہوکر فرمانے لگے، وہ کتنا صحیح اچھا اور سچا، آسان اور عمدہ فیصلہ ہے، اے خدا تجھے بخوبی علم ہے کہ میں نے اپنی طرف سے تو حق سمجھ کر وہ فیصلہ کیا تھا لیکن اب مجھے حدیث رسول ﷺ پہنچ گئی، اس لئے میں اپنے فیصلے کو توڑتا ہوں اور تیرے رسول ﷺ کے فیصلے کو سر آنکھوں پر رکھتا ہوں، (ا) فرحمه الله ورضی عنه، یہ ہے اسلام نہ یہ کہ حدیث کو چھوڑ فقہ کو لے کر خوش ہو گئے۔

جس گلی سے کچھ مزاج ذرا بھی بدل گیا = اک شوخ اور پھانس لیا جی بہل گیا

قاضی صاحب کا خلاف حدیث فیصلہ کوئی چیز نہیں

قاضی اسلام حضرت سعد بن ابراہیم کے پاس ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا آپ نے اس میں حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن کی رائے سے فیصلہ کر دیا، اس کے بعد حضرت ابن ابی ذئب نے قاضی صاحب سے ایک حدیث بیان کی جو اس فیصلے کے خلاف تھی، یہ سن کر حضرت سعد نے ربیعہ سے فرمایا کہ دیکھو امام ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ جو ثقہ ہیں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں اور حدیث میں فیصلہ اس کے سراسر خلاف ہے جو میں نے کیا ہے، ربیعہ نے کہا اب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ نے تو اجتہاد کر کے فتویٰ دے ہی دیا آپ کا حکم نکل ہی چکا بس وہ جاری رہے، حضرت سعد اس جواب سے بڑے رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے واہ واہ! سعد کی ماں کے لڑکے سعد کا فیصلہ تو جاری رہے اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ رد ہو جائے؟ استغفر اللہ!

(ا) اعلام ص ۲۵۴

نہیں نہیں بلکہ سعد کا فیصلہ غلط اور حضور کا فرمان سر آنکھوں پر، جاؤ وہ کاغذات لاؤ جن پر میں نے ججمنٹ لکھی ہے جب وہ کاغذات آئے تو آپ نے اس فیصلہ کو چاک کردیا اور اس کے خلاف فیصلہ حدیث کے مطابق لکھ دیا۔(۱) اللہ ان پر رحم کرے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مقلدو! خدا سے ڈرو تم ان آیتوں ان حدیثوں، سلف کے ان روشن فیصلوں کے خلاف ہمیں لے جانا چاہتے ہو؟

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ = کہ عنقارا بلند است آشیانہ

امام شافعی کے فرامین

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں لوگوں کا اجماع ہے کہ سنت رسول، حدیث نبوی جس کے سامنے آجائے وہ کسی کے قول پر اسے ترک نہیں کرسکتا،(۲) فرماتے ہیں جب میں کوئی حدیث روایت کروں اور خود اسے نہ لوں تو یقین کرلینا کہ میری عقل جاتی رہی،(۳) فرماتے ہیں سنت رسول کے بعد کسی کا قول کوئی چیز نہیں (۴) تواتر سے آپ کا یہ فرمان منقول ہے کہ اگر صحیح حدیث کے خلاف میرا کوئی قول پاؤ تو اسے دیوار سے دے مارو۔(۵) اللہ اکبر یہ فیصلے امام صاحب کے اور پھر بھی شافعیہ کا اس فقہ پر اڑے رہنا جو سراسر حدیث کے خلاف بہت سے مسائل بیان کرتی ہے کیا یہ تقلید ہے؟

---

(۱) اعلام ج ۱ صـ ۲۵۴

(۲) اعلام ج ۱ صـ ۲۵۴ — ۲۵۵ "اجمع الناس علی ان من استبانت له سنة عن رسول الله لم یکن له ان یدعها لقول احد من الناس"

(۳) ایضاً (اذا رویت عن رسول الله ﷺ حدیثا ولم آخذ به فاعلموا ان عقلی قد ذهب)

(۴) حاشیه المدخل للبیهقی دراسة وتحقیق دکتور محمد ضیاء الرحمن الاعظمی

(۵) اعلام الموقعین ج ۱ صـ ۲۵۴

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک لڑکی سے اپنا نکاح کیا لیکن پھر اس کی ماں سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے اس لئے اسے طلاق دے دیتا ہے تو کیا اس کی ماں سے اسے نکاح کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ اس شخص نے اس فتوے کے مطابق اس عورت سے نکاح کرلیا اور چونکہ آپ بیت المال کے افسر تھے تو چاندی کے ردی ٹکڑے لے کر انھیں صاف کھری چاندی کے بدلے بدل لیا کرتے زیادہ دیتے اور کم لیتے، جب آپ مدینہ تشریف لائے اور اصحاب رسول ﷺ سے ان دونوں مسئلوں کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ پہلے شخص کے لئے اپنی ساس سے نکاح حدیث کی رو سے جائز نہیں، اگرچہ اس کی لڑکی کو مجامعت سے پہلے ہی وہ طلاق دے چکا ہے، اور جب چاندی کا چاندی سے تبادلہ ہو تو دونوں طرف برابری ہونا مطابق حدیث شرط ہے یہ سن کر آپ واپس پلٹے اور اپنے پہلے مسئلے کی غلطی بتلانے کے لئے اس شخص کو تلاش کر کے اس کے ہاں پہنچے لیکن وہ نہ ملا تو آپ نے اس کی قوم والوں سے فرمایا کہ میرا پہلا فتویٰ غلط تھا، صحیح یہ ہے۔ یہ شخص اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، پھر آپ صرافے کے بازار میں پہنچے اور وہاں اعلان کیا کہ پہلے جو میں کرتا رہا وہ خلاف شرع تھا، چاندی چاندی کے بدلے برابر ہی ہونی چاہئے وزن اگر یکساں نہ ہو تو تبادلہ حلال نہیں۔(۱)

نصیحت

میں نے نہایت نیک نیتی سے اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے بطور مثال یہ مسائل پیش کردیئے ہیں، حدیثیں نقل کردی ہیں جو اپنے معنیٰ اور مطلب میں بالکل واضح ہیں، جو حدیث میں ہے اس کے بالکل برخلاف فقہ میں ہے، اس فرق کی وضاحت کے بعد میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کرنے کا حق

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ صـ ۲۵۴

رکھتا ہوں کہ للہ غور کرو۔ فرمان رسول کے مقابلے میں کسی اور کی نہ مانو، مسلمان ہونے کے معنی میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا کے سوا لائق عبادت کوئی نہیں، اور محمد (ﷺ) کے سوا لائق اطاعت کوئی نہیں، یقیناً ہر مسلمان کا فرض اولین ہے کہ جس کسی کا قول خلاف قول پیغمبر ہو اسے ترک کردے، نہ کہ کسی امام کے قول کے خلاف قول پیغمبر کو ترک کردے۔

حدیث کو مقدم رکھنا ہی امام صاحب کا مذہب ہے

اگر آپ کو میری یہ بات کڑوی لگتی ہو تو آؤ میں آپ کو آپ کے اور اپنے امام، آپ کے مذہب کی معتبر کتاب اور آپ کے فقہاء کرام کا صحیح فیصلہ بھی اس بارے میں سنادوں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " ان توجہ لکم د لیل فقولوا بہ "(درمختار)(۱) یعنی جب تمہیں دلیل (یعنی قرآن وحدیث) مل جائے تو وہی کہو جو اس میں پاؤ، یہ آپ کے مذہب کی معتبر کتاب درمختار میں موجود ہے اور شروع مقدمے میں ہی ہے آپ کے مذہب کی معتبر کتاب ردالمختار شرح درمختار کا فیصلہ سنئے اس میں لکھتے ہیں

"اذا صح الحد یث وکان علی خلا ف المذ ھب عمل بالحد یث ویکون ذلک مذ ھبہ ولایخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذ ھبی " (۲)

یعنی جب کوئی مسئلہ صحیح حدیث میں آجائے اور ہو وہ حنفی مذہب کی کتابوں کے خلاف تو ایسی صورت میں عمل حدیث پر کرنا چاہئے اور اسی کو اپنا مذہب سمجھنا چاہئے، ایسا کرنے سے انسان حنفیت سے نکل نہیں جائے گا، کیونکہ خود امام ابوحنیفہؒ نے فرمادیا ہے کہ جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔

(۱) درمختار ج ۱ ص ۱۴ (۲) شامی ج ۱ ص ۱۶۷

حنفی محمدی اتفاق

حنفی بھائیو! کاش کہ آپ اس روایت پر عمل کرلیں، بخدا آج یہ سارے جھگڑے مٹ جائیں اور مسلمانوں میں سے تفریق کی یہ سد سکندری بالکل دور ہوجائے، خدا کی قسم اہل حدیثوں کو اماموں سے عداوت و بغض نہیں، یہ تو وہی کہتے ہیں جو اماموں نے انھیں سبق دیا ہے کہ جب کسی کی بات خلاف خدا اور رسول ہو تو اسے چھوڑ دو، مطابق اور موافق ہو تو اسے لے لو، اماموں کی تعلیم بھی یہی ہے، بزرگوں کا فیصلہ بھی یہی ہے، اور اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے، اہل حدیث جس تقلید کو حرام کہتے ہیں، جس تقلید کو شرک بتلاتے ہیں جس تقلید کے منکر ہیں، جس تقلید کے قائل نہیں جس سے روکتے ہیں، وہ یہی تقلید ہے کہ انسان حدیث کے مقابلے میں کسی امام کی بات کو نہ چھوڑے۔ جب آپ ان اور ان جیسے اور خلاف حدیث مسائل کو جو فقہ کی ان کتابوں میں بکثرت سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، چھوڑ دیں گے، اور حضرت امام ابوحنیفہ کی سچی ماتحتی میں ان کے خلاف جو حدیثیں ہیں ان پر عمل اور ایمان رکھیں گے تو یہی اہل حدیث ہونا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ یہی حنفی ہونا بھی ہے، خدا تمہیں اور ہمیں سمجھ دے، اور اگر باوجود ان صحیح حدیثوں کے دستیاب ہونے کے پھر آپ تقلید ائمہ کے پیچھے پڑ کر ان حدیثوں کا گلا گھونٹیں گے، اور نہ ایمان لائیں گے، نہ ان پر عمل کریں گے، تو آپ خود سمجھ لیں کہ کس منہ سے خدا کے رسول سے شفاعت کی آرزو کریں گے؟ اور کس زبان سے میدان محشر میں آپ حوض کوثر کا پانی آپ سے طلب کریں گے؟ ایسا کرنے والوں کو حق ہی کب ہے جو آپ کی امت کہلوائیں؟

دوستو! ذرا سے غور پر فیصلہ ہوسکتا ہے حق نتھر سکتا ہے، سچ جھوٹ میں تمیز ہوسکتی ہے، بھائیو! دو پیسے کی ہنڈیا ٹھونک بجا کر لیتے ہو، پھر دینی معاملات میں

(۱) درمختار ج ۱ ص ۱۴ (۲) شامی ج ۱ ص ۱۶۷

باپ دادوں کی روش، قوم کی چال، اگلوں کی تقلید اور بے تحقیق باتوں پر عمل کو کیسے روا رکھتے ہو؟ اٹھو سوچو اور سمجھو اور حق کی قبولیت میں عار نہ کرو کل خدا کے سامنے جانا ہے اسی سے کام پڑنا ہے۔

سنو چاہے دنیا بدل جائے چاہے ماں باپ بگڑ جائیں، چاہے کنبہ قبیلہ ترک ہو جائے چاہے برادری نکال دے، چاہے شہر بدر ہونا پڑے، چاہے مکمل بائیکاٹ ہو جائے، چاہے دنیا بھر کی مصیبتیں آ جائیں، چاہے مقدمات اور کیس لگ جائیں، چاہے دنیا برا بھلا کہنے لگے، سب منظور کر لو، لیکن حبیب خدا شافع روز جزا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث، آپ کی سنت آپ کے فرمان کو ترک نہ کرو

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا = نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے = یہی دل کی رغبت یہی آرزو ہے

امام ابوحنیفہ کے فرامین

میرے محترم بھائیو! مندرجہ حدیثیں اور ان کے برخلاف فقہ کے فتوے بھی آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں میں اپنا مطلب واضح کر چکا ہوں کہ آپ اپنے سچے عقیدے کے مطابق ان حدیثوں پر عمل و عقیدہ رکھیں، اور ان کے خلاف جو فقہ کے مسائل ہیں ان سے دست برداری کر لیں، اس سے جہاں ایک طرف اللہ کے رسول، رسولوں کے سردار امت کے شافع، ساقی کوثر ﷺ ہم سے خوش ہوں گے وہاں دوسری جانب خود حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ " اذا رأیتم کلامنا یخالف ظاهر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکلامنا الحائط "(میزان شعرانی)(۱)

یعنی جب تم دیکھو کہ ہمارا کوئی کلام ظاہری طور پر قرآن وحدیث کے

(۱) المیزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ صـ ۶۰

خلاف ہے تو تم عمل قرآن حدیث پر ہی کرنا ہمارے اس کلام کو دیوار سے دے مارنا، آپ فرماتے ہیں "ایاکم والقول فی دین اللہ بالرأی وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنھا ضل "(۱) لوگو خدا کے دین میں رائے قیاس کی پیروی سے بچو لوگو سنت وحدیث رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑلو، لوگو! سن رکھو جو سنت وحدیث کی تابعداری سے جدا ہو گیا وہ گمراہ ہو گیا وہ بہک گیا وہ بھٹک گیا، اللہ تعالٰی امام صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے ان پر اپنی رحمت کی جھومتی ہوئی بدلیاں برسائے ، اس سے زیادہ آپ کیا کر سکتے تھے کہ کھلے لفظوں میں اپنی تقلید حرام فرما گئے چنانچہ فرماتے ہیں "حرام علیٰ من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی "(میزان شعرانی)(۲) یعنی جسے میرے قول کی دلیل کی معرفت نہ ہو اس پر حرام ہے کہ میرے قول پر فتویٰ دے،

دوستو! جس تقلید کو اہل حدیث آج حرام کہتے ہیں اور تم لٹھ لے کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہو وہ یہی تقلید ہے جسے خود حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حرام بتلاتے ہیں، پس خدارا غور کرو، بھیڑ چال چھوڑو صحیح راہ اختیار کرو، تم حنفی بھی اسی وقت بن سکتے ہو جب حدیث کے خلاف ان اقوال کو دیوار سے دے مارو، اور اسی وقت محمدی بھی ہو جاؤ گے کیونکہ یہی مذہب محمدی اہل حدیث جماعت کا ہے، پس للہ تفرقوں کو چھوڑو، اس پھوٹ کو پھینکو اور مل جل کر سب کے سب اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے تابعدار بن جاؤ، اتفاق سے رہو سہو، ایک ہاتھ میں کلام اللہ دوسرے میں سنت رسول اللہ لے لو، یہی اماموں کی راہ ہے، اسی میں دین کا، دنیا کا یہاں کا وہاں کا غرض دونوں جہاں کا بھلا ہے۔

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

---

(۱) المیزان ج ۱ ص ۶۳ / قواعد الحدیث ص ۲۳
(۲) میزان شعرانی ج ۱ ص ۶۳

برادران! میرا تو ایمان ہے کہ آج اگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زندہ موجود ہوتے اور یہ فقہ کی کتابیں دیکھتے تو ان مسائل کو جو خلاف حدیث ہیں قطعاً نکال دیتے، اور ان کی اصلاح کر کے مطابق حدیث لکھ دیتے، اس لئے کہ آپ کا فرمان ہے " ماجاء عن رسول الله فبا لراس والعین "(۱) یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث سر آنکھوں پر ہے (ظفر الامانی)(۱) آپ فرماتے ہیں "ضعیف الحدیث احب الی من آراء الرجال " مجھے تو ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ساری دنیا کے لوگوں کی رائے سے زیادہ پسند اور محبوب ہے (عقود الجواہر)(۲) آپ سے سوال ہوتا ہے کہ حضرت یہ جو آپ ہمیں رائے قیاس سے مسائل بتلا دیا کرتے ہیں کیا یہ سب آپ کے نزدیک برحق ہی ہیں؟ آپ جواب دیتے ہیں "لعله الباطل الذی لاشک فیه "(۳) یعنی بہت ممکن ہے کہ سب بالکل غلط ہی ہوں (جزء تاریخ خطیب)

برأت امام

میرے بھائیو! ہمارے امام صاحب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا (اللہ انھیں غریق رحمت کرے) ہرگز یہ مذہب نہ تھا کہ حدیث کے خلاف کسی کی مانی جائے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ نے آج یہ کہاں سے اور کیوں کس کی تقلید میں مان لیا؟ کہ ان کتابوں میں جو ہے ہم تو اسی کو مانیں گے؟ گو آپ کو صحیح اور صریح حدیثیں اس کے خلاف دکھادی جائیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس میں نہ صرف حدیث کی بے حرمتی ہے بلکہ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بے ادبی ہے اور پھر اسے امام صاحب کا

(۱) المدخل للبیهقی صـ ۲۰۴ / میزان شعرانی ج ۱ صـ ۷۱

(۲) اعلام الموقعین ج ۱ صـ ۲۷ میں یہی بات اور وضاحت سے ہے "واصحاب ابی حنیفة رحمه الله مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولی من القیاس والرأی " یہی بات امام احمد بن حنبل کی جانب بھی منسوب ہے (ایضاً)

(۳) تاریخ بغداد صـ ۴۰۲

مذہب بتلانا یہ توان پر تہمت دھرنا ہے سنئے! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ خود اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں ایسا کہ اگر آج وہ ہوتے اور یہ فرماتے تو شاید کٹر لوگ انھیں بھی غیر مقلد کہہ کر زمین آسمان سر پر اٹھالیتے سنئے فرماتے ہیں " اخذ بکتاب اللہ فمالم اجد فبسنة رسول اللہ ﷺ فان لم اجد فی کتاب اللہ ولاسنة رسوله ﷺ اخذت بقول اصحابه "(۱) یعنی میں ہر مسئلہ میں قرآن شریف کو لیتا ہوں اس میں وہ مسئلہ نہ پاؤں تو حدیث رسول اللہ ﷺ کو لیتا ہوں اس میں بھی نہ ملے تو اقوال صحابہ پر عمل کرتا ہوں، پس ظاہر ہے کہ حضرت الامام عالی مقام علیہ الرحمۃ والسلام عامل حدیث وقرآن تھے۔

بھائیو! سچ ماننا بخدا یہی مذہب میرا ہے اور میری کل جماعت اہل حدیث کا ،پس صحیح معنیٰ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے امام حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں، یہی تعلیم امام صاحب کی ہے اور یہی مذہب آپ کا ہے، پس ہم تمہیں امام صاحب کے اسی صحیح مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ آؤ اختلافات کے پردے چاک کردو اور جس طرح رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے ماننے میں ہم سب متفق ہیں آؤ مل کر آپ کی حدیث کے عمل پر بھی متفق ہو جائیں۔

الٰہی دے اثر ایسا مری بیتابی دل میں = چلے آئیں کلیجہ تھام کر وہ میری محفل میں

برادران! صرف میں ہی نہیں دنیا کے مسلمان مانتے ہیں کہ حدیث اور قیاس ہم پلہ چیزیں نہیں ان میں زمین آسمان کا فرق ہے، قیاس جو حدیث کے خلاف ہو قطعاً چھوڑ دیا جائے گا مگر حدیث جو قیاس کے خلاف ہو ہرگز نہ چھوڑی جائے گی، پس آپ سے عرض ہے کہ مندرجہ بالا نقشہ پر دوبارہ نظر ڈال جائیے اور جو مسائل قیاسیہ خلاف احادیث صحیحہ ہیں ان سے دست بردار ہو جائیے، رائے کوئی وقعت کی چیز نہیں، خود حضرت امام ابوحنیفہ کی والدہ ماجدہ کو ایک مسئلے میں

(۱) تاریخ بغداد صـ ۳۶۸ / المدخل للبیهقی صـ ۲۰۴

فتوے کی ضرورت پڑی، " فافتاها ابو حنيفة فلم تقبل "امام صاحب نے بتلایا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا (ملاحظہ ہو جزء تاریخ خطیب بغدادی ص: ۴۴۷) (۱) پیران پیر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۲۶ میں لکھتے ہیں "واجعل الكتاب والسنة امامک وانظر فيها بتامل وتفكر ولا تغتر بالقيل والقال والهوس اعمل بهما فليس لنا كتاب غيره فنعمل به وليس لنا نبي غيره فنتبعه لا تخرج عنهما فيضلك هواک والشيطن وبهما يرتقي العبد الى درجة الولاية والبدلية " یعنی قرآن وحدیث کو اپنا امام بنالے اور غور وفکر سے ان کا مطالعہ کیا کر اور ادھر ادھر کی باتوں اور ہوس میں نہ پھنس صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتا رہ، اسے سمجھ لے کہ قرآن کریم کے علاوہ ہمارے پاس عمل کے قابل کوئی کتاب نہیں، اور آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم تابعداری کریں ،خبردار کبھی بھی قرآن حدیث سے باہر نہ ہونا ورنہ خواہش نفسانی اور شیطان لعین تجھے سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے، یاد رکھ کہ انسان اولیاء اللہ اور ابدال کے درجے کو قرآن حدیث کی تابعداری سے ہی پاسکتا ہے۔

بارگاہ ایزدی میں ہے وہی برتر عزیز = جس کے دل کو ہے حدیث ساقی کوثر عزیز

ایک عجیب لطیفہ

ایک عجیب لطیفہ بھی سنتے جائیے! اہل حدیث اگر امام ابوحنیفہؒ کا کوئی مسئلہ چھوڑ دیں تو غضب ہو جاتا ہے، ستم ٹوٹ پڑتا ہے، ہائی دہائی مچنے لگتی ہے، کائیں کائیں ہونے لگتی ہے، کفر کے فتوے ڈھلنے لگتے ہیں، برادریوں سے خارج کردیئے جاتے ہیں، بائیکاٹ ہونے لگتے ہیں، غیر مقلد غیر مقلد کے ڈھول پیٹے جاتے ہیں اور اس مسکین کے خلاف قیامت قائم کردی جاتی ہے، لیکن یہی جرم جب

(۱) تاریخ خطیب بغدادی صـ ۳۶۶

مقلد کریں اگلے پچھلے سب مل کر امام صاحب کا مسئلہ چھوڑ دیں اس کی طرف التفات تک نہ کریں، اس کے صریح خلاف مسئلہ جوڑ لیں، تو کہیں سے چوں کی بھی آواز نہ آئے، اور لطف یہ ہے کہ خاصے مقلد کے مقلد بنے رہیں، آپ خیال فرمائیں خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ میں یہ ہے "عن ابی حنیفة انه یقوم من الرجل بحذاء رأسه ومن المرأة بحذاء وسطها لان انساً فعل کذالك وقال هو السنة "(۱) یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام مرد میت کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اس کے سر کے مقابل کھڑا رہے اور عورت کے جنازے کی نماز کے وقت اس کے درمیان کھڑا رہے، اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہی سنت طریقہ ہے، آپ نے دیکھا؟ کہ امام صاحب کا صاف فرمان ہے اس پر آپ نے حضرت انس کے فعل کو اور پھر اس فعل کے سنت رسول اللہ ﷺ ہونے کو دلیل میں پیش کیا ہے، لیکن حنفیوں نے اجماع کر کے امام صاحب کے اس حق اور بادلیل مسئلے کا بالکل انکار کر دیا ہے آج تمام حنفیوں کا عمل اس کے خلاف ہے تمام حنفی مولویوں کا فتویٰ اس کے برخلاف ہے، اور کتب فقہ کے تمام مصنفین نے بھی اس کا خلاف کیا ہے۔(۲)

الزام

حنفی دوستو! اگر آپ اس طرح امام صاحبؒ کے کسی مسئلہ کو چھوڑ دیں تو نہ دشمن امام ٹھہریں نہ تقلید کی حد سے نکلیں تو پھر اسی فعل پر اہل حدیث کے خلاف کیوں کانٹے بونے لگتے ہو؟ اور ان پر کیوں برس پڑتے ہو؟

برادران! اب میری منشاء اس پوری بحث سے اور اس ساری کتاب

(۱) هدایه ج۱ صـ ۱۸۱ باب الجنائز

(۲) امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے اختلاف کا منظر "مذہبی دنگل" کے لئے درایت محمدی ملاحظہ فرمائیں۔

سے یہی اور صرف یہی ہے کہ جس طرح آزادی کے ساتھ آپنے اس ایک مسئلے میں امام صاحب کی تقلید کا پٹہ اتار پھینکا اسی طرح اور مسائل جو صریح حدیثوں کے خلاف ہیں ان میں بھی یہی چال کیوں نہیں چلتے ؟ اگر آج تم یہ روش چلو، تو پھر حنفی اہل حدیث کے تفرقے کی سد سکندری بالکل ہی اٹھ جائے، اور آپس میں ہم سچ مچ ویسے ہی بھائی بھائی بن جائیں جیسے اسلام کے شروع میں تھے اور جیسے منشاء شریعت ہے۔

ریمارک بر کتب فقہ

دوستو! بخدا ابھی تک ہماری سمجھ میں یہ اندھیر تو نہیں آیا کہ آخر فقہاء کرام نے ایسا کیوں کیا؟ کہ امام صاحب نے جو حق مسئلہ بتایا اور اس کی دلیل صحابی کے فعل سے پھر سنت رسول ﷺ سے دی، اسے تو پرے پھینک دیا، اور حنفی مذہب میں ان کے بتلائے ہوئے صریح اور صحیح مسئلے کے خلاف مسئلہ گھڑ لیا اور آج تمہارے علماء نے یہ سبق دیا کہ فقہ کی ان کتابوں میں جو ہے وہ امام صاحب کا بتلایا ہوا ہے، اور انہی کا مذہب ہے اور یہی قرآن حدیث ہے۔

دوستو! قسم خدا کی جس طرح یہاں پردے اٹھ گئے ہیں اور حقیقت ظاہر ہو گئی ہے اسی طرح میرا تو ایمان ہے کہ اکثر و بیشتر مسائل میں ہوا ہوگا، بلکہ ہوا ہے، نہ ان کتابوں میں صرف امام صاحب ہی کے مسائل ہیں نہ یہ کتابیں امام صاحب کی ہیں، نہ ان کے مسائل حقیقی معنی میں حنفی مذہب کہلوانے کے مستحق ہیں واللہ ان میں تو وہ شرمناک مسائل بھی ہیں کہ ایک بھلا انسان کبھی بھی ان مسائل کو امام صاحب کے مسائل نہیں کہہ سکتا، بلکہ ان کو سن کر بھی شرمانا اور جھپنا پڑتا ہے، وہ مسائل تہذیب و انسانیت کے بھی خلاف معلوم ہوتے ہیں طبعیت پر بوجھ پڑنے لگتا ہے (۱) پس ہمارا مسلک جو ہے اور جس پر آپ کو بھی ہم لانا چاہتے ہیں یہی ہے کہ ان

(۱) ان مسائل کا نمونہ دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی دوسری کتاب ''سیف محمدی'' یعنی حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو

کتابوں پر اندھا دھند عمل چھوڑ دو، عمل کے لائق کلام اللہ ہے کلام الرسول ہے۔

امام صاحب کا صحابہ کا اور حدیث کا اختلاف

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ترک تقلید کی مثال پیش کردی لیکن واللہ نہایت ہی بھونڈی مثال پیش کی ہے، وہاں امام صاحب کو چھوڑا ہے جہاں نہ چھوڑنا چاہیئے، امام صاحب مسئلہ بیان کرتے ہیں صحابی کا عمل پیش کرتے ہیں پھر سنت رسول علیہ ہونا بیان کرتے ہیں مگر واہ رے حنفی مذہب کے فقیہو! اور اپنے تئیں حنفی کہلوانے والو! تقلید کو فرض بتلانے والو! نہ حدیث رسول مانی، نہ فعل صحابی کو وقعت دی، نہ قول امام کی پیروی کی، سب آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہوئے بڑی بے دردی سے پامال کر کے اپنی طرف سے خلاف مسئلہ گھڑ لیا، اور بیچارے تمام ناواقف حنفیوں کو اسی پر لگا دیا،

برادران! دیکھو تو سہی، تم نہ محمدی رہے نہ حنفی رہے نہ سنی رہے، نہ فقہی رہے، خدا جانے کہاں سے کہاں یہ رو تمہیں بہالے گئی؟ یہ تو الٹی چال تم چلے، تم نے الٹی گنگا بہائی، تم نے دریا پہاڑوں پر چڑھا دیئے، پس للہ غور کرو تنہائی میں بیٹھ کر سوچو، اہل حدیث تمہارے حقیقی خیر خواہ ہیں، اہل حدیث ہی اماموں کے ماننے والے ہیں، وہی ان کی سچی قدر کرنے والے ہیں، وہی ان کے سچے اور صحیح اصول پر قائم ہیں، یہ تقلید جو آج تم میں پھیلائی گئی ہے اس سے اماموں کو روحانی صدمہ ہے، ہم تمہیں ان شاء اللہ بروز قیامت دکھادیں گے کہ اس اندھی تقلید سے امامان دین کس طرح بیزاری ظاہر کرتے ہیں؟ اور ساتھ ہی آپ دیکھ لیں گے کہ خدا کے نزدیک اماموں کے سچے تابعدار کون ثابت ہوتے ہیں؟ الہ العالمین تیرے ایک غلام سے یہ کام تو تونے کرادیا کہ اس نے تیرے بندوں کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا جس میں وہ دونوں راہیں الگ الگ دیکھ لیں اور دونوں دریاؤں کا درمیانی حجاب اپنی آنکھوں ملاحظہ فرمالیں اب التجا ہے کہ اسے قبول فرما، اور اس سے اپنے بندوں کو فیض پہنچا آمین۔ یارب العالمین۔

فقط محمد (میمن جوناگڈھی)

دفتر اخبار محمدی (دہلی)

مراجع ومصادر

نام کتاب	مطبع / مکتبہ	نام کتاب	مطبع / مکتبہ
قرآن مجید	مجمع ملک فہد مدینہ منورہ	دار قطنی	دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ
حدیث واہل حدیث	مکتبہ مدنیہ دیوبند	مستدرک حاکم	دار الکتاب العربی
درایت محمدی	اہل حدیث اکیڈمی مئو	نسائی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
ردالمحتار	مکتبہ زکریا دیوبند	مصنف عبدالرزاق	دار القلم بیروت
اعلام الموقعین	اشرف المطابع دہلی	مصنف ابن ابی شیبہ	الدار السلفیہ بمبئی
صحیح بخاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	موطا امام مالک	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
تفسیر ابن کثیر	بیروت	نیل الاوطار	
توضیح مع تلویح	نول کشور لکھنؤ	صحیح ابن خزیمہ	شرکۃ الطباعۃ العربیہ ریاض
مسلم الثبوت	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	مسند حمیدی	الحدیث ٹرسٹ پاکستان
صحیح مسلم	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	مجمع الزوائد	مطبعۃ العلوم لبنان
سنن ابی داؤد	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	مسند احمد	مطبع المیمنیہ بمصر
جامع ترمذی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	نصب الرایہ	بھارت آفسٹ دہلی
ابن ماجہ	دار احیاء الکتب مصر	فتح الباری	المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند
ہدایہ	مکتبہ تھانوی دیوبند	مرعاۃ المفاتیح	مکتبہ سلفیہ لاہور
درمختار	مکتبہ زکریا دیوبند	تحفۃ الاحوذی	مکتبة الفهيم مئو
شرح وقایہ	یاسر ندیم کمپنی دیوبند	فتاوی عالمگیری	مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ
مشکوۃ المصابیح	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	البحر الرائق	مکتبہ زکریا دیوبند
السنن الکبری للبیہقی	دار المعرفہ بیروت	قدوری	مکتبہ امدادیہ دیوبند
بدائع الصنائع	مکتبہ زکریا دیوبند	شعب الایمان	دار ابن کثیر بیروت
الفتح الربانی	احیاء التراث العربی	فتاوی قاضی خان	منشی نولکشور لکھنؤ
دارمی	دار الکتاب العربی	محلی لابن حزم	دار الکتب العلمیہ بیروت

نام کتاب	مطبع / مکتبة	نام کتاب	مطبع / مکتبة
ارواء الغلیل	المکتب الاسلامیہ بیروت	حاشیۃ الطحطاوی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
منیۃ المصلی	مطبع مجیدی	حاشیۃ الطحاوی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
بلوغ المرام	اشرفی بک ڈپو دیوبند	طریق محمدی	اہل حدیث اکیڈمی مئو
السعایہ		فتح القدیر	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
التعلیق المجد	مکتبہ اشرفیہ دیوبند	عقد الجید	دار الفتح الشارقہ بیروت
جزء القراءۃ للبخاری		مبسوط	
المدخل	دار الخلفاء کویت	حجۃ اللہ البالغہ	مکتبہ اشرفی دیوبند
مسند ابی داؤد الطیالسی	دائرۃ المعارف حیدرآباد	منہاج السنۃ	الثقافۃ والنشر جامعۃ الامام
ابوعوانہ		مسلم الثبوت	مطبع مجیدی کانپور
ابن الجارود		قواعد الحدیث	
مراقی الفلاح	مکتبہ تھانوی دیوبند	تاریخ بغداد	
صحیح سنن الترمذی	مکتبہ تھانوی دیوبند		

ہماری چند اہم کتابیں

















